

McGill University Library



3 103 064 390 8

SHASTRI INDO-CANADIAN INSTITUTE

156 Golf Links,
New Delhi-3, India

MHe3 .T172td
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES

52813



McGILL
UNIVERSITY

"TĀRIKH DHĀKAH"

Tāpish

"

Tāriḥ-i Dhākah

DI

Library
Institute of Islamic Studies

DEC 23 1971

Seal -

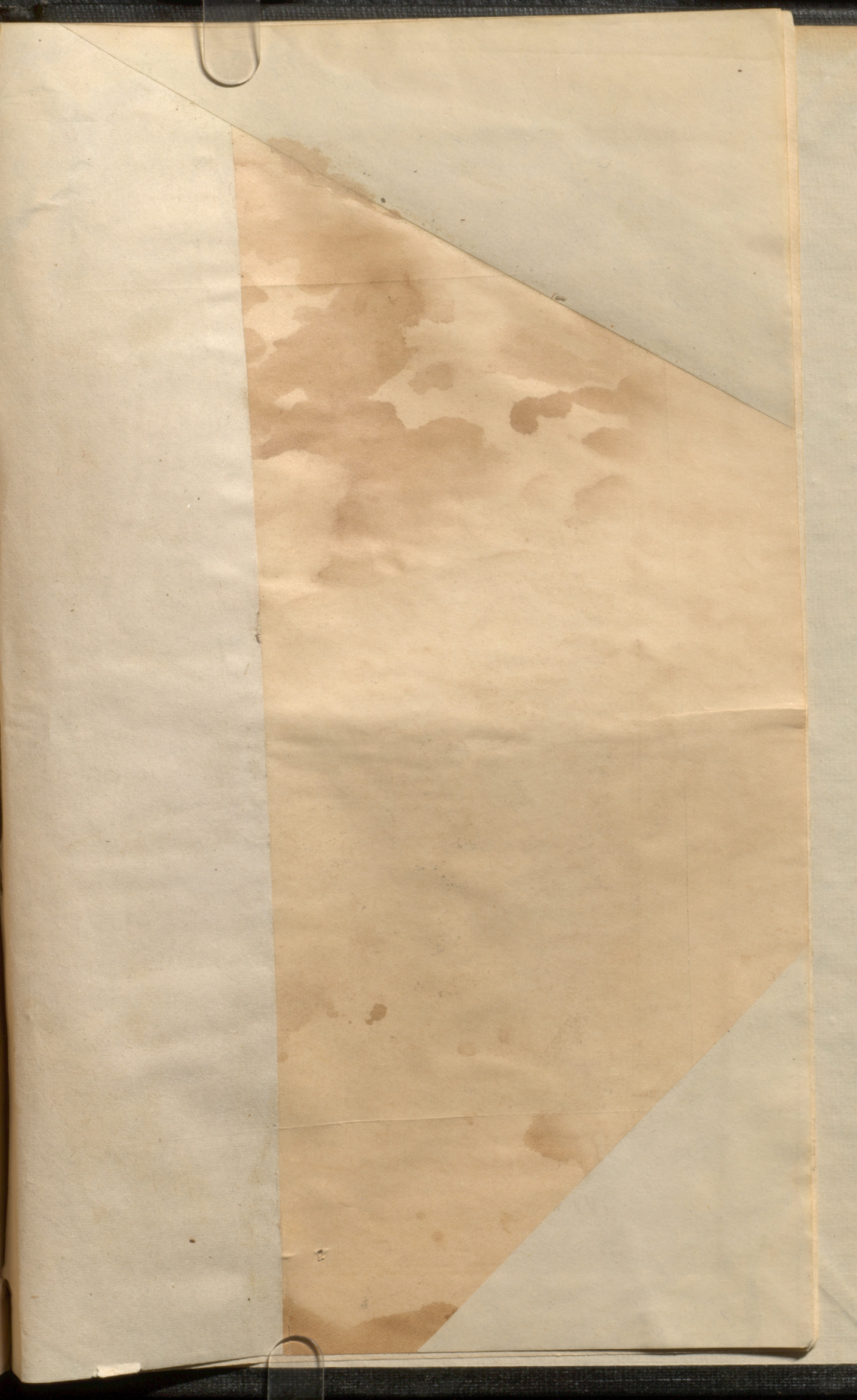
MHe3 .

.T172+d

تاریخ طحاکی

مشی رحمن علی صاحب قلم





بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حمد خداوند کبریا و نعت جناب سرور انبیا محمد مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین کے بعد واضح ہو کہ شہر ڈھاکہ تھمنا تین سو برس سے آباد ہے۔ اور قریب تنویرس کے۔ بنگالہ۔ بہار اور اڑیسہ ان تین صوبوں کا دار السلطنت رہا۔ اس مابین میں جتنے صوبہ دار دہلی سے یہاں آئے۔ سب اپنے ساتھ ہر فرقے کے لوگوں کو لاتے گئے۔ اور ہر فن و حرفہ کے لوگ یہاں آکر بسے۔ اہل علم۔ اہل قلم۔ اہل سیف۔ اہل حرفہ و صنعت۔ اہل تجارت۔ خیاط۔ زر دوز۔ رفوگر۔ ارباب نشاط۔ نان پز۔ حلوائی وغیرہ۔ سب دہلی سے آئے یہ شہر اس وقت وسعت و آبادی اور علم و حرفت میں دہلی کا نمونہ تھا اور بڑے بڑے صاحب دولت اور امیر کبیر اس شہر میں تھے۔ ہر خند کہ مرشد آباد کے دار السلطنت بنگالہ ہونے کی وجہ سے اس شہر کی آبادی گھٹتی گئی۔ مگر جس قدر لوگ یہاں رہ گئے۔ وہ سب اولاد

انھیں لوگوں کی بہن جو دہلی سے آئے تھے۔ حرفت و صد
 مہنوز اس شہر میں حسب قدر باقی ہے۔ بنگالے کے کسی اور شہر میں
 اسکی نظیر نہیں ہے۔ چنانچہ زرگری۔ مرصع سازی۔ زردوزی
 رفوگری۔ چکن سازی۔ اور بادلہ کشی وغیرہ جیسی یہاں
 ہوتی ہے۔ بنگالے میں اور کینہین۔ سوئی کپڑے کے باب
 میں تو ڈھاکہ لاجواب ہے۔ سارے ہندوستان اور دیگر ولایتوں
 میں اسکا نام مشہور ہے۔ انہیں کپڑوں کی تجارت کیواسطے غیر ولا
 کو لوگوں نے یہاں آکر بذریعہ تجارت لاکھوں روپے کمائے۔ اور
 بڑی بڑی زمینداریان اور کائنات حاصل کیں۔ مغل۔ گریک
 ارمنی۔ انگریز۔ فرانسیسی۔ پرتگیزی۔ ڈینیارک وغیرہ سب انہیں۔
 کپڑوں کی تجارت کیلئے یہاں آئے۔ اور بڑے امیر و کبیر ہو گئے۔
 اسلامی سلطنت کے قبل اطراف شہر کا ایک ایک پرگنہ ہر ہر
 وقت میں دارالسلطنت بنگالے کے نام سے مشہور رہا جیسا
 سونا رگائون۔ بکرم پور۔ اور بہوال وغیرہ۔ مسلمانوں کی عملداری
 میں بھی انہیں دارالسلطنت قائم رہی۔ افغانوں کے عہد میں
 بھی اکثر جگہ اطراف ڈھاکہ میں شہر آباد تھے۔ مغلیہ سلطنت کے
 آغاز میں اکبر بادشاہ کے عہد تک سونا رگائون۔ دارالسلطنت بنگالے کا

رہا۔ جہانگیر شاہ کے وقت میں اسلام خان نے شہر ڈھاکہ آباد کر کے
 اسکا نام جہانگیر نگر رکھا۔ اور دار السلطنت سونارگانوں سے منتقل
 کر کے ڈھاکہ کے میں لایا۔ جب سے وہ غیر آباد اور دیہات ہو گیا۔
 اطراف شہر میں ہنوز قدیم تعمیرات موجود ہیں۔ اور آثار شہر
 کے نظر آتے ہیں۔ جنگی اور شہر کی قدیم عمارتوں کے بیان میں ایک
 کتاب حسب ایماے گورنمنٹ۔ مولوی سید اولاد حسن صاحب خان
 بہادر فرسٹ انسپکٹر آف رجسٹریشن پورب بنگالہ و آسام نے انگریزی
 میں لکھکر گورنمنٹ کی نذر کی ہے۔ اس کتاب کی اکثر مقامات
 کی نقل اس کتاب کے بہرہ بست و نغم میں مندرج ہے۔ ان
 اکثر مساجد۔ مقبرے وغیرہ چار پانچ سو برس کے بنے ہوئے ہیں۔
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضلع ڈھاکہ میں صد ہا سال مسلمانوں
 کی سلطنت رہی ہے۔ اور بڑے بڑے ذی اقتدار اور مستقل بادشاہوں کا
 یہ دار السلطنت رہا۔ جنگی نشانیاں ہنوز باقی ہیں۔

لہذا ایسے ضلع اور شہر کی ایک مکمل توارتخ ہونی نہایت
 ضرور ہے۔ اسلئے بعض اجباب کے اصرار سے خاکسار رحمن علی
 ابن نشی سبحان علی مرحوم متوطن شہر ڈھاکہ نے سجد تمام کتب مفصلہ
 ذیل سے اور قدیم لوگوں کے بیان سے تاریخی واقعات اور

قدیم حالات جمع کر کے یہ تواریخ ڈھاکہ اردو زبان میں تحریر کی تاکہ تمام حالات اور واقعات سے اس ضلع اور شہر کے خاص و عام کو واقفیت کلی حاصل ہو۔ اور یادگار خاکسار کی قائم رہے۔ امید عواطف کریمانہ ناظرین سے یہ ہے کہ جہاں کہیں غلطی عبارت کی نظر مبارک میں آئے قلم اصلاح سے درست فرمائیں اور خاکسار کو دعاے خیر سے یاد کریں۔

ابیات

عرض نقیشت کز مایا د ماند	اکہ مہستی را بنی بلینم لقاے
ولے صاحب دلے روز بر حمت	کند در حق این مسکین دعاے

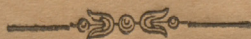
تفصیل کتب تواریخ جن سے اس کتاب میں مدد لی گئی ہے

- ۱ ڈاکٹر جمیس ٹیلر صاحب کی ٹو پوگرائی اینڈ اسٹیکس آف ڈھاکہ محرمہ ۱۸۴۲ء عیسوی۔
- ۲ ڈاکٹر جمیس وارنر صاحب کا ٹولش آف دی ویلیس کاٹس اینڈ ٹریڈس آف الیپٹرن بنگال نوشتہ ۱۸۴۳ء۔
- ۳ تاریخ بنگالہ مؤلفہ مولوی عبدالرؤف مترجم صدر دیوانی کلکتہ۔
- ۴ تاریخ نصرت جنگی مؤلفہ نواب نصرت جنگ بہادر نائب ناظم ڈھاکہ۔
- ۵ ایڈمنسٹریشن رپورٹ آف مسٹری می بکینڈ صاحب کمشنر ڈھاکہ۔
- ۶ انڈیا وارٹس آف ڈاکٹر برجندر لال مترجم دوم ۱۸۸۱ء۔
- ۷ ٹولش آف دی اینڈیکوئیٹ آف ڈھاکہ مؤلفہ مولوی سید اولاد حسن صاحب اپیش سب رجسٹرار ڈھاکہ ۱۹۰۴ء۔

BY PERMISSION
RESPECTFULLY DEDICATED
TO
The Hon'ble Colonel R. N. CAMPBELL
C. I. E.; I. M. S.
Inspector General
OF
CIVIL HOSPITALS,
EASTERN-BENGAL AND ASSAM.

BY
The editor, the author's son,
In token of the high regard he has for him.

1910.



THE
OFFICE OF THE
SHERIFF
OF THE
COUNTY OF
SHERBORN
MASS.
IN
REPLY TO A RESOLUTION
PASSED BY THE
COMMONS OF THE
PROVINCE OF MASSACHUSETTS
IN 1847

BY
THE OFFICE OF THE
SHERIFF OF THE
COUNTY OF SHERBORN

1847

— 2 —

بنام

جناب آنر بیل آر۔ ان کمبل صاحب

بہادر سی۔ آئی۔ امی۔ آئی۔ ام۔ اس

انسپکٹر جنرل اسپتال ہائے ملکی

مشرقی بنگال و آسام

جنکی عزت خاکسار احمد علی کی نظرون میں بہت ہے۔

معنون کرتا ہے

۱۹۱۰ء

تفصیل بہرہ ہائے تواریخ ڈھاکہ

نمبر	مضامین	صفحہ
۱	بہرہ اول حدود و حالات زمین - ندیان و پرگنہ جات محکمہ جات وغیرہ	۱
۲	بہرہ دوم ذکر سلطنت ہند و راجگان تا اہتدائے سلطنت اسلامیہ -	۲۳
۳	بہرہ سوم ذکر سلطنت اسلامیہ تا اہتدائے حکومت افغانیہ	۳۰
۴	چہارم ذکر سلطنت افغانیہ تا اہتدائے حکومت مغلیہ -	۳۷
۵	بہرہ پنجم ذکر سلطنت مغلیہ تا اہتدائے حکومت سلطان محمد شجاع -	۴۰
۶	بہرہ ششم ذکر سلطنت سلطان محمد شجاع تا اہتدائے حکومت شالیستہ خان -	۵۲
۷	بہرہ ہفتم ذکر حکومت شالیستہ خان تا اہتدائے ریاست ابراہیم خان -	۵۸
۸	بہرہ ہشتم ذکر ریاست ابراہیم خان تا اہتدائے حکومت شاہنشاہ	۶۳

صفحہ	مضامین	نمبر
	محمد عظیم الشان -	
۴۸	ہبرہ نہم ذکر حکومت شاہزادہ محمد عظیم الشان تا ابتدا	۹
	صوبہ داری مرشد قلیخان -	
۷۶	ہبرہ دہم ذکر صوبہ داری مرشد قلیخان تا ابتدا کے نظامت	۱۰
	شجاع الدین الخاطب شجاع الدولہ -	
۷۹	ہبرہ یازدہم - ذکر نظامت شجاع الدین تا ابتدا	۱۱
	صوبہ داری علی وردی خان مہابت جنگ -	
۸۷	ہبرہ دوازدہم - ذکر صوبہ داری علی وردی خان مہابت جنگ	۱۲
	تا ابتدا کے حکومت سراج الدولہ -	
۹۷	سیردہم - ذکر حکومت سراج الدولہ تا ابتدا کے مراجعت	۱۳
	افواج انگلشیہ بلکلتہ -	
۱۰۱	ہبرہ چار دہم - ذکر مراجعت افواج انگلشیہ بلکلتہ و تسخیر بنگالہ	۱۴
	تا ابتدا کے حکومت میر جعفر خان -	
۱۰۴	ہبرہ پانزدہم - ذکر جلوس میر جعفر خان بر سند صوبہ داری بنگالہ	۱۵
	و بہار تا ابتدا کے حکومت میر محمد قاسم خان -	
۱۱۰	ہبرہ شانزدہم - ذکر صوبہ داری میر محمد قاسم خان تا ابتدا	۱۶

صفحہ	مضامین
	حکومت کپنی۔
۱۱۱	۱۷ ہرہ ہفتم۔ ذکر مراجعت لارڈ کلايو بعدہ گورنر جنرل اور حصول سند نظامت بنگالہ بنام کپنی۔
۱۱۵	۱۸ ہرہ ہفتم۔ ذکر عہد حکومت لارڈ ڈیہیٹنگس تا ابتداء لارڈ کارنوالیس۔
۱۱۹	۱۹ ہرہ نوادم۔ ذکر عہد حکومت لارڈ کارنوالیس تا ابتداء حکومت لارڈ مینٹو۔
۱۲۴	۲۰ ہرہ ہشتم۔ ذکر حکومت لارڈ مویرا وغیرہ۔
۱۳۰	۲۱ ہرہ ہشت ویکم۔ ذکر بغاوت سپاہیان ڈھاکہ۔
۱۴۳	۲۲ ہرہ ہشت وادم۔ ذکر نقل سلطنت ہند از دست کپنی بدست ملکہ معظمہ انگلینڈ۔
۱۵۶	۲۳ ہرہ ہشت وایوم۔ ذکر نائب ناظم ان ڈھاکہ۔
۱۷۲	۲۴ ہرہ ہشت وچہارم۔ در بیان اولیاء ڈھاکہ۔
۱۸۰	۲۵ ہرہ ہشت وپنجم۔ ذکر عماید وروسار قدیم ڈھاکہ۔
۱۸۶	۲۶ ہرہ ہشت وہشتم۔ ذکر وروسار بمعصر نواب نصرت جنگ
۱۹۸	۲۷ ہرہ ہشت وہفتم۔ ذکر وروسار ڈھاکہ جو بعد نواب نصرت جنگ

کے اس شہر میں تھے اور جکی اولاد ہنوز موجود ہیں۔

۲۸ بہرہ بست و ہشتم۔ ذکر نواب صاحبان ڈھاکہ۔

۲۹ بہرہ بست و نہم۔ ذکر عمارات و تدیم شہر ڈھاکہ

و ضلع ڈھاکہ و مساجد و مفتابر و غیرہ

مع نقل کتابہ وغیرہ۔

۳۰ بہرہ سی ام۔ تقسیم بنگالہ و جدید عمارات شہر ڈھاکہ

۳۱ بہرہ سی و یکم شاعران ڈھاکہ۔ وغیرہ وغیرہ

ضلع ڈھاکہ

ایک اسکیل - ۸۰ فٹ - ایک میس



- محکمہ خراج گنج
- مکتب گنج
- منشی گنج
- عمر

نشان

ضلع کا پراشر

بحر الہند

قناة الہند

فرصت

سیوان ضلع

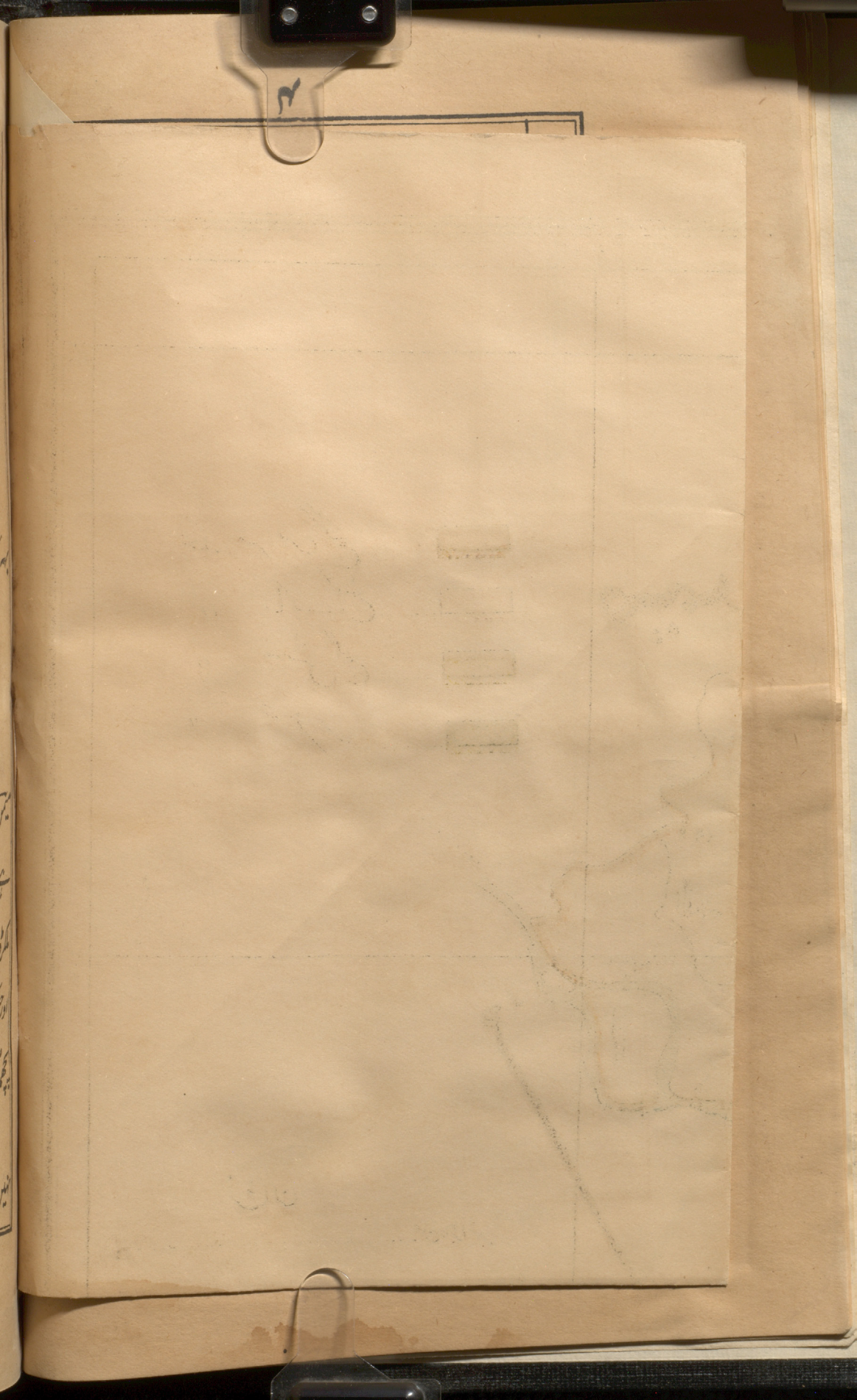
سیوان گنگہ

سیوان قنات

سڑک

ریل کی سڑک





بسم اللہ الرحمن الرحیم

تواریخ ڈھاکہ

بہرہ اول حدود و حالات زمین مندیان پُرگنہ جات و تھانہ جات وغیرہ

حدود ضلع ڈھاکہ

یہ ضلع صوبہ بنگالے کے پورب حصے میں واقع ہے۔ اُس کے اُوتر ضلع
میں سنگھ دکن ضلع باقر گنج پورب ضلع پتہ اور کچھم ضلع فرید پور اور پنبہ
ہے۔ سابق میں ضلع باقر گنج اور فرید پور ضلع ڈھاکہ کے شامل تھے اور کُل اضلاع
ملکہ ڈھاکہ جلال پور کے نام سے ایک ضلع مشہور تھا۔ اس وقت جب قدر ضلع ڈھاکہ ہے
اور جسکی چوحدی اوپر بیان ہوئی اُس کی لبنائی اُوتر دکن شتریل اور چوڑائی پورب
پچھم ۵۹ میل ہے۔

اس ضلع کے تین حصوں میں ایک حصہ جنگل ہے جس میں کسی طرح کی زراعت
نہیں ہوتی ہے۔ اور ساتواں حصہ بڑی بڑی مندیان اور نالوں کے تحت میں ہے

اس کے دھن حدود سے سمندر یعنی خلیج بنگالہ اشی سیل ہے۔

سیلابی

اس ضلع کے پورب اور دھن حصوں کی نشیب اور عروجی زمین برسات کے موسم میں بڑی بڑی ندیوں اور ان کے نالوں کی سیلابی سے تہ آب ہو جاتی ہے اور دوفیٹ سے چوڑھ فیٹ تک پانی ان زمینوں پر چڑھ جاتا ہے۔ ایام بارش میں اکثر اس ضلع کے پورب اور دھن حصے کے دیہاتیوں کو سیلابی کے سبب بڑی تکلیف ہوتی ہے اور اکثر ان کے گھروں میں اس قدر پانی ہوتا ہے کہ گھروں کے اندر مچان باندھ کر سکونت کرتے ہیں اور ان کے مویشی پانی میں کھڑے رہتے ہیں دانہ و گھاس نہ ملنے کے باعث اور دو تین مہینے تک پانی میں رہنے کی وجہ سے اکثر مر جاتے ہیں مگر زراعت کو کسی طرح نقصان نہیں پہنچتا ہے بلکہ جس سال پانی کم ہوتا ہے زراعت کو نقصان پہنچتا ہے۔

جنگل و جنگلی جانوران

جنگل و جنگلی
جانوران

اس ضلع کے اتر حصے کی زمین اونچی اور اکثر جنگل ہے بعض بعض جنگل نہایت گھنے اور بڑے بڑے جنگلی درختوں سے معمور ہیں جس میں شیر بھال۔ ہرن اور سنور وغیرہ درند جانور رہتے ہیں اکثر صاحبان انگریز اور عمائد شہر وہاں شکار کھیلتے ہیں۔ اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر جنگلی جانوروں کو

مارتے ہیں۔ اُن جنگلوں کے کنارے چھوٹے چھوٹے نالوں کو قریب جو مزرعی
زمین ہیں اُس میں وہاں کے کاشت کار سرسوں اور تیل وغیرہ کی کھیتی
کرتے ہیں۔

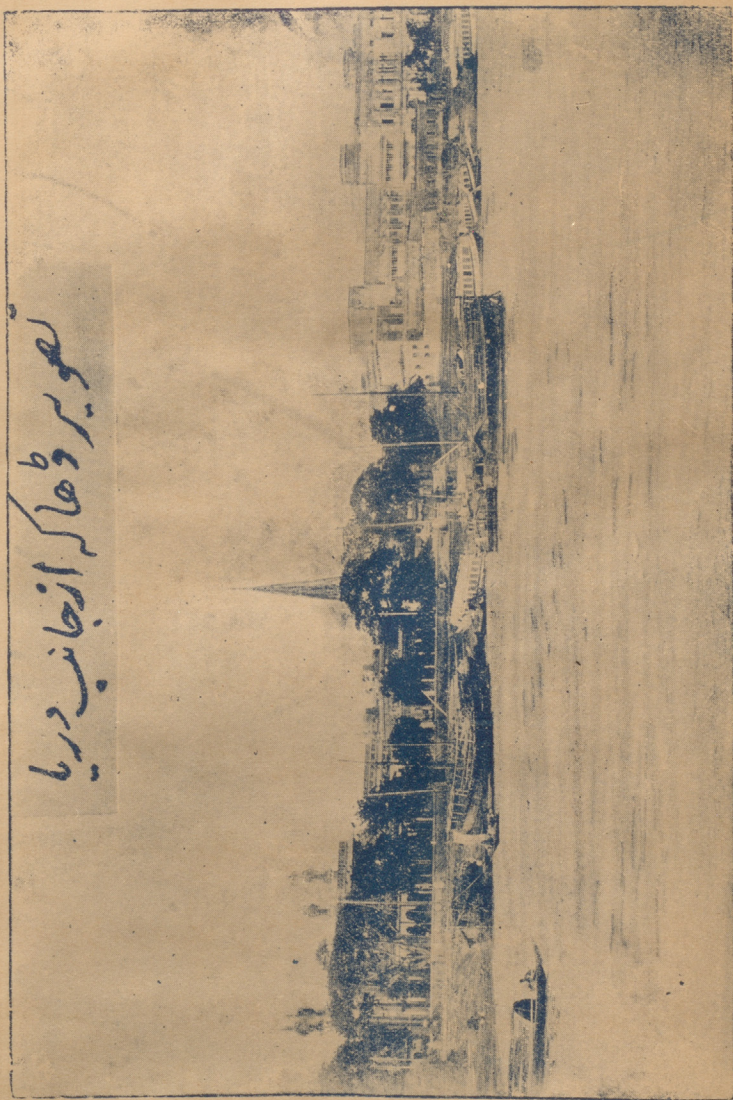
اس ضلع کا پورب حصہ لکھیا اور میگناندیوں کے درمیان واقع
ہے اور اس میں سیلابی بہت زیادہ ہوتی ہے اس کی زمین بہت
پچھم حصے کے زیادہ زرخیز ہے اور زراعت خوب ہوتی ہے یہاں
ہندو راج کا قدیم شہر سنارگانوں واقع تھا جو اس وقت بالکل ویران ہے
اس ضلع کا دکن حصہ بھی نہایت زرخیز اور اچھی مزرعی زمین ہے
جسکے پورب کو میگناندی اور پچھم اور اتر پچھم جانب پدما یعنی گنگا اور اتر
دولہسری تلسی کھالی اور بوڑھی گنگا۔ ندیاں ہیں۔ دکن کو ضلع باقر گنج ہے
جسکی سرحد میگناندی کھالی اور پدماندیوں نے الگ کی ہے اس حصے کی
تمام زمین برسات میں اُن ندیوں کے پانی سے سیلاب ہو جاتی ہیں اور
زمین پر ڈوفیٹ سے لیکر جو ڈوفیٹ تک اور کمین کمین سترہ اٹھارہ
فیٹ بھی پانی ہوتا ہے یہ سیلابی پورب بنگالے کے اکثر حصوں میں ہوتی
ہے۔ ڈاکٹر ٹیلر صاحب نے اس سیلابی کا حصار یہ لکھا ہے کہ پورب
ضلع ڈھاکہ پچھم ضلع فرید پور جو چالیش میل ہے اور دکن پرگنہ
بکرم پور سے لیکر جعفر گنج اور وہاں سے اتر پچھم ضلع ٹور تک جو ایک سو

سیل کا فاصلہ ہے یہ سیلابی ہوتی ہے اس مابین کی زمین جولائی اگست اور
ستمبر ان تین مہینوں بالکل تہ آب رہتی ہے اسکے پنج پنج میں اونچی زمینیں مثل
ٹیلون کے ہیں جنہیں بستیاں ہیں اور باقی تمام زمینیں پانی سے ڈوب جاتی ہیں
اور اسمین دھان کی کھیتیاں ہوتی ہیں۔

ندیان

ندیان

اس ضلع کو پدما۔ برم پوتر۔ اور میگنا ندیوں کی شاخوں نے ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا ہے یہی تین اصل ندیاں ہیں اور جتنی ندیاں ہیں سب انہیں تینوں کی
شاخیں ہیں اس ضلع کے کچھ پسم اور دھن حصہ میں پدما ندی بہتی ہے
جس نے اس ضلع کو ضلع فرید پور اور باقر گنج سے الگ کیا ہے اور جسکی چوٹی
کیمین کیمین ڈوسیل اور کیمین کیمین چار میل کی ہے اوسکی دو بڑی شاخیں
ہیں ایک کا نام کرتی ناسا اور دوسری کا نام نیا ہنگنی جو نہایت چوڑی او
تیر دھار والی ندیاں ہیں ان ندیوں نے راج نگر کی راج باڑی اور اسکے
علاقے جات اور پرگنہ بکر پور اور موضع الاچی پور کا دھن حصہ تباہ کر دیا ہے
برم پوتر اندی نے اس ضلع کے اوتر کچھ حصہ کو گھیر لیا ہے برسات کے
موسم میں اس ندی کا پاٹ ڈوسیل چوڑا ہوتا ہے جینائی یعنی جہنا اور نہار
یہ دونوں ندیاں اسکی شاخیں ہیں میگنا ندی ضلع ڈھاکہ اور ضلع پترہ کے
درمیان بہتی ہے یہ ندی جہان برم پوتر سے ملی ہے ایک میل سے زیادہ



لھویر وٹھا کے از جانب دریا

چوڑی ہے جس جگہ پدماندی سے ملی ہے دو میل سے زیادہ اوسکا پاٹ
 ہے یہ ندی (سیگنا) بھی اصل میں برم پوتراندی کی جو آسام کی طرف سے
 آئی ہے شاخ ہے برم پوتر کی دوسری شاخ جو ضلع مین سنگھ کے
 سب ڈویژن (محکمہ) جمال پور کے نیچے سے بہتی ہوئی آئی ہے اوسی کا
 نام جنیائی (جننا) ہے یہ بھی بہت چوڑی ندی ہے اوسکی بہر دشاخن
 نکلی ہیں ایک شاخ جو اس ضلع کے کچھ طرف سے آکر پدماندی سے
 ملی ہے اوسکا نام جنیائی یا جننا ہے اور دوسری شاخ دہلہ سری ندی ہے
 دہلہ سری سابق میں پدما کی ایک شاخ تھی۔ اسوقت پدما کی طرف کا تہانہ
 بند ہو کر جنبا کی سوت اس میں جاری ہے اور اس ندی کا پاٹ برسات
 میں دو میل چوڑا ہوتا ہے بوڑھی گنگا ندی جو شہر ڈھاکہ کے نیچے بہتی ہے
 سابق میں یہ بھی پدماندی کی ایک شاخ تھی جو اسوقت دہلہ سری ندی
 کی شاخ ہے۔ لکھیا ندی جو اس ضلع کے بیچون پچ میں نراین گنج کے نیچے
 بہتی ہے برم پوتر کی ایک شاخ ہے اوسکا پانی نہایت ہلکا اور صاف ہے۔

پیداوار

پیداوار

اس ضلع کا عام پیداوار۔ دھان۔ سرسوں۔ تل۔ کنگنی۔ مٹر۔ کستاری
 روئی۔ قسم پھول۔ سن۔ پاٹ۔ اورک۔ ہلدی۔ پیاز۔ مریچ۔ مٹا۔ کو۔ اور

اقسام طرحی ترکاریاں اور پھل ہیں۔ اتمہ۔ کٹل۔ کیلا۔ اناس۔ اور گنڈیری
 بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر زیادہ تر کھیتی وہاں پاٹ کی ہوتی ہے۔ کسم پھول
 یہاں بہت عمدہ ہوتا ہیں۔ اکثر پورب مین او سکی دانگی بہت ہوتی ہے اور اس
 نہایت عمدہ سرخ رنگ نکلتا ہے۔ ہندوستان اور بنگالے مین بھی اس کے
 رنگ کی بڑی قدر ہے اکثر کپڑے رنگے جاتے ہیں۔ پیشتر نیل کی کھیتیاں
 بہت ہوتی تھیں جب سے نیل کی کوٹھیاں موقوف ہوئی ہیں نیل نہیں ہوتا
 ہے۔ اس وقت پاٹ کی کوٹھیاں جاری ہونے کی وجہ سے پاٹ کی کھیتی کثرت
 سے ہوتی ہے۔

سب ڈیویرن

اس ضلع مین تین سب ڈیویرن یعنی محکمے ہیں مانک گنج۔ منشی گنج۔
 اور نرائن گنج۔

محکمہ مانک گنج اس ضلع کے کچھ حصے مین دہسری

ندی کی ایک شاخ کے کنارے پر واقع ہے آب و ہوا یہاں کی اچھی نہیں جاتا
 کے دہن مین یہ ندی کی شاخ خشک ہو جاتی ہے اکثر بلیر یا (صفراوی)
 بخار کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس محکمے مین ڈیوٹی مجسٹریٹ اور منصف کی
 کچھریان مین رجسٹری آفیس پوسٹ آفیس ہسپتال اور تھانہ ہے بازار مین
 سخمہ مکانات اور ہر طرح کی دوکانیں ہیں ہر ہفتے مین دو بار ہاٹ جمتا ہے

سب ڈیویرن

محکمہ مانک گنج

سب طرح کی چیزیں ملتی ہیں اچھی آبادی ہے۔۔

محکمہ منشی گنج اس ضلع کے دھن حصے میں میگناندی کی ایک
شاخ کے کنارے واقع ہے آب و ہوا یہاں کی اچھی ہے مغلیہ عمارتیں
یہاں ایک قلعہ میر حبلہ کا بنایا ہوا تھا جو قلعہ اور اک پور کے نام سے مشہور اور مستفید
حصہ اور سکا ہنوز باقی ہے اس میں یہاں کے سب ڈیویژنل آفیسر کی
کوٹھی ہے۔ یہاں بھی ڈیپوٹی مجسٹریٹ اور منصف کی کچہریاں ہیں جسٹری
آفیس پوسٹ آفیس ہسپتال اور تھانہ ہے۔ بچہ مکانات اور بازار
میں ہر طرح کی دوکانیں اور سب قسم کی چیزیں موجود ہیں ہفتہ وار
ہاٹ بھی ہوتا ہے۔

محکمہ زراعت گنج شہر سے آٹھ میل پورب لکھناندی کے
پچھم واقع ہے یہ محکمہ اس وقت مثل ایک شہر کے ہو گیا ہے سابق زمانے
سے یہاں ہر طرح کی تجارت اور منک کا کاروبار جاری ہے یہ ایک
بندر ہے اکثر جہازوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ چال گام اور نوا کھالی سے
منک کی آمدنی کثرت سے یہاں ہوتی تھی (اس وقت ولایتی منک آنے
کے سبب سے وہ منک کے کارخانے موقوف ہو گئے ہیں) اور سب
طرح کا آناج اور تیل لکھی چینی گڑ۔ ڈلی۔ ناریل۔ تباکو۔ پاٹ روٹی۔
مصلح وغیرہ کی کثرت سے آمدنی اور رفتی ہے۔ کشتیان۔ جہاز۔ اسٹیمر

اور سلف (چھوٹے جہاز) ہمیشہ کثرت سے دریائیں رستے ہیں۔ ارکانی اور چینی اکثر یہاں سے ڈلی چینی رہتا کو وغیرہ خرید کر لجاتے ہیں اسوقت ریل سٹیشن کے ہونے سے اور بھی زاید تجارت کی راہ کھلی ہے۔ کلکتہ چائے کام بریل سلکٹ اور آسام وغیرہ کے اطراف سے اسٹیمر یہاں آتے ہیں اور یہاں سے مال تجارت اور پاسینجر لیکر ہر طرف جاتے ہیں اور انگریز ریل گریڈ وغیرہ اقوام کے سودا گروں نے بہت سے پاٹ کے کارخانے یہاں جاری کئے ہیں۔ ان کارخانوں میں پاٹ کی آمدنی و رفتنی کثرت سے ہوتی ہے اور پرنفع کاروبار جاری ہے۔

اس محکمے کے متعلق مغلیہ سلطنت کے صوبہ دار میر جملہ کے بنائے ہوئے کئی ایک قلعے تھے۔ جن کا ایک قلعہ حاجی گنج میں بھی تھا اسوقت وہ سب قلعے ایک بار منہدم ہو گئے ہیں کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ بغاوت کے چند سال پیشتر حاجی گنج کے قلعہ میں جے پی وائز صاحب کی ایک نیل کی کوٹھی تھی اور اس ضلع کے اکثر مقامات میں اور بھی بہت سی کوٹھیاں نیل کی تھیں جن میں نیل تیار ہوتا تھا اور نیل کا بڑا کاروبار جاری تھا یہ نیل اور ولایتوں میں روانہ ہوتا تھا اسوقت وہ کاروبار بالکل موقوف ہو گیا ہے اور اس کی جگہ پاٹ کے کارخانے جاری ہوئے ہیں حاجی گنج کے قلعہ کی زمین اسوقت نواب صاحب ڈھاکہ کے قبضہ میں ہے۔ حسین

ایک عالیشان مکان بنام حفیظ منزل بنا ہے۔ اس محلے میں بھی ایک مجسٹریٹ اور دو منصفوں کی پھر بیان میں سب رجسٹری آفیس پوسٹ آفیس ہسپتال اور تھانہ ہے۔ کثرت مقدمات کی وجہ سے کبھی کبھی چار منصف بھی ایمان مقرر ہوتے ہیں۔

پرگنات

محکمہ زمین گنج کے پورب لکھیا اور میگناندیون کے درمیان پرگنہ سنٹارگانوں واقع ہے جس میں مسلمانوں کی عملداری کے قبل بنام سوناگانوں ایک شہر تھا اسوقت اس شہر کا کوئی نشان باقی نہیں ہے صرف ایک پنامہ بازار ہے جس میں ساہوکار لوگ بسے ہوئے ہیں اور اچھی آبادی ہے نچتر مکانات مندر وغیرہ بہت سے بنے ہوئے ہیں سابق شہر کے نشانوں میں دو کپے پل ہنوز موجود ہیں ہندو راج میں یہ شہر بہت وسیع اور آباد تھا۔ اسوقت بالکل دیہات اور کمین کمین جنگل ہو گیا ہے مسلمانوں کے زمانے کی بھی چیمہ مسجدیں اور عمارات اب تک ہیں مگر نہایت شکستہ ویران اور جنگلون سے گھر گئی ہیں۔

ڈاکٹر بل صاحب وغیرہ لکھتے ہیں کہ کس مقام پر یہ شہر واقع تھا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کی عملداری میں جہان جو بادشاہ مقیم ہوا اسی جگہ کا نام بلدہ سنارگانوں ہوا جسوقت مگر پاڑی میں شاہی اقامت ہوئی اس کا نام بلدہ سنارگانوں تھا اور جب ملی نگر میں بادشاہی قیام گاہ ہوئی اس کا نام بھی بلدہ سنارگانوں ہی رہا۔ آئین اکبری میں مگر پاڑی کو سنارگانوں لکھا ہے اور عیسیٰ خان کے وقت میں خضر پور سنارگانوں کے نام سے مشہور تھا سنارگانوں مسلمانوں کی عملداری میں بھی دو سو برس تک دارالسلطنت رہا۔ نوٹس آف دی اینٹی کوی آف ڈھاکہ آف مولوی سید اولاد حسن صاحب خان بہاؤ میں لکھا ہے کہ غالباً یہ شہر سنارگانوں سید کے بازار کے قریب تھا فقط

اس پر گئے مین ناگل بند پچی گھاٹ مہدو کی ایک بڑی نامی تیر تھکاہ
 ہے یہ گھاٹ برم بوترا ندی کی ایک شاخ کے کنارے پر واقع ہے ہر سال
 بنگلہ چیت اور عیسوی ماہ مین مین بیان مہدو کے اشنان کا ایک
 بڑا میلہ ہوتا ہے اور دور سے یعنی بنگالہ بہار اور مہدوستان کے اکثر صوبے
 کے لوگ کثرت سے اس اشنان کے واسطے آتے ہیں اور دور و نزدیک
 بڑا میلہ جمع رہتا ہے

اس پر گئے مین ڈامیر ایک مشہور ہاٹ ہے جہاں ہر جمعہ کو ڈھاکہ کے
 نامی جامدانی - تنزیب - اور ٹیل وغیرہ کپڑوں کی آمدنی ہوتی ہے اور شہر کے
 تجار وہاں سے خرید لاتے ہیں اس ہاٹ کے اطراف مین دور دور تک
 جلاہوں کی بستی ہے اور یہی جلاہے وہ سب کپڑے تیار کرتے ہیں اکثر ان
 مین مسلمان ہیں۔

اس پر گئے کی پیداوری دھان روٹی - ہلدی - اورک - ڈولی - اور
 پان ہے بیان کی آبادی مین مہدو مسلمان دونوں برابر ہیں مگر جلاہے
 زیادہ مسلمان ہیں۔

پر گئے بکرم پور شہر ڈھاکہ سے بارہ میل کنٹھن ٹیٹون واقع ہے
 جسکے پورب کو میگنندی اور چھیم پودا رنگا اور دکن اسی پدمی شاخ
 کرتی ناساندی اور اتر پر گئے جلال پور ہے۔ یہ پر گئے اس ضلع ڈھاکہ کا

بکرم پور

ایک بہت بڑا زرخیز پرگنہ ہے یہاں دھان گندیری۔ روئی۔ کسٹ پھول
 پان۔ ناریل۔ ڈلی۔ آمبہ۔ اور اقسام طرح کو عمدہ کیلے۔ اور تیمو۔
 پیدا ہوتے ہیں۔ اس پرگنہ کے پورب حصے میں بھٹی رستی زمین زیادہ
 ہے۔ یہ بھٹی زمین زراعتی نشیب زمین سے اونچی اور مثل ٹیلون کے
 ہے جن میں بستیاں ہیں۔ اور ان کے پنج میں زراعتی نشیب زمین
 اور نالے ہیں۔ اور کچھ حصے میں اکٹہ جگہ نل کے جنگل او
 جھیل ہیں۔

اس پرگنہ کی بستیاں نہایت گھنی اور باشندے یہاں کے زیادہ
 تر ہندو ہیں۔ یہ پرگنہ زمان قدیم یعنی مہندوراج میں بنگالے کا دارالسلطنت
 تھا راجہ بکراجیت کے وقت سے مسلمانوں کی عملداری تک برابر یہاں
 ہندو راجوں کا مسکن تھا جس کا نشان اب تک باقی ہے۔ مقام رام پال میں
 جو عیسیٰ مئی دریا میں میل فصل کے اور فرنگی بازار سے تھوڑا کچھیم ہے بلال
 باری ایک مشہور جگہ ہے جہاں راجہ بلال سین کا مکان تھا اور یہ مکان
 تین ہزار فیٹ مربع زمین پر واقع تھا اور چاروں طرف دو سو فیٹ چوڑا
 نالہ کھودا ہوا تھا ڈاکٹر ٹیلر صاحب لکھتے ہیں کہ چند سال ہوئے کسی کسان نے
 یہاں زمین کھودنے میں ایک ٹکڑہیر لکایا تھا جس کی قیمت ستر ہزار روپیہ
 ہوئی تھی اس وقت مکان کا کوئی نشان باقی نہیں ہے صرف کین کین

کچھ انیٹ اور دیواروں کی نیولتی ہے۔

بلال باڑی کے قریب ایک گہرا خندق اگنی گنڈ کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ بکرم پور کا اخیر راجہ جو مسلمانوں کے ہاتھ سے ہزیمت پا کر مع اپنے اہل و عیال کے اسی گنڈ میں گر کر جلیا تھا بلال باڑی میں ایک تالاب میٹھا پوکھر کے نام سے مشہور ہے جس میں اس راجہ اور اسکے اہل و عیال کی لاشیں بعد اجل جانے کے ڈالی گئیں تھیں اس اطراف کے لوگ اس تالاب کو مقدس سمجھ کر اسکا پانی استعمال اور اسکے کنارے کی مٹی لینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ بلال باڑی سے نصف میل کے اندر پیر آدم یا بابا آدم کا مقبرہ ہے جو مسلمانوں کی آغاز عملداری میں پہلا قاضی مقرر ہو کر آیا تھا یا یہ وہی شخص ہے جس سے بلال سین لڑا تھا یہ بہت بڑا مقبرہ ہے اور منور اس اطراف کے مسلمانوں کی حفاظت میں ہے۔

اس پر گئے ہیں اور بھی بہت سی جگہ قابل ذکر کے ہیں کدراہ پور میں راجہ چاند رائے کا مکان جو بدھ قوم کا راجہ تھا ایک نامی جگہ ہے اسوقت سوائے اینٹوں کے ڈھیر کے اور کوئی نشان باقی نہیں ہے بالکل جنگل اور ویران ہو گیا ہے۔ راجہ باڑی کا مٹھ (مندر) یہ بڑا عالیشان اور نہایت

لہ تواریخ سے ثابت ہے کہ بکرم پور کا اخیر راجہ جسے مسلمانوں نے ہاتھ سے ہزیمت پائی تھی اسکا نام لکھنہ تھا۔ بلال میں نہیں اس گنڈ کا بانی بلال سین ہے جس نے بابا آدم سے لڑائی کی تھی بہرہ بیت و نہم میں اس کا حال لکھا گیا ہے۔

بلند ہے جو پدام اور میگناندیون سے نظر آتا ہے فرنگی بازار بھی اس پر گئے
 مین ایک مشہور جگہ ہے جس میں پرتکیس قوم کے لوگ بسے ہوئے ہیں یہ قوم
 ۱۶۴۲ء میں نواب شاہیستہ خان کے عہد حکومت میں تجارت کے ذریعہ
 سے یہاں آکر بسی تھی اب یہ لوگ بنگالی رعایا کی صورت اور وضع کے
 ہو گئے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ یہ بازار پیشتر ایک بڑی تجارت
 گاہ تھی اسوقت ایک گانوں ہو گیا ہے ۱۷

ادراک پور جو عیسائی مٹی نندی کے کنارہ پر واقع ہے۔ فرنگی بازار
 سے دھن تین میل دور ہے۔ اور اک پور کا میلاجو کا ترک بارنی کے نام سے

۱۷۴۸ء میں وائسرائے صاحب پرنس میں لکھتے ہیں کہ بنگالیہ میں پرتکیس قوم کے جہاز کی آمد شد پہلے ۱۶۴۲ء سے
 شروع ہوئی ہے اور چائنگام میں یہ لوگ تجارت کرتے تھے رفتہ رفتہ وہاں بہت سی تجارت کاہل ہوئی۔ اور بہت
 لوگ اس قوم کے وہاں رہنے لگے تجارت کو سواسمندر میں ڈکیتی بھی کیا کرتے تھے اکثر دبی اور اراکانی جہازوں
 کو لوٹتے تھے سیلے راجہ اراکان نے فوج بھجوا کر انکو تاخت اور تاراج کر کے چائنگام سے نکال دیا یہ لوگ جزیرہ سندھ پر ور
 اطراف نوکالی میں آکر بسے وہاں بھی وہیں شروع کیا اور پٹھانوں کی عمارتوں میں یہ لوگ کی باڑ نکال گئے
 جب سلطنت مغلیہ کی طرف سے اسلام خان نے شہر ڈھاکہ بسایا اسوقت صوبہ دار اسلام خان کی اجازت سے
 یہ لوگ ڈھاکہ میں آکر تجارت کرنے لگے اور کچھ لوگ فوج میں بھی داخل ہوئے چند زمانہ کے بعد یہ لوگ پھر سندھ کی
 رہنبری اور چائنگام میں بغاوت اور شورش برپا کرنے لگے کیونکہ اسوقت ان کو ایک فوجی قوت حاصل ہو گئی تھی
 ۱۶۴۲ء میں حبیب نواب شاہیستہ خان نے بہت سے پرتکیسون کو قید کر کے ڈھاکہ کے میں لا کر اطراف ڈھاکہ
 میں بسنے کی اجازت دی اسی زمانہ سے یہ لوگ فرنگی بازار تینہ گاؤں اور نواب گنج میں بسے ہیں ان کے
 گرجے بھی وہاں قائم ہیں تیر گاؤں کے گرجے کے متعلق بہت سی زمین ہے جسکی محاصل اچھی ہے۔ اسوقت
 انھیں کی اولاد ان مقاموں میں بستے ہیں اور مزدوری حالت میں لپی رعایا سے ملے بطے زراعت کرتے ہیں
 اور سب کرستان ہیں مگر وضع دیہاتیوں کی ہے۔

مشہور ہے بہت بڑا میلہ ہوتا ہے۔ یہ میلہ پہلے اکتوبر کے مہینے سے شروع ہوتا تھا اب نومبر کے اخیر سے شروع ہوتا ہے اور ایک ہینڈ ہتھامی اس میلے میں بنگالہ۔ بہار اور ہندوستان کے اکثر صوبوں کے تاجر کثرت سے آتے ہیں اور ہر طرح کا مال اور اجناس لاتے ہیں ہر قسم کے کپڑے شتر بنجی غالیچے کبیل شال دوشائے ولایتی کپڑے اور ہر طرح کی ولایتی چیزیں دیسی روئی عابوٹا موم۔ پتھر۔ کی چیزیں چوبی اسباب اور جو تا وغیرہ گونا گونا پٹھا شینے کپڑے بناری زربفت کپڑے چاندی سونے کی چیزیں جواہرات ہر قسم کے مرصع زیورات سنبہ و گرم مصالح ادویات کتارے وہاں چانول۔ گیہون۔ جو۔ سرسوں۔ چنے۔ مٹر۔ اور ہر طرح کی دال وغیرہ کاٹھ اور مٹی کے کھیلونے۔ پتلے اور بانس۔ چٹائی۔ وغیرہ سب طرح کی چیزوں کی آمدنی ہوتی ہے اور نہروں دوکانیں لگتی ہیں۔ لاکھوں روپے کی خرید و فروخت ہوتی ہے اتنا بڑا میلہ صوبہ بنگال میں کہیں نہیں ہوتا ہے۔

پرگنہ راج نگر

پرگنہ راج نگر۔ یہ پرگنہ بھی زرخیزی اور آبادی میں پرگنہ بکرم پور کے برابر ہے اسکی دھن طرف کرتی ناساندی اور کچھ پداما گنگا اور پورب سمت میگناندی ہے اسکی زمین بکرم پور کے پورب حصے کی زمین کے بہ نسبت ہموار ہے۔ اس پرگنہ کی بہت سی زمین کرتی ناسا لے تانبائیل کاسا اور توہے کے اجناس بانس چٹائی اور چمڑے کے اسباب۔

ہندی نے شکست کر دی ہے۔ یہاں کی اصل زراعت دھان ہے جو کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ڈلی۔ پان۔ سرسوں۔ کھساری۔ مونگ۔ وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ چند سال پیشتر یہاں نیل کے کارخانے بہت تھے اور اکثر جگہ نیل کی کھیتی ہوتی تھی یہاں کی زمین بھی دریا کی سالانہ سیلابی سے تہ آب ہو جاتی ہے مگر اس قدر پانی نہیں ہوتا ہے جیسا پرگنہ بکرم پور کے دکن اور پورب حصوں میں ہوتا ہے اور مٹی اور جون مہینے کی کھنا ہوا اور طوفان سے یہاں کی زمین میں اکثر پانی زیادہ ہوتا ہے جس سے زراعت کی اکثر نقصانی ہوتی ہے ششہ کی بڑی سیلابی میں اس پرگنہ کی بہت سی زمین کی بڑی تباہی ہوئی تھی اس پرگنہ میں مسلمان کم اور ہندو زیادہ ہیں بودھ قوم کے ہندو زیادہ ہیں۔

یہ پرگنہ راجہ راج بلبہ کی زمینداری تھی جو صوبہ بنگالے کا دیوان تھا یہ اسی کے نام سے نامزد ہے اس زمینداری میں چار سو تعلقے تھے جسکی سالانہ مالگذاری قریب تین لکھ روپے کے ادا ہوتی تھی راجہ راج بلبہ کی زمینداری ششہ تک قائم تھی بعد ازاں اوسکی اولاد میں تقسیم ہو گئی اور آپس کے تنازع سے برباد اور بہت سی زمین گنگ شکست میں تباہ ہو گئی راجہ راج بلبہ کا مکان کرتی ناسا دریا کے کنارے مقام راج نگر میں واقع تھا جبکہ کھسی قدر ہندو باقی ہے یہاں بہت سے عالیشان

عمار تین اور بڑے بڑے بلند مٹھر (مندر) تھے جو گنگ شکست میں منہدم ہو گئے ہیں۔

پرگنہ بھوال

پرگنہ بھوال۔ یہ پرگنہ شہر ڈھاکہ کے اوتر سمت لکھیا ندی کے کچھیم برم پوترندی کے دکن اور پرگنہ ایٹیہ اور طالب آباد کے پورب واقع ہے۔ اس پرگنہ کی زمین کے اوتر طرف کا حصہ یادہ جنگل ہے اور دکن اور پورب حصے کی زمین میں سرسوں۔ تل۔ روئی پاٹ اور اقسام طرح کی ترکاریاں اتمبہ۔ کٹھل۔ انٹاس۔ ٹکو۔ اٹی انجیر۔ تاڑ وغیرہ اور کاہی گھر چھانے کی گھاس کثرت سے ہوتی ہے۔ اس پرگنہ میں کئی ایک بڑی بڑی جھیلیں ہیں جنہیں مکھانا۔ سنگھاڑا اور سپلا۔ (نیلوفر) بہت پیدا ہوتے ہیں۔

اس پرگنہ میں بھی بہت سے پرتیکس کرستان کی بستیاں ہیں اور ایک روس کیتھلک گرجا ہے جس کے علاقے میں بھوال اور اسکے اطراف میں بہت سی زمین ہے جو اچھی آمدنی کی ایک زمینداری ہے۔ اس پرگنہ کے باشندوں میں پانچنار سے زاید کرستان ہیں اور باقی بیچ قوم کے منہوشل چٹال باگدی اور چمار وغیرہ بہت ہیں۔ کالیستہ۔ برہمن اور مسلمان بہت کم ہیں۔

اس وقت پرگنہ بھوال میں میان کے نامی زمیندار راجہ کالی نرائن کی زمینداری ہے جس کے مالک ان کے وراثان ہیں۔ اس پرگنہ میں گجالی گڑ

ایک مشہور ننگل ہے جس میں گجالی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور یہ گجالیان شہر اور
دیہاتوں میں گھروں کے کھنبے یعنی ستون کے واسطے بہت قیمت سے بکتی ہیں۔
اس پر گنے میں ایک ڈالا ایک مشہور جگہ ہے جہاں سابق زمانے
میں ایک بہت بڑا اور مستحکم قلعہ تھا۔ تو ایچ بنگالے میں اس ایک ڈالے کے قلعہ
کا اکثر ذکر ہے یہاں ہندو راج میں کسی راجہ کا مکان اور قلعہ تھا جو مسلمانوں
کی عملداری میں بھی کسب قدر باقی اور مستحکم تھا۔ یہ ایک ڈالے کا قلعہ جہاں
لکھیا اور بنارندیان ملی ہیں اسی جگہ پر واقع تھا جس کا کوئی نشان اس وقت
باقی نہیں ہے۔ ڈاکٹر ٹیلر صاحب لکھتے ہیں کہ وہ قلعہ ایک ڈالے سے آٹھ
میل کے فاصل پر برہم پوترندی کی شاخ بنارندی کے پورب واقع تھا جس کا
منور جا بجا نشان باقی ہے۔ انکابیان ہے کہ اس جگہ کا نام اس وقت
دور دور یہ ہے جہاں اب تک قلعہ اور شہر کی علامتیں باقی ہیں، وریہ قلعہ
اور شہر بدھ قوم کے راجاؤں کا تھا جسکی علامتیں پکی اینٹ اور لال مٹی
کی کچی دیواریں منور موجود ہیں اور جا بجا اینٹوں کا ڈھیر بھی ہے اور اسکے
قریب ایک مسجد پتھر کی بنی ہوئی ہے جو شیخ اعلیٰ کی مسجد مشہور ہے اور وہاں
باشندے اس قلعہ کو رانی بھوانی کا قلعہ اور مکان کہتے ہیں جو ۱۲۵۴ ع
میں مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا ۱۲۳۴ ع میں سلطان الیاس شمس الدین شاہ
شاہنشاہ دہلی سپاہیوں کے حملے سے اس قلعے میں پناہ گزین ہوا تھا

اور شہ اسمین سلطان علاء الدین حسین شاہ بھی ہین سکونت گزین تھا۔

اس پر گنہ کا تھا نہ اسوقت مقام کپاسیہ ہے یہ جگہ بھی سابق زمانے سے ایک نامی جگہ مشہور ہے جو بنار ندی کے کنارے واقع ہے یہاں کپاس کی عمدہ روئی پیدا ہوتی تھی جس سے نہایت باریک کپڑے تیار ہوتے تھے اسی سبب سے اس جگہ کا نام کپاسیہ ہوا ہے۔ اس پر گنہ میں ٹوک بھی ایک معروف جگہ ہے جہاں سوسوپال کی راجدھانی تھی ہنوز اس کے قلعہ اور مکان کی غلاتین باقی ہیں جو اسوقت بالکل جنگل سے گھرا ہوا ہے۔

کپاسیہ اور
دھرم پور

ٹوک

بھار اور دھرمائی یہ دونوں مشہور بستیاں اور اس ضلع کے اتر حصے میں شہر کی کچھ طرف واقع ہیں۔ بھار بوڑھی گنگا ندی کے اتر واقع ہے اسوقت یہاں بہت سے ساہوکار بسے ہوئے ہیں اور اچھی آبادی ہے سابق زمانے میں یہاں راجہ ہریشچندر کی راجدھانی تھی جو قوم بدھ کا راجہ تھا اسوقت اس جگہ کا نام کاٹی باڑی تھا جو اسوقت بالکل جنگل ہو گیا ہے۔

بھار

دھرمائی بھار کے اتر کچھ طرف پنپا ندی کے کنارے جہاں دہسری ندی ملی ہے واقع ہے یہ ایک مشہور جگہ کپڑے کے کارخانے کی ہے جہاں ڈھاکہ کے نامی تنزیب و مل وغیرہ باریک کپڑے بنے جاتے ہیں۔ یہاں سابق میں پٹھانوں کی سکونت گاہ تھی جو سلطنت مغلیہ میں ننگالہ وغیرہ

دھرمائی

سے نہر میت پا کر لود و باش اختیار کئے تھے اور قلعہ بندی کر کے اس جگہ کو ایک
 مستحکم ماسن بنائے تھے یہاں کچھ زمانہ پیشتر اُنکے پرانے مکانات اور مسجدیں
 تھیں جن کو گنگ شکست میں بالکل تباہ ہو گئیں۔ مشہور ہے کہ جب اسلام خان
 سنا رگائوں سے نقل دار السلطنت کی نیت سے جگہ تلاش کرتا ہوا
 بیان آیا تو پہلے اسی جگہ شہر بسانا چاہا تھا لیکن زمین کو بہت نشیب
 دیکھ کر ناپسند کیا اور ڈھاکہ کے مین شہر کی بناؤالی اور دار السلطنت قائم
 کی۔ دھرمالی مین ایک گائوں پٹھان ٹولی مشہور ہے جہاں ان پٹھانوں
 کی اولاد منہوڑ بستہ ہیں۔

پرگنہ جہانگیر نگر جہمین شہر ڈھاکہ اور حوالی شہر واقع ہے یہ پرگنہ
 اوسط ضلع یعنی پرگنہ بھوال اور بکرم پور کے درمیان بوڑھی گنگاندی کے
 اوتر اور دکھن دونوں طرف اور دہاسری ندی کے اوتر واقع ہے بیان
 کی زمین بکرم پور کی زمین سے کچھ اونچی ہے۔ سالانہ سیلابی مین دکھن
 بچھم اور پورب حصے مین پانی ہوتا ہے مگر اس قدر نینن جیسا بکرم پور مین
 ہوتا ہے بیان کی پیداواری بھی دھان۔ سرسوں۔ تل۔ کسٹم پھول۔
 اور پاٹ وغیرہ ہے۔

پرگنہ نور اللہ پور۔ اس ضلع کے بچھم دکھن جانب
 اور پرگنہ بکرم پور کے بچھم واقع ہے اس پرگنہ کی زمین اور پیداواری

پرگنہ بکرم پور کے مانند ہے اور کھجور کے درخت یہاں کثرت سے ہیں جسکے
 رس سے گڑ تیار ہوتا ہے اور اس گڑ کی دور دور ملکوں میں بڑی قدر ہے
 نہایت صاف اور شیرین ہوتا ہے۔ اس پرگنہ میں بھی سالانہ سیلابی میں
 پانی ہوتا ہے مگر پرگنہ بکرم پور کی طرح نہیں یہ پرگنہ مولوی عبدالعلی خلیف
 مولوی برکت اللہ خان کی زمینداری تھی اسوقت بسبب قی مالگنداری کی نیلام
 میں نواب سلیم اللہ بہادر نے خرید کی ہے اچھی آمدنی کی زمینداری ہے۔
 پرگنہ گونبد پور کی زمین اس ضلع کے اکثر حصوں میں ہے
 اور ہر پرگنہ میں اسکی زمین شامل ہے زیادہ حصہ پرگنہ جہانگیر نگر اور
 بھوال پرگنہ کے متعلق ہے۔ اسکی پیداواری بھی وہی ہے جو ان
 پرگنوں کی ہے اس پرگنہ کو نواب حسن اللہ بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ایٹی
 باقی مالگنداری کے سبب سی نیلام میں خرید کیا تھا۔ جو اسوقت انکے وارثوں
 کے قبضہ تصرف میں ہے۔

پرگنہ گونبد پور

پرگنہ قاسم پور یہ پرگنہ پرگنہ بھوال کے اوپر چھم جانب
 واقع ہے۔ اس پرگنہ کی زمین اور پیداوار بھی مثل پرگنہ بھوال کے
 ہے۔ یہاں بھی گجالی گڑ اور جگل زیادہ ہے اور ایک قسم کنکر کے ٹیلے
 ہیں جو لوہے کی طرح سخت ہوتے ہیں۔ اور شہر کی سڑکوں میں اکثر
 ڈالے جاتے ہیں اس پرگنہ کے مالک قاسم پور کے مہندوز زمیندار اور

پرگنہ قاسم پور

بھی بہت سے لوگ ہیں۔

پرگنہ طالب آباد یہ پرگنہ پرگنہ بھوال کے چھم اور پرگنہ
جانگیر نگر کے اوتر چھم اور دھمرائی کے اوتر سمت واقع ہے اس پرگنہ
کی زمین بھی مثل پرگنہ بھوال اور قاسم پور کے ہے اور پیداواری بھی
اسکی وہی ہے جو ان پرگنوں میں ہے۔ اس پرگنہ میں زیادہ حصہ
زمین جنگل اور جمیل ہے۔

پرگنہ جلال پور اس پرگنہ کا زیادہ تر حصہ ضلع فرید پور اور
اسکا چھم اور اوتر کا حصہ ضلع باقر گنج میں ہے۔ اور کسی قدر حصہ اس ضلع
کے متعلق تھا نہ نواب گنج اور عفر گنج کے شامل ہے سابق میں یہ پرگنہ
ضلع دھاکہ کے متعلق تھا اور ضلع فرید پور اسکا ایک سب ڈویژن (محکمہ)
تھا پیداواری اس پرگنہ کی دھان۔ ناریل۔ کھجور اور گنا ہے۔

پرگنہ شریف پور پرگنہ بھوال کے پورب اور اوتر واقع
ہے اور کچھ حصہ اسکا ضلع مین سنگھ کے شامل ہے۔ پیداواری یہاں
کی کھٹل۔ پاٹ۔ اور دھان وغیرہ ہے۔ اور پرگنہ چاند پرتاب
سلطان پرتاب۔ اور سلیم پرتاب تھا نہ بھار۔ مانگ گنج اور نواب گنج کے
علاقہ میں واقع ہیں۔ پیداواری ان پرگنات کی کھجور۔ ناریل اور دھان
وغیرہ ہے۔

پرگنہ شریف پور
چاند پرتاب
سلطان پرتاب
سلیم پرتاب

تفصیل تھانہ جات

اس ضلع میں پنڈرہ تھانے ہیں اور حصے میں تھانہ روپ گنج اور کپاسیہ ہے پچیس حصے میں تھانہ بھار اور مانگ گنج پچھم دکن حصے میں تھانہ ہیرام پور جعفر گنج اور نواب گنج۔ پورب حصے میں تھانہ نرائن گنج راے پورہ اور منہردی۔ دکن حصے میں تھانہ سری نگر راجہ باڑی اور منشی گنج ہے۔ اور شہر میں صدر تھانہ اور اطراف شہر میں چار طرف تھانہ کرانی گنج کا علاقہ ہے۔ ان تھانوں میں سابق داروغہ کی جگہ ایک سب انسپکٹر اور ایک یا دو ہیڈ کونسل اور چنڈ کونسل رہتے ہیں۔ اور ان تھانوں کے متعلق بہت سے آؤٹ پوسٹ (پھانڑی) ہیں جن میں ایک ہیڈ کونسل اور چنڈ کونسل ہیں۔ علاوہ اسکے ہر گائون میں چوکیدار مقرر ہیں جو گائون کی پنچایت کے ماتحت گائون کی نگاہبانی کرتے ہیں۔ اسوقت گائون کی پنچایت کو گورنمنٹ سے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چوکیداروں کا انتظام کریں۔ اس پنچایت کے ذریعہ سے اسوقت دیہات کے بہت سے معاملے بھی فیصل ہوتے ہیں پنچایت کے ممبر دیہات کے معتبر لوگ ہیں۔

بہرہ دوم

بہرہ دوم ذکر سلطنت ہند و راجگان

تا عہد سلطنت اسلامیہ

اس ضلع کا قدیم حال بخوبی معلوم نہیں ہوتا ہے فقط اس قدر دریافت ہوا ہے کہ سنہ عیسوی کے تئوں برس پیشتر اس ضلع کے دھن جمعے میں کچھ دن راجہ بکراجیت کی تخت گاہ تھی اور اسکے نام سے پرگنہ بکرم پور نامزد ہے مگر راجہ بکراجیت جو آجین کا مشہور راجہ تھا اوسکا بنگالے میں آنا کسی معتبر تواریخ سے ثابت نہیں ہے۔ یہ اور کوئی راجہ بکرم تھا جس نے پال خاندان کے راجگان کے قبل اس ضلع میں سلطنت کی تھی اوسیکے نام سے پرگنہ بکرم پور مشہور ہے اور اسکی راجدھانی امپال میں تھی۔ بعد اوسکے راجگان قوم بدھ کی کہ جن سے پال کی نسل جاری ہوئی ہے بنگالے کی راجہ ہوئے جنکا پھلا راجہ گوپال تھا جسکی سلطنت کا زمانہ ۷۵۰ء تھا۔ بعد اوسکے اوسکا بیٹا دھرم پال اوسکا جانشین ہوا۔ اوسکی حکومت کا زمانہ ۷۵۰ء تھا۔ بعد ازاں اوسکا بھائی واک پال کا بیٹا دیو پال تخت نشین ہوا۔ اوسکی سلطنت کا زمانہ ۷۵۰ء تھا۔ بعد انتقال دیو پال کے اوسکے بھائی جے پال کالرگا و گیا۔ پال سریرا سے سلطنت ہوا

اوسکی حکومت کا زمانہ ۱۵۹۷ء تھا۔ دیگر پال نے مہیپا قوم کی لڑکی بچہ کے
 ساتھ شادی کی تھی اوسکے بطن سے ایک لڑکا زاین پال نام پیدا ہوا تھا
 جو اوسکی سلطنت کا مالک ہوا اوسکی سلطنت کا زمانہ ۱۶۳۰ء تھا۔ یہ شخص
 بڑا عالی رتبہ اور قابل تحسین راجہ تھا۔ اور اسے بہت شفا خانہ اور ساکین کے
 رہنے کے واسطے مکانات اور اونکی پرورش کے لیے سامان کیا تھا۔
 اس خاندان کے تین راجگان کی تخت گاہ اس ضلع میں بوڑھی گنگا اور
 دہلیری ندیوں کے اتر سمت کو تھی اور نشان اونکی دار السلطنت کے
 اب تک موجود ہیں۔ چنانچہ جس پال کی تخت گاہ مقام مادھب پور پر گنہ
 طالب آباد میں تھی ہر چند رپال کی تخت گاہ مقام کاٹی باڑی میں جو
 نزدیک بھار کے ہے اور سیو پال کی سیر گاہ مقام کپاسیہ پر گنہ
 بھوال میں تھی۔ ڈاکٹر راجندر لال لکھتے ہیں کہ پال خاندان کے تاریخی
 بیان کی دلیل ایک تاج کے پتر پر ہے جو ۱۵۷۷ء میں مونگیر کے کسی سابق
 ویرانہ مکان میں ملا تھا۔ جسکی تحریر کو سر چارلس ویلکنس نے ترجمہ کر کے
 شائع کیا تھا۔ اس پتر میں پہلا نام گو پال ہے جو ایک بڑا عابد راجہ
 تھا۔ اگرچہ اوسکا مذہب بیان نہیں کیا گیا مگر حقیقت میں وہ بدھ دھرم
 کا پابند تھا۔ اوسکا بیٹا دھرم پال کوہ ہمالیہ کے اطراف میں غارت گری کی
 حالت میں مر گیا اوسکی بی بی کینا دیوی کے بطن سے دیو پال پیدا ہوا

جو اوسکا جانشین تھا۔ اس پتر کے ملنے کے کچھ دنوں بعد دنیا ج پور کے
 یوول مندر میں ایک پتھر ملا جسکو کسی پال راجہ کے وزیر نے کھودا کر لگایا
 تھا اس پتھر کی تحریر کو بھی پہلے سر چارلس فیلکنس صاحب نے ترجمہ کیا
 تھا۔ بعد ازاں بابو پرتاب چند گھوسال نے صحیح ترجمہ کر کے شائع کیا
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر زاین پال کے وزیر نے کھودا یا تھا
 یہ راجگان بدھ مذہب رکھتے تھے۔ مگر ان کے وزرا اور امرا اکثر ہندو تھے
 ان راجوں کی جاے حکومت اکثر بھاگرتی ندی کے کچھیم تھی جہاں تک
 کہ صوبہ بہار کی سرحد ہے۔ اور کل سلطنت مگدھ کی بھی اُسے قبضے میں
 آگئی تھی جسکا اوتر سیوانہ۔ ترمپت۔ مالہ۔ راج شاہی۔ دنیا ج پور اور نگ پور
 تھا۔ ہر چند کہ راجگان پال خاندان کی سلطنت کے زوال کا حال حقا
 دریافت نہیں ہوتا ہے مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب اس ملک کے
 لوگ بدھ دھرم سے متنفر ہو کر ہندو دھرم کی طرف جو قدیم دھرم اس
 ملک کا تھا۔ راغب ہوئے۔ اور راجگان قوم سینہ کی جانب جو ہندو
 تھے رجوع لائے سین خاندان کی ثروت بڑھتی گئی۔ اور ملک
 قبضے میں آتا گیا۔

راجگان سین خاندان

راجگان سین خاندان نے پال قوم کے راجگان کو مغلوب کر کے
 انکی سلطنت پر قبضہ کیا۔ ڈاکٹر راجندر لال بیان کرتے ہیں کہ
 جیسا پال خاندان کے راجوں کے وقت کا نوشتہ تانبے کا پتہ پایا گیا
 ویسا ہی سین خاندان کے راجگان کے وقت کے کئی پتھر پائے گئے۔
 جس میں اس خاندان کے راجوں کا حال کندہ ہے۔

خاندان سین کا گرسی نامہ

- ۱ ویرا سین بابر سین بعد سلطنت ۸۶ء
 - ۲ سومنت سین ابن ویرا سین ایضاً ۶۷ء
 - ۳ مہنیت سین ابن سومنت سین ایضاً ۷۲ء
 - ۴ ونجے سین عرف سکھ سین ابن مہنیت سین .. ایضاً ۷۶ء
 - ۵ بلال سین ابن ونجے سین - ایضاً ۷۶ء
 - ۶ لکھن سین ابن بلال سین - ایضاً ۸۰ء
 - ۷ مادھو سین ابن لکھن سین - ایضاً ۸۳ء
 - ۸ کیسب سین ابن بلال سین ایضاً ۸۹ء
- برادر مادھو سین -
- ۹ اسوکا سین عرف لکھن سین لکھن سین ایضاً ۹۵ء

تاریخ بنگالے میں مذکور ہے کہ آدیسور اس خاندان کا پہلا راجہ تھا مگر کرسی نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ویرایا بیرسین بانی اس خاندان کا ہے اور وہ دکنی یعنی دکن کا باشندہ تھا اور اسی نے پہلے بنگالے میں سلطنت کی۔ ڈاکٹر راجندر لال کا بیان ہے کہ آدیسور وہی شخص ہے۔ جسکو ویرایا بیرسین کہتے ہیں۔ آدیسور ترجمہ ہے ویرایا بیرسیر کا بیر اور سور کے ایک ہی معنی ہیں اور آدمی بمعنی سابق بیر (پہلا بھلوان) خاندان سین کے راجگان بنگالہ قوم کے حکمرانی اور سوسین کی نسل سے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آدیسور راجگان دومان سینہ کا پہلا راجہ تھا۔ اور اسکی تخت گاہ بوڑھی گنگاندی کے دکن سمت تھی اور سنہ عیسوی میں تخت نشین ہوا تھا اور ہندو دھرم کے ضوابط کی تعلیم کے واسطے جو اس ملک میں بہ سبب تسلط بدھ دھرم کے بالکل منقرض ہو گئے تھے۔ اس نے پانچ شخص برہمن قنوج سے بلوا کر بنگالے میں ہندو دھرم کو مروج کیا۔ اور ان برہمنوں کے ہمراہ انہی آدمی زن و مرد آئے تھے بعد آدیسور کے جب راجہ بلال سین جو پانچوان راجہ اس خاندان کا تھا سلطنت کا مالک ہوا اس نے تمام رعایا کو تین فرقوں میں تقسیم کیا۔ اور ہر فرقہ کو ایک ایک حرفہ اور لقب بخشا۔ ہر فرقہ

کو درجہ اول در کالیتھون کو جو ان برہمنوں کی خدمت گاری میں قنوج سے آئے تھے۔ درجہ دوم دیا جو ہنوز ان قوموں میں قائم ہے اور باقی لوگوں کا اس ملک کے سدر نام رکھا اور انہیں الگ الگ فرقے مقرر کئے۔ اور ہر فرقے کو اسلئے الگ الگ پیشہ مقرر کیا جو آج تک چلا آتا ہے۔ اور ہر فرقہ اپنے پیشہ سے نامزد ہے۔ ڈاکٹر وایز اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں کہ بکرم پور کے چھتیس گاؤں میں ان پانچ برہمنوں کی اولاد بسی ہوئی ہے جنکو آدلیسور نے قنوج سے بلایا تھا ان برہمنوں میں چند فرقے ہیں سب سے اعلیٰ چٹوہدھیہ۔ گنگوہدھیہ اور موکھا پدھیہ ہیں۔ انکو چٹرجی۔ گنگوہی۔ اور موکھرجی بھی کہتے ہیں یہ لوگ کولین ہیں۔ انکی اصل قومیت ہنوز باقی ہے اور فرقوں میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے وہ کولین نہیں رہے۔ کالیتھون میں بھی گھوس۔ بوس۔ گوبا۔ اور رتہ کولین ہیں۔

آدلیسور کا بیٹا سامنت سین۔ سامنت سین کا بیٹا سمہنت سین۔ سمہنت سین کا بیٹا ونجے سین ونبجے سین کا بیٹا بلال سین جو سنہ ۱۸۰۰ء میں تخت نشین ہوا تھا وہ قوم سینہ کے راجگان میں بڑا نامور راجہ تھا اور پرگنہ بکرم پور میں رہتا تھا جہاں اس کے مکان کا ہنوز نشان پایا جاتا ہے اوس نے چالیس برس سلطنت کی اوسکی اولاد نے

تاج محل سلطنت اسلامیہ بنگالے میں راج کیا ان راجوں کا مذہب ہندو تھا
 بعد بلال سین کے سترہ عین او سکریٹے لکھن سین نے اپنے
 باپ کی جگہ پر سریراے سلطنت بنگالہ ہو کر دار السلطنت بکرم پور
 سے گوڑہ میں منتقل کی وہ سرزمین اس وقت ضلع ہو گلی کے متعلق
 ہے اور اس شہر کو نہایت رونق بخشی۔ اور بڑے بڑے مکانون
 سے آراستہ کر کے نام او سکریٹے رکھا۔ او سکے بعد مادھو سین تخت
 نشین ہوا بعد مادھو سین کیسب سین اور بعد کیسب سین کے اسوکا یا
 سو سین عرف لکھنیا مالک سلطنت کا ہوا اور یہی اخیر راجہ اس خاندان کا
 تھا جس کے ہاتھ سے ملک بنگالہ قبضے میں سلاطین اسلام کے آیا۔
 منہاج الدین جو زانی طبقات ناصری میں لکھتے ہیں کہ جب
 رائے لکھنیا کے باپ کیسب سین نے انتقال کیا۔ لکھنیا اپنی مان کے
 شکم میں تھا۔ ارکان دولت نے تاج شاہی او سکی مان کے شکم پر
 رکھا اور سب نے او سکی اطاعت قبول کی جب او سکی ولادت کا وقت
 آیا اور اشار وضع حمل کے ظاہر ہوئے۔ منجمون اور برہمنوں کو جمع کیا۔

۱۔ راج شاہی کے پتھر اور باقر گنج کے تانبے کے پتھر میں لکھا ہے کہ یہ راجگان شیونتری
 تھے اور شیو کی پرستش کرتے تھے۔ ناراین گجی کے پتھر میں لکھا ہے کہ وہ شیو
 ناراین کی پرستش کرتے تھے۔

کہ ساعت دیکھین اور طالع آزمائیں۔ سب نے اتفاق بیان کیا۔ کہ
 اس لڑکے کا اس وقت تولد ہونا نہایت مستحسن ہے وہ بادشاہی نہیں
 کر سکے گا اگر اسکے دو ساعت بعد تولد ہو تو نہایت وقت نیک اور
 ساعت مسعود ہے اتنی سال سلطنت کر گنجاب اوسکی مان نے منجھون
 کی یہ بات سنی حکم دیا کہ اوسکے دونوں پانوں باندھ کر نگون سار لٹکا دیں
 اور منجھون کو بٹھائیں تاکہ وقت دیکھتے رہیں۔ چنانچہ ویسا ہی عمل میں
 آیا جب ساعت نیک آئی اوسکو نیچے اوتارا اوس وقت لکھمیہ
 تولد ہوا مگر اوسکی مان زمین پر اترتے ہی اوس سختی کے تحمل سے
 جو اوس پر گذری تھی مر گئی لکھمیہ کو سب نے تخت پر رکھا اور اوس
 نے اتنی برس سلطنت کی اکثر تواریخ اور بلاک میں صاحب اور
 ڈاکٹر راجندر لال متر کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ بختیار خلیجی نے
 جو سپہ سالار سلطان قطب الدین کا تھا ^{۱۲۰۳}ء میں ملک بنگالہ
 لکھمیہ کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور وہ کام روپ کی طرف بھاگ گیا

بہرہ سیوم ذکر سلطنت اسلامیہ ہر حکومت افغانہ

^{۱۲۰۳}ء میں بعد حکومت سلطان قطب الدین کے جو سپہ سالار سلطان
 شہاب الدین غوری کا تھا اور بعد مرگ اپنے مالک کے اپنے کو مملکت

ہنر کا بادشاہ بالاستقلال قرار دیا تھا ملک بنگالہ مسلمانوں کے تابع سلطنت
ہوا اور پورب بنگالے کے واسطے چند قاضی مقرر ہوئے ان میں سے
ایک قاضی بکرم پور میں اور دوسرا سنارگانوں میں جو اس وقت اس سلطنت
پورب بنگالے کا تھا دارالقضا مقرر کر کے حکمرانی اور قضاے حاجات
رعایا کی کرتے تھے۔

۱۲۸۶ء میں بعد سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن شاہ کے
کشور بنگالہ کے واسطے نوابی کا عہدہ مقرر ہوا اور پہلا نواب بنگالے کا
سلطان الدین طغرل نامور ہوا۔ جسکی سکونت گاہ بکرم پور میں تھی اور
۱۲۹۶ء میں ضلع پتہرہ پر تاخت کر کے وہاں سے بہت سامان
و متاع نقد و جنس اور سیکارون ہاتھی لوٹکر لایا آخر کو شاہ بلبن سے
کہ جسکا وہ غلام تھا۔ باغی ہو کر سنارگانوں میں بھاگا۔ اور یہاں سے
نہر میت پاکر اڑیسہ کی طرف چلا گیا۔ وہاں بلبن شاہ کے سپہ سالار محمد شاہ
کے ہاتھ سے مارا گیا۔

سلطان الدین طغرل

ناصر الدین بغراخان

۱۲۸۶ء میں سلطان ناصر الدین بغراخان خلف سلطان
غیاث الدین بلبن شاہ سریرارے سلطنت بنگالہ کو ہوا اس نے
آٹھ برس حکمرانی کی اور سنارگانوں میں دارالحکومت قائم رکھی ۱۲۹۹ء
میں بعد سلطنت سلطان علاء الدین ماضی کے بہادر خان سنارگانوں

بہادر خان

کا نواب مقرر ہوا اور ۳۲ء تک حکومت پر قائم رہا آخر ظالم اور بد عمل
 نکلا جب اسکے ظلم اور بد عملی کی خبر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ
 کو (جو کہ اندون تخت نشین دہلی کا تھا) پہنچی اس نے ایک دستہ
 فوج لیکر تاخت کی اور بہادر خان کو گرفتار کر کے دہلی لے گیا۔ اور طاهر کو
 اسکی جگہ مقرر کر کے بہرام خان خطاب دیا اس نے چودہ برس نوابی کی
 اسکے انتقال کے بعد ۳۳ء میں اسکے سلاح بردار فخر الدین نے اپنے
 سلطان سکندر کو مالک سلطنت کا کیا اور اپنا نام سلطان سکندر مشہور کر کے سکھ اور خطبہ
 اپنے نام کا جاری کیا۔ اور بطع حصول ایالت سارے بنگالے کی
 شہرستان گوڑ پر جو دار السلطنت پچھم بنگالے کا تھا۔ تاخت کیا اور
 وہاں شکست پا کر مارا گیا اس نے صرف اڑھائی برس سلطنت کی
 اوسکے مارے جانے کے بعد مبارک شاہ نامی ایک شخص اوسکا جانشین
 ہوا۔ اور سترہ مہینے کے بعد وہ بھی سلطان شمس الدین کے ہاتھ سے
 مارا گیا اور سلطان شمس الدین سارے بنگالے کا مالک ہوا۔

بہرام خان

سلطان سکندر

مبارک شاہ

سلطان شمس الدین

مشہور ہے کہ سلطان شمس الدین پہلا شخص ہے کہ جس نے بنگالے میں بالائے
 اور بہ استحکام تمام فرمان روائی کی اور بہت سا لشکر جہاز خیر گزار لیکر والی تہرہ
 پر تاخت کی اور وہاں سے مال و متاع اور ہاتھی لوٹ کر لایا اور بعد چند سال
 سناگانو سے پٹوہ مین جو قریب شہرستان گوڑ کے ہے جا کر اپنا دار السلطنت بنایا۔

اور وہاں دس برس تک اقامت گزین ہو کر والی بہار کے ساتھ ایک جنگ
عظیم برپا کی۔ والی بہار چونکہ تابع فرمان سلطان دہلی کا تھا شہنشاہ سے امانت
چاہی اور وقت فیروز ابن رجب سالار اور نگ نشین دہلی کا تھا وہ والی بہار
کی کمک کو بہت سی فوج لیکر خود بہار میں پہونچا اور وہاں سے پنڈ وہ تک
آیا اور اس مقام کو قبضہ تصرف میں لایا۔ سلطان شمس الدین نے لاچار ہو کر
وہاں سے گریز کر کے مقام اڈالا میں جو قریب سنار گاؤں کے پرگنہ
بھوال میں ہے آکر مستحفظ ہوا مگر چند کہ افواج فیروز شاہ تعقب کرتی ہوئی
سیان تک بھی پہونچی مگر کامیاب نہیں ہو سکی کیونکہ وہ قلعہ بہت مستحکم اور
مضبوط تھا اور زمانہ بارش کا بھی پہونچ گیا تھا اسلئے لاچار فیروز شاہ نے
صلح کی اور باشتی کچھ پیشکش اور تحائف لیکر دہلی کو مراجعت فرمائی جب
فیما بین ممالک محروسہ شاہ دہلی اور کشور بنگالہ کے حدود متعینہ قرار پائے
اور شمس الدین بلا تشویش و تردد مستقل بادشاہ ہو کر حکمرانی کرتا رہا۔ اسے
سولہ برس باکامرانی زندگانی کی۔ بعد وفات سلطان شمس الدین کے
اوسکا بیٹا سلطان سکندر ۳۵۷ھ میں اوسکا جانشین ہوا۔

سلطان سکندر

جب بخر رحلت سلطان شمس الدین کی فیروز شاہ کو پہونچی
اوس نے پھر لشکر جہاز لیکر بنگالے پر تاخت کی لیکن کامیاب نہیں
ہو سکا۔ کیونکہ سلطان سکندر نے بدستور اپنے پدر بزرگوار اوسی حصار

استوار میں اگلا کے پناہ لی افواج فیروز شاہ نے ہر خپر کہ اوس قلعہ کو
محاصرہ کیا مگر موسم برسات کے آنے اور باد و باران کے شروع ہونے
سے تنگ آکر فیروز شاہ نے پھر صلح کی اور چند زنجیر قبل نذر لیکر دہلی کو
روانہ ہوا۔ اور پھر کبھی اس طرف کا غزم نہیں کیا۔

غیاث الدین ثانی

سکندر شاہ کا بیٹا غیاث الدین ثانی نے جو اپنے باپ

کو قتل کر کے تخت نشین ہو گیا۔ بڑی ناموری کے ساتھ سلطنت
کی باپ کو مارنے کی وجہ یہ ہوئی کہ سکندر شاہ کی دو بیٹیاں تھیں ایک
کی طرف سے غیاث الدین اور دوسری سے شترہ لڑ کے تھے غیاث الدین
کو معلوم ہوا کہ اوسکی علاقہ مان اوسکے ہلاک کرنے کے درپے ہے اسلئے
بھاگ کر کسی طرف چلا گیا اور وہاں جا کر فوج مہیا کرنے لگا۔ سکندر شاہ
اوسکی دوسری بی بی کے اشتعال سے جو غیاث الدین کی دشمن جانی
تھی سپاہ لیکر بیٹے کو ہلاک کرنے گیا۔ اور دونوں لشکروں میں لڑائی
ہوئی۔ آخر باپ مارا گیا۔ یہی غیاث الدین شاہ ہے کہ جس نے حضرت
خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی علیہ رحمۃ کو دعوت قدم رنجہ اپنے
بارگاہ میں کی تھی لیکن خواجہ حافظ نے چونکہ اوسوقت نہایت ضعیف
اور کبیر سن ہو گئے تھے۔ اوسکی دعوت قبول نہیں کی صرف ایک غول
لکھ کر بھیجی۔ جسکا ایک شعر اور مقطع یہ ہے شکر شکن شوند طوطیاں مہند

این قندپاری کہ بہ ننگالہ میرود و بحفاظت شوق مجلس سلطان غیاث الدین بہ
خامش مشو کہ کار تو از نالہ میرود۔

۳۳۰ء میں سلطان غیاث الدین نے اس دارفانی
سے رحلت کی اوسکے وفات کے بعد اوسکا بیٹا سلطان السلاطین
اور اوسکے بعد اوسکا بیٹا سلطان شمس الدین ثانی سریر آراے سلطنت
ننگالہ ہوا کہتے ہیں کہ اسی زمانے میں ایک شخص منہد و نزا و بنام راجہ
گنیش مالک اس ملک کا ہوا اور ہدایت ازلی کے سبب آخر کو مسلمان
ہو گیا بعد گنیش کے اوسکا بیٹا چیت مل ملقب بہ سلطان جلال الدین
تخت نشین ننگالہ کا ہوا۔

اس عہد میں شہرستان گور پھر دارالریاست ننگالہ کا ہوا
اوسنے بہ نسبت سابق کے اوس شہر کو زیادہ رونق دی اور بہت سے
مکانات اور مساجد تعمیر کروائیں۔ اوسکے بعد اوسکا بیٹا احمد شاہ سریر آرا
ہوا۔ اسی عہد میں امیر تمور گورگان ہندوستان میں آیا تھا۔ مگر ایک
سال سے زیادہ نہیں رہا۔ بعد مراجعت امیر تمور کے ہندوستان
میں بہت سے فتور واقع ہوئے۔ اور ملک چھوٹے چھوٹے صوبجات
میں تقسیم ہو گیا۔ اور ننگالہ میں حبشیوں کی سلطنت ہوئی جسکا اخیر بادشاہ
شدی بدیع مظفر شاہ جو نہایت سفاک بیباک ستمگار اور مردم آزار

سلطان السلاطین

شمس الدین ثانی

راجہ گنیش

سلطان جلال الدین

احمد شاہ

شدی بدیع

تھا بعد ازاں سادات کی سلطنت ہوئی جسکا پہلا بادشاہ سید حسین شریف
 مکی ہوا جو وزیر مظفر شاہ حبشی کا تھا اور بعد انتقال مظفر شاہ کے سپاہ
 اور رعایا نے اُسے بادشاہ بنایا تھا مشہور نام اوسکا سلطان علاء الدین
 ہوا۔ اوس نے بڑی قوت اور شوکت کے ساتھ بنگالے میں سلطنت

سلطان علاء الدین

کی بعد اُسکے اُسکا بیٹا نصرت شاہ تخت نشین ہوا۔ اسی زمانہ یعنی

نصرت شاہ

۱۵۲۶ء میں ظہیر الدین محمد بابر شاہ نے کابل کی طرف سے ہندوستان
 میں آکر سلطنت دہلی کو سخر کیا اور بابر سلطنت مغلیہ کی ہوئی اُسوقت

سلطان محمود دودی تخت نشین دہلی کا تھا جب وہ آوارہ ہو کر بابر

کی طرف سے بنگالے میں آیا۔ نصرت شاہ والی بنگالہ نے اُسکی

تائید اور سب طرح خاطر داری اور مہمان نوازی کی اس خبر کے سنتے

ہی بابر شاہ نے بنگالے کی طرف لشکر کشی کی اور نصرت شاہ پر حملہ

کیا۔ نصرت شاہ نے دور اندیشی کی راہ سے امان خواہ ہو کر فرمان بڑی

بابر شاہ کی قبول کی بابر شاہ نے بھی اوسکی رعایت کی اور اوس کا

اوس کو بختا۔

محمود شاہ

بعد نصرت شاہ کے اُسکا بیٹا محمود شاہ تخت پر بیٹھا

وہ زمانہ استیلا میں شیر خان کے مغلوب ہوا اور اسم و رسم

سلطنت کا اس خاندان سے جاتا رہا۔ اور چھانو کی مملداری ہوئی۔

بہرہ چارم

بہرہ چارم ذکر سلطنت افغانیہ تاعہد حکومت مغلیہ

شیر خان کہ اصل نام اوسکا فرید خان تھا۔ قوم افغان اور نسل سے
ابراہیم خان کے تھا۔ سلطان بہلول لودی کے وقت میں اوسکو
بڑی سرفرازی حاصل تھی اور وہ ایک مدت دراز تک بابر شاہ
کی خدمت میں بھی تھا۔

ہمایون شاہ خلف بابر شاہ کے وقت میں باغی ہو کر بہار
کی طرف آیا۔ اور اس خطے کو اپنے قبضہ تصرف میں لایا بعد ازاں
بنگلے پر تاخت کر کے اس پر قبضہ کیا۔ آخر کو شاہ دہلی یعنی ہمایون شاہ
سے صف آرا ہو کر غالب آیا اور تخت شاہی پر جلوس کر کے شیر شاہ
ملقب ہوا شیر شاہ کی یادگار من سے بہت سی تعمیرات اب تک ہند اور
بنگلے میں موجود ہیں اور شیر شاہ کی بنائی ہوئی سڑک جو دہلی
سے آسام تک گئی ہے هنوز قائم ہے۔

۳۵ھ میں شیر شاہ کی وفات ہوئی بعد شیر شاہ کے
اوسکے بیٹے سلیم شاہ نے اپنے کسی خویش محمد خان سور کو ایالت
بنگلے کی تفویض کی اسنے تازمان حیات سلیم شاہ اوسکی اطاعت

محمد خان

بجالاتی۔ بعد سلیم شاہ کے سرکشی پر کمر باندھی اور خود مستقل بادشاہ بن گئی
کا ہوا۔

بادشاہ

۵۵۵ھ میں محمد خان بہادر شہنشاہ دہلی (اکبر بادشاہ) کے ہاتھ
سے مارا گیا۔ اس کا بیٹا قائم مقام اپنے باپ کی سلطنت کا ہوا۔ اور پانچ
سال استقلال کے ساتھ سلطنت رانی کر کے ۵۶۶ھ میں انتقال کیا
بعد اُسکے اُس کا بھائی سلطنت کا مالک ہو کر بعد تین برس کے اُس نے بھی
اس دار فانی سے رحلت کی اُس کا بیٹا کہ نہایت نوجوان تھا جانشین
اپنے باپ کا ہوا اور وہ بھی بعد چند روز کے ملک عدم کا راہی ہوا۔

سلیمان کرمانی

۵۶۶ھ میں سلیمان کرمانی کہ قوم افغان سے تھا میر برآری سلطنت
بنگالہ ہوا۔ اور خرد و ہوشیاری کی راہ سے گونا گون تحالیف اور بیچی
شہنشاہ دہلی ابوالفتح جلال الدین اکبر شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اور
ہمیشہ مراتب خلوص و اطاعت کے بجالایا۔ اس ذریعہ سے کشور بنگالہ
کو تاخت و تاراج سے افواج شہنشاہ کے محفوظ رکھا اور اسی زمانے
میں کالا پٹاڑ سپہ سالار سلیمان کرمانی کا کہ وہ نسل سے برہمن کے
تھا اڑیسہ پر تاخت کر کے جگناتھ کو جلایا اور بہت سے بُت بنگالہ اور
اڑیسہ کے اُسکے ہاتھ سے مہندم ہوئے اور ہزاروں برہمن ذمی و قمار
کو ذلیل و خوار کیا چنانچہ اب تک بنگالے کے اکثر شہر اور دیہاتوں میں

کالا پٹاڑ

بہت سے بہت بنی شکستہ پڑے نظر آتے ہیں۔ یہ سب کالا پھاڑ کے تغلب
 کی نشانیان ہیں بعد سلیمان کرمانی کے اور کا بیٹا دا اور خان تخت نشین
 بنگالے کا ہوا اُس نے اپنی مکنیت وجاہ خزاہن و سپاہ کے غرور میں
 اطاعت سے شہنشاہ دہلی کی سر پھیر کر خیرہ سری شروع کی آخر ذلیل
 و خوار ہو کر آمان چاہی اور اطاعت قبول کی اور عہد نامہ لکھ دیا شہنشاہ
 دہلی اکبر بادشاہ نے درخواست منظور کی اور اڑیسہ کی ریاست اُسے
 مرحمت فرمائی اور منعم خان کو جو سپہ سالار اکبر شاہ کا تھا حسب درخواست
 اوسکی بنگالہ کا حاکم مقرر کیا اُسے بنگالے میں آکر شہرستان گوڑ میں
 اقامت اختیار کی۔

اسی زمانہ یعنی سن ۱۵۷۵ء میں قضاے ایزدی سے بنگالے میں
 و بائے ہولناک دث ہوئی۔ اور ہر روز ہزاروں زندگان خدا جان بحق
 تسلیم ہونے لگے۔ بیان تک لوگ مرتے تھے کہ دفن کرنے یا جلانے
 کو آدمی نہیں ملتا تھا۔ جب قدر لوگ کہ زندہ تھے خوف سے مردوں
 کے پاس نہیں آتے تھے۔ آخر یہ نوبت ہوئی کہ لاشیں دریا میں الی
 گئیں۔ اس ایام میں حاکم بنگالہ منعم خان بھی مع لواحقین رخت حیات
 باندھ کر ملک عدم کو سدھارا۔ غرض تھوڑے دنوں میں شہرستان گوڑ
 جو دو ہزار برس سے آباد اور انواع رعوت پر معمور تھا ویران ہو گیا۔

جب خبر مرگ منعم خان کی داؤد خان کو پہنچی اُسے پھر کشتی شروع کی اور اپنے عہد نامے سے گذر کر بد عہدی کی راہ سے پچاس ہزار فوج لیکر افواج مغلیہ کے مقابل ہوا اور اکثر کوشاکست دیکر بنگالے سے نکال دیا۔ اور مقام راج محل کو اپنا مخیم جاہ و جلال کیا۔ افواج مغلیہ نے پھر اپنے کو درست اور ہر طرف سے عساکر فخر پیکیز جمع کر کے راج محل کو محاصرہ کیا۔ اور افواج افغانہ کوشاکست دیکر داؤد خان کو گرفتار اور اُس کے رکتین سے جدا کر کے شاہ اکبر کے حضور میں بھیجا۔ سرداران قوم افغان کے تعمیر کئے ہوئے بہت سے مکانات اور مساجد اس ضلع کے متعلق مقام کپاسیہ اور سبھار میں یقین جو اس وقت منہدم ہو گئی ہیں۔

بہرہ پنجم ذکر سلطنت مغلیہ

تا عہد حکومت سلطان محمد شجاع

بعد قتل داؤد خان کے ریاست بالاستقلال بنگالے کی افغانوں کے ہاتھ سے ایکبارگی جاتی رہی اور یہ ریاست بنگالہ اور بہار سلطنت مغلیہ

۱۷۰۰ ایک شاعر نے داؤد کے شکست کی تیاریج لکھ کر اکبر کے حضور میں پیش کی تھی۔ چوں کہ سلیمان زداورفت

راجہ تودرمل

راجہ مان سنگھ

کے تابع ہوئی اور راجہ تودرمل حاکم بنگالہ ہوا۔ اُس نے انتظام خراج وغیرہ امور مالی کا کر کے طومار جمیع اراضی جاگیر و خالصہ کا درست کیا اور صرف ایک صوبہ بنگالے میں ایک سو سات لاکھ روپیہ تحصیل سالانہ مقرر کیا بعد ازاں ۱۷۹۷ء میں خاقان اکبر نے راجہ مان سنگھ کو صوبہ دار بنگالہ اور بہار کا مقرر کر کے بھیجا یہ وہی مان سنگھ ہے جسکی بہن کو جہانگیر شاہ اپنے عقد نکاح میں لایا تھا۔

راجہ مان سنگھ منشی صوبہ داری بنگالہ اور بہار ہو کر افغانان اٹریسہ پر تاخت کر کے انکو مطیع و منقاد سلطنت مغلیہ کا کیا اور وہاں سے بافتح و ظفر مراجعت کر کے راج محل کو دار السلطنت بنگالے کا مقرر کیا اور اوسکی آبادی اور آراستگی میں متوجہ ہوا۔

راجہ مان سنگھ کے عہد صوبہ داری میں افغانان اٹریسہ نے دوبار بنگالے پر تاخت کیا مگر ناکام پھرے راجہ مان سنگھ نے مدت پندرہ سال تک نہایت عدل و رافعت اور شان و شوکت کے ساتھ صوبہ داری کی اور ۱۸۰۷ء میں اس عہدے سے استعفا دیا۔ اُس کے دوسرے سال یعنی ۱۸۰۸ء میں شہنشاہ کیوان جاہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ تخت گاہ حیات سے اتر کر اپنے کشور جان کو ہاتھ میں قمران مہات کے سوپا اور شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر شاہ نے اورنگ سلطنت

جہانگیر شاہ

دہلی پر جلوس فرمایا۔

مان سنگھ
بارشانی

اس عہد میں راجہ مان سنگھ کی بڑی قدر و منزلت تھی اور
ثانیاً صوبہ داری پر بنگالہ کے مامور ہو کر بڑی حشمت و شوکت کے
ساتھ بنگالے میں آیا اور بعد چند روز کے پھر دربار شاہی میں واپس گیا
اور قطب الدین عہدہ ایالت بنگالہ پر سرفراز ہوا۔ قطب الدین کو صوبہ
بنگالہ میں بھیجنے سے غرض یہ تھی کہ شیرانگن خان شوہر مہر النساء عرف
نور جہان بیگم کا تھا اور اُن دنوں شہر بردوان میں رہتا تھا۔
اوسکا کام تمام کر کے کیونکہ جہانگیر جو عاشق مہر النساء کا تھا۔ اپنا مقصد دہلی پورا کرنے کا
ایما کیا۔ قطب الدین نے بنگالے میں آکر وجود شیرانگن خان کا منہدم کر کے
جہانگیر کے دلکوشا د کیا اور مہر النساء از دواج شاہی میں مشرف ہو کر محل
اور بعدہ نور جہان بیگم ملقب ہوئی۔

قطب الدین

نور جہان بیگم

بعد قطب الدین کے سن ۱۶ء میں شیخ علاء الدین اسلام خان
نظامت بنگالہ پر ممتاز ہوا اور بنگالے میں آکر شہر ڈھاکہ کی بنیاد ڈالی اور
وفاتر نظامت اور سارا اسباب ریاست راج محل سے ڈھاکہ کے
میں لایا اور اسکو دار السلطنت بنگالے کا بنایا۔ کہتے ہیں کہ جبوقت
اسلام خان دارالریاست کے قابل زمین تلاش کرتا ہوا ڈھاکہ تک
پہنچا تو یہ سرزمین بالکل سرخ مٹی کی نظر آئی جو نہایت اونچی اور

اسلام خان

مستحکم معلوم ہوئی اُسے اس زمین کو پسند کیا اور نشان گاڑ کر احاطہ شہر کا قایم کر کے نام اسکا جہانگیر نگر رکھا اور خود خیمہ نصب کر کے قیام کیا چند روز میں تعمیرات کا سامان ہو گیا اور کاروبار ریاست کے ہونے لگے۔ ہر طرف سے لوگ آکر بسنے لگے۔ اور شہر آباد ہو گیا۔

دہلی
ڈھاکہ

وجہ تسمیہ شہر ڈھاکہ کی متقدمین دو طرح پر بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ جسوقت اسلام خان شہر بنانے کی نیت سے اس سرزمین پر پہونچا دیکھا کہ دریا کنارے کسان لوگ کچھ کام کر رہے ہیں اُسے پوچھا کہ اس زمین کا نام کیا ہے کسان لوگ اسوقت ڈھاک کا جنگل کہ یہ ایک قسم کا جنگلی درخت ہے کاٹ رہے تھے سمجھے کہ شاید اس درخت کا نام پوچھتا ہے کہا کہ ڈھاک کا۔ اسلام خان نے تصور کیا کہ اس سرزمین کا نام ڈھاکہ ہے۔ پس اُسے یہی نام لکھ لیا اور بعد ازاں یہ سرزمین اُسی نام سے مشہور ہوئی۔ دوسری یہ کہ جسوقت اسلام خان اس سرزمین پر آیا اور اُسکو شہر بنانے کے قابل تصور کیا خود کشتی سے چند لوگوں کو لیکر اُترا اسوقت دریا کنارے چند ہنود پوجا کر رہے تھے اور ڈھاک بجاتے تھے۔ اسلام خان احاطہ شہر قایم کرنے کے واسطے آدمی بھیج کر اُس

۱۔ دارالریاست دنگا لہنار گاؤں سے منتقل ہو کر گوراج محل میں جانے کی وجہ سے سنا گاؤں کی سابق رونق کم ہو گئی تھی۔ شہر ڈھاکہ دارالسلطنت ہونے سے وہ ایک بار او بڑ گیا۔
۲۔ ڈھاک ایک قسم کا بڑا ڈھول ہے جسکو ہندو اکثر تھوار اور پوجے میں بجاتے ہیں۔

ڈھاک کی کو جو ڈھاک بجاتا تھا اپنے پاس بلایا اور دریا کنارے جو دھکن سیوانہ
 شہر کا ہے کھڑا کر واکر خوب زور سے ڈھاک بجانے کا حکم دیا اور تین شخصین
 کو نشان دیکر تین طرف پورب کچھم اور اوتر روانہ کیا اور کہا کہ جہاں
 تک اس ڈھاک کی آواز پہونچے وہیں نشان گاڑیں چنانچہ وسیا ہی عمل
 میں آیا چونکہ اسوقت یہ سرزمین بالکل میدان تھی بہت دور تک ڈھاک کی
 آواز پہونچی اس بابین کی زمین کا نام ڈھاکہ رکھا گیا۔ یعنی ڈھاک کی آواز
 سے سیوانہ قائم ہوا۔ اس لیے اسکا نام ڈھاکہ ہوا۔ اور بعد آبادی شہر کے
 اوسکا نام جہانگیر نگر مشہور کیا۔ سنارگانوں جسکی آبادی دو ہزار برس کے
 آگے سے چلی آتی تھی۔ رفتہ رفتہ اوپر نے لگا اور اسکے سارے لوگ اور
 کارخانہ جات سب ڈھاکہ کے مین چلے آئے آخر وہ بالکل تباہ اور ویران
 ہو گیا۔ آبادی سنارگانوں کی علامات مین سے اب تک دو پختہ پل باقی
 ہیں۔ اور محلہ پیام جوناٹ شہر مین تھا اور ساہوکار لوگ وہاں بسے ہو
 تھے ہنوز قائم ہے۔ اور اب تک وہی لوگ بسے ہوئے ہیں سنارگانوں
 مین خاص نگر کی دیکھی ایک مشہور اگیر ہے اس ضلع ڈھاکہ مین اتنا

لے ڈاکٹر ٹیل صاحب اپنے ٹوپوگرافی آف ڈھاکہ مین لکھتے ہیں کہ راجہ بلا سین نے ڈھاکہ سری دیہی کے
 مندر کو از سر نو بنوایا یہ مندر اوسور نے پہلے بنوایا تھا جو چندت مین بسبب عدم تلافی کے بالکل جنگل سے
 چھپ گیا تھا۔ بلال سین نے اوس جنگل کو صاف کرا کے دیہی کے مندر کو نکالا اور آراستہ کیا۔
 چونکہ وہ دیہی بالکل جنگل سے چھپ گئی تھی اسکو ڈھاکہ سری دیہی چھپی ہوئی دیہی نام رکھا اور اسی نام سے اس مندر کا نام ڈھاکہ ہوا۔

برائے تالاب اور نہین جو۔ رو دکھیاں اور بھی بکرم پور میں بہن ایک رام پال کی۔
اور دوسری دھما مارن کی مگر وہ خاص نگر کی دیکھی کے براہ نہیں بہن۔

اسلام خان کو اس شہر کے بسا نے سے اصل غرض یہ تھی کہ ار خنگی
یعنی ارکانی مگ لوگ اس پورب بنگالے میں آکر ہر سال لوٹ و تاراج کرتے
تھے اور یہاں کے باشندوں کو نہایت ایذا اور تکلیف دیتے تھے اور فرستہ
کی پرتیکس کہ اندون جہاز لیکر چاٹگام کی راہ سے آکر ان ملکوں میں تاخت و تاراج
اور دریا میں رہنری کرتے تھے۔ اسلئے ڈھاکے کو کہ پورب بنگالے کے
ناف میں واقع ہے دارالریاست بنایا اور بڑی بڑی کوششوں سے ان اقوام
کو ادھر آنے اور لوٹ تاراج کرنے سے روکا اور خود بہت سی فوج لیکر ارکان
تک تاخت کر کے بہت سے ار خنگی اور پرتیکسون کو تہ تیغ کیا۔ دوسرا ایک
کارنیاں اسلام خان سے یہ ہوا کہ افغانان اڑلیہ عثمان خان سپر سردار
پیشین کو اپنا افسر بنا کر بارادہ فتح بنگالہ آمادہ فتنہ پردازی کے ہوئے
اسلام خان نے پہلے ایلچی بھیج کر سمجھایا اور اس ارادہ فاسد سے باز رہنے
کو کہا مگر افغانوں کی خیرہ سری کے باعث عثمان خان کو یہ بات پذیرہ خاطر
نہیں ہوئی اور شورش و فساد سے باز نہین آیا آخر کار اسلام خان کا سپہ سالار

لہ منا گاٹون چونکہ دریائے میگنا کے کنارے واقع تھا لوٹے اقوام کی کشتیاں وہاں یکسر
بہوئج جاتی تھیں۔ اسلئے اسلام خان نے وہاں سے دارالریاست منتقل کی۔

شجاعت خان کے ہاتھ سے شکست فاش پا کر آوارہ دشت نوبت وادبار کا ہوا۔
 یہ واقعہ ۱۱۷۷ھ میں ہوا اور یہ اختراخت افغانوں کی تھی اس کے
 بعد پھر وہ کبھی خیال ملک گیری کا دل میں نہیں لائے دیات اور قریوں میں
 عزت اختیار کی چنانچہ اب تک اس خاندان کے لوگ اس ضلع کے تھانہ
 مانک گنج بسہار اور نواب گنج وغیرہ کے دیہاتوں میں بسے ہوئے ہیں اور
 اکثر ڈھاکہ و کلکتہ وغیرہ شہروں میں دفتری اور خدمتگاری کا کام کیا کرتے ہیں
 بعد اسلام خان کے ۱۱۷۸ھ میں ابراہیم خان شوہر خواہ نورجان
 بیگم بھٹائی کے خلعت ناظمی بنگالہ سرفراز ہوا اور ڈھاکہ کے میں آکر مسند
 صوبہ داری پر جلوس کیا۔ اسی عہد میں قوم انگلشیہ پہلی بار تجارت کیواسطے
 اس ملک میں آئی اور نیا بازو رگانی کی ڈالی۔

ابراہیم خان

کہتے ہیں کہ ابراہیم خان کے وقت میں پہلے پانچ برس تک نظام
 امور ریاست کے بخوبی ہوئے اور ابراہیم خان نے آسامی اور ارخنگی اقوام
 کو حدود ریاست سے اپنے بالکل دور کیا اور افغانان اڑیسہ کو بھی کہ کہیں
 کہیں وہ سرشورش اٹھایا کرتے تھے۔ زیروز برکر کے فرمان پذیر بنایا اسکے
 عہد ایالت میں اس ملک میں سوداگری خوب چمکی۔ سوئی کپڑے ڈھاکہ
 میں اور ریشمی کپڑے مالہ میں نہایت نفیس اور عمدہ تیار ہونے لگے اور
 دور دور و لایتوں میں اوسکی بڑی قدر ہونے لگی اور کثرت سے اوسکی

تجارت شروع ہوئی۔

اسمین ایک واقعہ یہ ہوا کہ میسرالڑ کا جہانگیر شاہ شاہزادہ خرم ملقب بہ شاہ جہان واسطے دفع کرنے شورش و فتنہ اقصاء ملک و کھن کے طمع بھی گیا اور وہاں سے کامیاب ہو کر مراجعت کی اور اس حسن خدمت کے بجالانے سے موردِ الطاف اپنے پدر بزرگوار جہانگیر شاہ کا ہوا۔ نور جہان بیگم کو کہ مادرِ علاتی اسکی تھی یہ خیال ہوا کہ کمین شاہ جہان ولی عہد ہو کر وارث تختِ انور جائے اسلئے اسنے یہ طرح دالی کہ چوتھا لڑکا جہانگیر شاہ کا شاہزادہ شہریار کہ جسکے ساتھ اسنے اپنے پہلے شوہر شیر افغن خان کی صلبی لڑکی کی شادی کر دی تھی بعد جہانگیر شاہ کے تخت نشین ہوا اور جہانگیر شاہ کو بھی نوے اس امر پر راضی کر لیا تھا۔ شاہزادہ خرم یعنی شاہ جہان نے یہ خبر سنکر نہایت رنجیدہ اور برا نیگختہ خاطر ہو کر لغاوت پر کمرباندھی اور پدر بزرگوار سے اپنے آشکارا دعوے سخت کا کیا۔ جہانگیر شاہ اشتعال سے نور جہان بیگم کے غمِ جنگِ مصمم کر کے بیٹے سے لڑنے کو فوج بھیجی آخر کشت و خون واقع ہوا۔ اور شاہ جہان نہایت پاکر و کھن کی طرف بھاگا اور اس طرف سے اڑ لیسہ کی راہ ہو کر بنگالے میں آیا۔

ابراہیم خان ایماے شہنشاہی سے شاہ جہان سے لڑنے

کو مستعد ہوا۔ اور جنگ عظیم درمیان افواج صوبہ دار بنگالہ اور شاہ جہان کے واقع ہوئی آخر صوبہ دار کی فوج نے شکست کھائی اور صوبہ دار مارا گیا شاہ جہان فتح یاب ہو کر ڈھاکہ کے مین وارد ہوا اور خزانہ صوبہ داری سے چالیس لاکھ روپیہ لیکر اور یہاں کا انتظام درست کر کے دہلی کی طرف مراجعت کی راہ میں پھر افواج شاہنشاہی سے مقابلہ ہوا اور نہایت پاکردھن کی طرف گریز کیا۔ اور وہاں سے عفو جبرائیم کی عظمیٰ اپنوالد بزرگوار جہانگیر شاہ کی خدمت میں بھیجی شاہنشاہ بھی از راہ الفت پدری اس کے جراثیم سے درگذاہر ہوئے کہ شاہ جہان دو برس بنگالے میں رہا مگر اپنی کوئی یادگار بنین چھوڑی۔

شاہ جہان کا
ڈھاکہ کے مین
آنا

بعد اسی فتنہ و فساد کے خانہ زاد خان عمدہ نظامت بنگالے پر سرفراز ہوا۔ اور ڈھاکہ کے مین آکر تھوڑے دنوں میں سرشتہ ملکی و مالی درست کر کے بائیس ہزار روپیہ بوجہ خراج بنگالہ دہلی بھیجا یہ روپیہ بعد مدت مدید کے بنگالے سے گیا۔ کیونکہ قبل اسکے بہ سبب شورش اور فتنہ انگیزی ارخنگیان اور پرتگالیوں کے بالکل حاصل ملک کالڑائی کی تدابیر اور اخراجات میں صرف ہوتا تھا۔

خانہ زاد خان

۲۸ء کی اوائل میں ابوالمظفر نور الدین محمد جہانگیر شاہ اس رباط فانی سے سراے جاویدانی کی طرف سدھارا اور ابوالمظفر

قاسم خان

شہاب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ سر ریسلطنت دہلی پر جلوس فرما ہوا اسنے
 قاسم خان کو خدمت صوبہ داری بنگالے کی عطا کر کے بٹان و شوکت و
 حشمت و صولت کے اسطرف بھیجا۔ قاسم خان سات گانوں میں جو قریب
 ہو گلی کے ہے وارد ہو کر انتظام امور ریاست میں مصروف ہوا اور بعد دو
 سال کے درگاہ شاہنشاہی میں اس مضمون کی عرضی بھیجی کہ پرتگالی المعرف
 پرتگیسوں نے نہایت شور و شغب برپا کر کے رہنری آغاز کی ہے اور اکثر
 اموال بازرگانان اور رعایا کا لوٹ لیتے ہیں اس عرضی کے پیش ہوتے
 ہی فرمان صادر ہوا کہ جلد ان بدکیشوں کو سزاے عمل دیکر ملک سے
 دور کر دین مطابق حکم شاہی کے قاسم خان نے اسلئے میں جنگ پرتگالیوں
 کی تیاری کر کے اسلئے میں افواج و چشم شالیستہ لیکر بندر ہو گلی کو کہ پرتگالیوں
 نے وہاں پر پروانگی بازرگانی کی پا کر بغایت استحکام آور استقلال پیدا
 کر لیا تھا۔ محاصرہ کیا پرتگالیوں نے قافیہ وقت تنگ دیکھ کر سالانہ مبلغ تین
 لاکھ روپیہ بطور جزیہ کے بیت الخزان میں صوبہ دار کے دینے کو راضی ہوئے
 مگر قاسم خان نے قبول نہیں کیا آخر کام جنگ و جدل پر ٹھہرا۔ پرتگالیوں
 کو شکست فاش ہوئی اور خط ہو گلی میں تحت حکومت صوبہ دار بنگالے کے آیا اس تاریخ سے
 وفردیوانی سات گانوں سے اٹھ کر ہو گلی میں آیا اور سات گانوں جو تھینا دیڑھ نہر برس
 آباد تھار و ویرانی میں لایا اور کوردہ ہو گیا اس فتح کو بدلیا فخرت فوجدار کچھ فوج کے ساتھ

ہو گلی مین رہنے لگا اور اسکو امور سیاست ملکی کا اختیار دیا گیا۔
 قاسم خان اسی سال یعنی ۱۳۲۷ء مین قید سے عالم کون و فساد کے رہا
 ہو کر عالم باقی کی سیر کو کام فرما ہوا۔

بعد دو سال تسخیر ہو گلی کے ۱۳۲۷ء مین طایفہ باز رگانان قوم انگلش
 بارگاہ شاہنشاہی سے پروانگی تجارت کی حاصل کر کے بنگالے مین آئے اور
 بن کاروبار کی ڈالی۔ وجہ اس پروانگی کی یہ تھی کہ شاہنشاہ دہلی
 شاہ جہان بادشاہ جسوقت کہ اقصائے ممالک دکن مین تھے قضا رانگی
 ایک لڑکی کے پڑے مین آگ لگنے کی وجہ سے تن نازک کو اس کے زحمت صعب پہنچی
 تھی۔ ہر چند کہ تدبیر مین بہت سی ہوئیں سو دمندین ہوئیں۔ آخر مسٹر باٹن کہ
 طایفہ تجار انگلشیہ کا جراح تھا اور اندون وہ طایفہ بندر صورت مین وارد
 تھا فرمان شاہی سے دربار مین حاضر ہو کر معالج اس معذرہ سر پر دہ خلافت
 کا ہوا اور تدبیر شایستہ سے چنگا کر دیاصلا مین اس حسن خدمت کے زبان
 شاہ سے ارشاد ہوا کہ جو کچھ مامول اسکا ہے بخشا جاے مسٹر باٹن نے اپنی
 ذات کیواسطے انہیں چاہا بلکہ اسنے درخواست کی کہ فرقہ انگلشیہ کو پروانگی
 ہو کہ بنگالے مین بدون باج و خراج کے تجارت کر سکے اور اس سرزمین
 مین بنائے کارخانہ جات کی اجازت ملے چنانچہ شاہ جہان نے اسکی درخواست
 منظور فرمائی اور بندر پریلی مین کہ قریب بالاسر کے ہے تجارت گاہ بنانے کا

فرمان دیا ۱۷۳۴ء میں قوم انگلیشہ نے پہلے بندر سیلی میں طرح اقامت کی
اولیٰ اور تجارت شروع کی بعد پندرہ سال کے ایک درگروہ عیسائیوں کا بنام
ڈچ مشہور دینمارک پر وانگی تجارت کی حاصل کر کے بنگالے میں پہونچا۔
اور کاروبار سوداگری کا شروع کیا۔

۱۷۳۵ء میں منصب نظامت بنگالہ اسلام خان مشہدی کو
کہ مرہٹوں اور کارازمودہ تھاقلویض ہوا اور وہ بعز و شان بنگالے میں
آیا اسکی ایالت کے پہلے سال ہی مگت رائے والی ارخننگ کی طرف سے
جائگام کی حراست میں مقرر تھا اپنے خداوند کی اطاعت سے منحرف ہو کر اس
مرزبوم کو قبضہ اقتدار میں صوبہ دار بنگالہ کے سونپا۔ چائگام پہلے ریاست
پترہ کے شامل تھا بعد ازاں حوزہ تصرف میں اہل اسلام کے آیا۔ مگر اثنا
حرب و پیکار فیما بین عساکر مغلیہ اور افغانوں کے والی ارخننگ نے فرصت پا کر
چائگام کو شامل اپنی ریاست کے کر لیا تھا۔ دوبارہ کہ اسلام خان مشہدی
کے وقت میں مشمول ممالک بنگالے کے ہوا اور نام اسکا اسلام آباد
رکھا گیا۔

اسی زمانے میں راجہ آسام نے پانسو کشتی لیکر دریائے برہم
کی راہ سے بنگالے میں آ کر تاخت و تاراج شروع کی اسلام خان مشہدی
بہت سی جنگیں توپین اور لشکر جبار لیکر اس طرف روانہ ہوا۔ اور آسامیوں کی

ایسی خبر لی کہ آخر تاب مقاومت نہ لاکر بھاگ گئے اسلام خان مشہدی قلعہ
کرتا ہوا ان کے ملک تک پہنچا اور تاختون سے اوسکوزیر و وزیر کردیا اگرچہ
مدت ایالت اسلام خان مشہدی کی ایک سال سے زیادہ نہ تھی مگر اس
عرصے میں لشکر اسلام کوچ بہار تک تاخت کر چکا تھا اور اس ملک کی کچھ
زمین پر بھی قبضہ ہو چکا تھا۔

بہرہ ششم ذکر سلطنت سلطان محمد شجاع

تاعہد حکومت نوابشاہیستہ خان

سلطان محمد شجاع

۱۲۳۹ء میں شاہ جہان کے دوسرے لڑکے سلطان محمد شجاع نے فرمان روائی میں
کشور بنگالہ کے مامور ہوئے اور کمال بیدارشی اور زیرکی سے مدت تین
برس تک کلید البواب نظم و نسق اس ملک کی اپنے ہاتھ میں رکھی اور
اس عہد میں صوبہ بہار یک علیحدہ ریاست قرار پائی تھی سلطان محمد شجاع
نے بنگالے میں آکر پہلا کام یہ کیا کہ دفتر نظامت ڈھاکے سے پیراج محل
میں لے گیا اور اس خطے کو بنائے عمارات پر مکین سے سابق سے بھی
زیادہ آراستہ کیا۔ کہنے ہیں کہ جب سلطان محمد شجاع نے راج محل میں
نزول فرمایا مسٹر باٹن شرف ملازمت سے مشرف ہوا اتفاقاً شاہزادہ کی
کوئی خاتون اسوقت کسی مرض سخت میں مبتلا تھی چونکہ آوازہ طبابت مسٹر باٹن



Santi Press, Dacca.

کا مشہور تھا شاہزادہ نے اُس خاتون کے معاملہ کو ایسا فرمایا اور حسن تدبیر سے
مسٹر باٹن کی صحت حاصل ہوئی اور مسٹر باٹن مزید الطاف اور اختصاص سے
سرفراز ہوا اور صلہ میں اس خدمت کے شاہزادہ نے طائفہ انگلشیہ کو نذر
ہو گئی اور بالسرین بنائے کاروبار تجارت کی پروانگی دی۔

سلطان محمد شجاع مدت آٹھ برس تک اپنے والد بزرگوار کی طاقت
اور عقیدت کے ساتھ بنگالے کی فرمان روائی کر کے بعدہ صوبہ داری
کابل کے مقرر ہوا اور دو برس تک وہاں رہ کر پھر بنگالے میں آیا اور
نوبہ برس فرمان روائی میں اس بلاد کے قائم رہا اور ڈھاکہ کے گودار ال ریاست
مقرر کیا۔ چنانچہ اسکی بہت سی تعمیرات ہنوز ڈھاکہ کے میں موجود ہیں جسکا
بیان بہرہ تعمیرات قدیم ڈھاکہ میں لکھا گیا ہے۔ اخیر میں پھر راج محل کو
دارالریاست کیا۔

اس عرصے میں اس ملک کو سابق سے بہت رونق اور کھرم
کی ترقی ہوئی۔ ہر نوع کے ہنرمند کارگیر اہل حرفہ آہستہ آہستہ اور تجارت خوب
پھیلی خراج کی بھی افزونی ہوئی۔ پشتیر یعنی شہنشاہ میں دیوان راجہ
تو درمل کے وقت میں خراج بنگالہ ایک کروڑ سات لاکھ روپیہ تک ہوا
تھا۔ سلطان محمد شجاع کے وقت میں ایک کروڑ اکتیس لاکھ روپیہ ہوا۔
القصد شہنشاہ میں شاہ جہان بادشاہ علیل ہوا اور ان کے

چاروں شاہزادے سلطان محمد شجاع داراشکوہ - سلطان مراد - اور اورنگ زیب
 سبھی جلوس تخت شاہی کی کوشش کرنے لگے۔ سلطان محمد شجاع بنگالے سے
 فوج لیکر بنارس تک پہنچا اُدھر سے داراشکوہ نے اپنے بیٹے سلطان سلیمان
 شکوہ کو فوج جبار دیکر شجاع کے مقابلے کو روانہ کیا آخر سامنا جنگ و جہل
 کا ہوا اور شجاع نہر میت پا کر بنگالے میں پھر آیا اور دہلی میں تینوں شاہزادے
 بہم ٹپڑے اور اورنگ زیب نے سکوزیر کر کے شاہ جہان کو قید کر لیا
 اور خود اورنگ نشین دہلی کا ہوا۔

سلطان محمد شجاع نے جب سنا کہ اورنگ زیب تخت نشین
 ہوا اور والد بزرگوار کو قید کر لیا نہایت مغموم و متاسف ہو کر بلا چاری -
 اورنگ زیب کو مبارکباد لکھی اور استدعا کی کہ ایالت بنگالے میں اُسکو
 قائم رکھے۔ مگر اورنگ زیب نے قبول نہیں کیا تب تو آتش خشم سلطان
 محمد شجاع کی نہایت مشتعل ہوئی اور پھر فوج لیکر دہلی کی طرف روانہ ہوا
 مقام کھجوا تک پہنچا تھا کہ افواج اورنگ زیب سے دوچار ہوا اور جنگ
 عظیم پیش آئی اگرچہ پہلے شجاع کی فوج غالب ہو گئی تھی آخر کار میر جملہ
 کی حسن تدبیر سے جو سپہ سالار اورنگ زیب کا تھا شجاع نہر میت پا کر
 پس پا ہوا اور بنگالے کی طرف پھر اپنے راج محل میں پہنچا پھر وہاں سے
 ٹانڈے میں آکر ترتیب فوج کی کی اُدھر سے میر جملہ بھی فوج ظفر موح

لیکڑ ٹانڈے میں پہنچا اور پھر لڑائی ہوئی شجاع مغلوب ہو کر ڈھاکے کی طرف
 بھاگ کر آیا۔ میر حبلہ تعاقب کرتا ہوا ڈھاکہ تک پہنچا۔ شجاع بیان آکر
 پند زہ سو آدمی سے زیادہ جمع نہیں کر سکا اسلئے چاہا کہ خیال ملک گیری
 کا چھوڑ کر بیت الاحرام یعنی مکہ معظمہ کی طرف چلا جائے اور باقی زندگی
 وہیں بسر کرے یہ ارادہ کر کے چائنگام کی طرف گیا مگر شامت ایام کے
 سبب اس وقت کوئی جہاز عرب جانے والا ہم نہیں پہنچا۔ آخر تعاقب
 افواج دشمن کے خوف سے والی ارخنگ کی نیاہ لی۔

والی ارخنگ پہلے تو بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور
 سلوک مہمان نوازی کے بجالایا مگر چند روز بعد ولولہ شیطانی کے سبب
 نہایت بد سلوکی اور سرد مہری سے پیش آیا اور طمع و خیال میں دختہ
 شجاع کے اوس شانہ زادہ فلک زدہ شکستہ حال کو مع الہی عیال غرق آ
 کیا۔ دفتر شجاع نے جب یہ حال دیکھا کہ وہ بد باطن۔ ارادہ اوسکی
 عزت کا رکھتا ہے اپنے کو خنجر جگر دوز سے ہلاک کر دالا۔

الحاصل جب سلطان محمد شجاع اور اہل و عیال اوسکے
 نزد پہ۔ یہ خبر اورنگ زیب کو پہنچی اسنے سترہ عین میر حبلہ کو
 معظم خان خانان خانان ملقب کر کے صوبہ داری میں بنگالہ کے مقرر کیا۔
 میر حبلہ صوبہ دار ہو کر راج محل سے وفاتر صوبہ داری پھر ڈھاکے میں

لایا اور اس شہر کو دارالریاست سارے بنگالے کا بنایا اور عمارات
عالیشان اور کارخانہ جات نو بنیان سے نہایت آراستہ کیا۔

اسی زمانے میں راجہ کوچ بہار بہت سی فوج لیکر اوتر پردہ
بنگالے کی بعض بعض جگہ اپنے قبضہ تصرف میں لایا اور دریائے
برم پوتر کی راہ سے لشکر کشی کر کے لوٹا اور تاراج کرتا ہوا قریب دھاکہ
کے پہنچا۔ میر جملہ نے اوسکی گوشمالی کے واسطے لشکر عزمین فوج جوار
لیکرتاخت کی اور راجہ کے لشکر کو شکست دیکر کوچ بہار تک پہنچا
اور اُس ملک پر قبضہ کر لیا۔

میر جملہ نے بعد فتح کوچ بہار کے تیغ آسام کے واسطے لشکر
کشی کی اور تاخت کرتا ہوا اُس ملک کو فتح کر کے بہت سی غنیمت۔
نقد و جنس لوٹ کر جمع کیا مگر اوسکی فوج کے لوگ بیمار ہونے کے سبب
تاب اقامت نہ لاکر مراجعت کی اور راہ میں خود بھی علیل ہو گیا۔ کتنے
ہین کہ میر جملہ نے علالت کی حالت میں دھاکہ پہنچ کر قالب بھتی کیا اور
اُسکی لاش کو رفقائے اُسکے ہٹن میں جو قریب اسفہان کے تھا۔ کافور کے
صندوق میں رکھ کر لے گئے۔

میر جملہ بنگالے کے صوبہ دارون میں بڑا نامور شخص ہوا۔
جسکو اوسکی تعمیرات سے اب تک لوگ یاد کرتے ہیں۔ اوسنے اڑھنگی

یعنے اراکانی لوٹری قومون کے روکنے اور سزا دینے کی واسطے اطراف ڈھاکہ
میں اکثر جگہ قلعے تعمیر کئے تھے جسکی علامتیں اب تک موجود ہیں چنانچہ حاجی گنج
کا قلعہ جو زاین گنج کے قریب تھا اور اک پور کا قلعہ جو نشی گنج میں ہے اور
میگنندی کے پورب داؤد کاندی وغیرہ میں بھی قلعہ بنوایا تھا شہر کے
اندر اور باہر شہر کے اکثر جگہ پل اور بڑی بڑی سڑکیں تیار کروائیں تھیں
پگلے کا پل اور ٹونگی کا پل اُسی وقت کے بنے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ
ٹونگی کا پل ایک فقیر نے جسکا نام ٹونگی شاہ تھا بنوایا ہے۔

میر جملہ نے اراکانی گون کو بہگانے اور رعب دکھانے کے
واسطے بڑی بڑی توپیں منگوا کر قلعوں میں نصب کی تھیں سب سے
بڑی دو توپیں شہر کے دھن دروازے پر جو دریائی جانب ہے رکھوائی
تھیں جسکی ایک توپ اسوقت چوک میں رکھی ہوئی ہے اس سے
بہت بڑی اور ایک توپ بھی جو دریاشکست میں دریا کے اندر جاتی
رہی۔ میر جملہ کے وقت میں ڈھاکہ کی بڑی آبادی ہوئی اور کثرت
سے لوگ آکر بسے۔ انواع اقلام کے مکانات اور ہر طرح کی
کارخانہ جات جاری ہوئے تھے اور تجارت بھی خوب پھیلی تھی اور
ہر دیار کے تاجر بیان آتے تھے۔

بہرہ ہفتم ذکر حکومت شایستہ خان

تاج محمد حکومت ابراہیم خان

بعد رحلت معظم خان خانانان المعروف میر جملہ کے محی الدین اورنگزیب
عالمگیر بادشاہ شہنشاہ دہلی نے ایسے لامر اشایستہ خان کو جو برادر زادہ
نور جہان بیگم اور سپہ بین الدولہ غفر اللہ السلطنت آصف خان خانان
کا تھا خلعت صوبہ داری بنگالہ عطا کی۔ شایستہ خان ۶۳۷ھ میں باغی ہو کر
دھاکے میں وارد ہوا اور چند روز یہاں رہ کر مورات صوبہ داری کا کر
پہلے غزیت واسطے تسخیر چاٹگام کے کہ بعد انتقال میر جملہ کے وہ ملک
قبضہ اقتدار میں آ رہی تھی یعنی اراکینوں کے آیا تھا عزم مصمم کیا اور افواج شایستہ
لیکھراوسطرف روانہ ہوا۔ اور چاٹگام پہنچ کر اراکینوں کو مع پرتکالیوں کے
جو انکے معاون اور ملازم تھے نہ ہمت دیکر اوس ملک کو پھر ریاست
بنگالہ کے شامل کیا اور سب سے توپیں اور غنائم لوٹ کر لایا۔

شایستہ خان نے قوم ڈچ یعنی اولندیزوں کو بنگالے میں
تجارت کی اجازت دی اور اسی عہد میں طائفہ فرنج یعنی فرانسیس
بھی اس ملک میں آئے اور نہایت تجارت گاہ کی ڈالی۔ شایستہ خان کے
وقت میں فرنج کی سوداگری خوب چلنی تھی اور وہ ہمیشہ طائفہ فرنج کے

فلاح کی کوشش رکھتا تھا۔ جسکے سبب سے اونکی رسوخیت دربار
شاہنشاہی تک ہوئی۔ شالیستہ خان کی تقرری صوبہ داری کے
قریب ۱۷۶۳ء میں جمیع تجار قوم انگلشیہ نے بنام الیٹ انڈیا کمپنی
بذریعہ گماشتگان مدراس سے بنگالے میں تجارت پھیلانی اور
پہلی تجارت گاہ اونکی قاسم بازار اور بالسرین قائم ہوئی ان گماشتوں
کا افسر ٹرگرل پوٹن تھا۔ جسنے پہلے اس ملک کی زبان سیکھنے میں کوشش
کی اور سنسکرت سیکھ کر کتاب سری بھاگوت کو ترجمہ کیا۔ شالیستہ خان
۱۷۶۴ء تک مسند صوبہ داری بنگالہ پر قائم رہا بعد ازاں اگرہ کا صوبہ
مقرر ہو کر اسطوف گیا اور ۱۷۶۵ء میں اوزنگ زیب نے اپنے تیسرے لڑکے
محمد اعظم کو ایالت بنگالہ میں مامور کر کے بھیجا۔ اندون پھر آسامیوں
نے اطراف پورب بنگالہ میں ہنگامہ پردازی شروع کی تھی۔ شاہزادہ
محمد اعظم نے ڈھاکہ کے میں وارد ہو کر چند روز بعد آسامیوں کی تہیہ اور
تادیب کے واسطے اسطوف لشکر کشی کی اور طائفہ انگلشیہ اور فوج
سے فوج اور توپوں کی مدد چاہی وہ اوسپر راضی نہیں ہوئے بلکہ عیوض
میں مبلغ کثیر پیشکش کیا شاہزادہ مذکور کے صرف اپنی فوج
لیکر آسامیان بدھادی گو شمالی کوروانہ ہوا اور وہاں پہونچ کر قرار
واقعی تہیہ اور تادیب اونکی کر کے ڈھاکہ کے میں مراجعت کی اور بیان

اگر سنا کہ ارخنیون نے پشور ش اور فتنہ انگیزی آغاز کی ہے اسلئے اپنے
پدر بزرگوار سے پھر اس طرف نصیحت کرنے کی اجازت چاہی مگر اس وقت
اورنگ زیب اچھوتوں اور مرہٹوں کے کارزار میں مصروف تھا اس طرف
نظر کر کے شاہزادہ محمد آغظم کو اپنے پاس بلایا اور شالیستہ خان کو دوبارہ
صوبہ داری بنگالہ میں مقرر کر کے بھیجا۔

۱۶۷۹ء میں امیر امرا شالیستہ خان دوبارہ صوبہ داری بنگالہ پر

مامور ہو کر ڈھاکہ کے میں آیا اور فرمان سے اورنگ زیب شہنشاہ دہلی کے
قوم ہنود پر جزیہ مقرر کیا اور بہت تہکدے اور مندر وں کو توڑ کے نیست نابود

دوبارہ صوبہ داری
شالیستہ خان

کر دیا۔ اس سخت گیری سے قوم ہنود نہایت متفر اور رمیدہ خاطر ہوئی
اُن دنوں انگریزوں کی تجارت اس ملک میں بڑی ترقی پائی تھی
اور بہت سے انگریز بنگالے میں آ گئے تھے اور شہنشاہ دہلی سے تجارت
دایمی کے واسطے فرمان حاصل کر کے رفتہ رفتہ اس تجارت گاہ کو ایک
مستقل تجارت کی جگہ نامزد کر کے اور اس کی حفاظت کے واسطے
کچھ سپاہی منگواے تھے۔

شالیستہ خان کے بنگالے میں آنے سے انگریزوں نے
بندر ہو گلی میں ایک قلعہ بنوانے کی درخواست کی شالیستہ خان نے
اس خیال سے کہ اگر انکو اجازت اس امر کی دی جائیگی تو تمام بنگالہ

اونکی زیر حکومت ہو جائیگا۔ اس التمس کو نامنطور کیا۔ اس مابین میں
 کچھ فتنہ و فساد بھی حدود بہار میں واقع ہوا اور انگریز لوگ اس میں شریک
 تھے یہ بات ثابت ہونے سے صوبہ دار نے انگریزوں کی طرف سے بدظن ہو کر
 نرخ باج تجارت کے اضافہ کا حکم دیا اور سخت گیری انگریزوں پر شروع
 کی انگریز بھی جنگ و جدل سے پیش آئے اور کئی بار صلح و سرکشی کے
 بعد آخر فرمان شاہی سے شالیتہ خان نے تمام کارخانہ جات اور تجارت
 انگریزوں کی ضبط کر لی اور بہت سے انگریزوں کو گرفتار کر کے
 ڈھاکے میں لا کر قید کیا۔

شالیتہ خان اگرچہ طالیفہ انگلیشیہ کے ساتھ سخت گیری سے
 پیش آیا تھا مگر اس ملک کے لوگوں کو یہ سبب ارزانی غلہ وغیرہ کے
 نہایت خوشنود رکھا تھا کہتے ہیں کہ شالیتہ خان کے وقت میں غلہ اسقدر
 ارزان تھا کہ ایک روپیہ میں آٹھ من چانول فروخت ہوتے تھے علی ہذا
 القیاس سب چیزوں کی ارزانی تھی شالیتہ خان نے پچیس برس نبگا
 میں صوبہ داری کی سوائے دو سال کے جس میں فداے خان اور عظیم خان
 اور سلطان محمد اعظم میسرالٹر کا اورنگ زیب کا یہ تین شخص بعد ایک دوسرے
 کے صوبہ دار بن گالہ مقرر ہوئے تھے۔ شالیتہ خان نے اپنی صوبہ داری
 کا زمانہ ڈھاکے میں گزارا اور اسی شہر کو ہمیشہ دارالریاست رکھا۔

شالیستہ خان کی تعمیرات اس شہر میں اب تک موجود ہیں جن کا ذکر بہت
بست و ختم میں کیا گیا ہے۔

اوزنگ زیب کا تیسرا لڑکا سلطان محمد اعظم جو کہ داماد
شالیستہ خان کا تھا اور چندے بنگالے کا صوبہ دار ہو کر ڈھاکہ
میں آیا تھا اُس نے شہر میں یہاں کے لعل باغ کا قلعہ اور مکانات
بنوانا شروع کیا تھا۔ مگر تمام چھوڑ کر چلا گیا اور شالیستہ خان کو اُس کی
تیساری کی تاکید کر گیا تھا۔ شالیستہ خان نے بھی کچھ تعمیرات کی تھیں کہ ان
اوسکی لڑکی بی بی پری نے جو سلطان محمد اعظم کی جوڑی تھی انتقال کیا
شالیستہ خان نے اس قلعہ کی تعمیر کو نہایت منحوس اور نامیمون سمجھ کر
اوسکی تیار دیواری کے اندر اپنی لڑکی بی بی پری کا ایک عمدہ سنگی مقبرہ
بنوایا اور اس قلعہ کو نام تمام حالت میں چھوڑ دیا جو اب تک اسی
حالت میں موجود ہے۔

شالیستہ خان کی اور بھی بہت تعمیرات ڈھاکہ میں
ہیں۔ چونکہ مسجد چھوٹا کٹہرہ وغیرہ تاریخ نصرت بنگالی میں لکھا ہے کہ بڑا کٹہرہ
شاہزادہ محمد شجاع کے وقت میں میر ابو القاسم خان دیوان شاہزادہ نے
حسب و مالیش شاہزادہ کے سنہ ہجری میں تعمیر کیا تھا مگر شاہزادہ
کے ناپسند ہونے سے میر نذکور کو عنایت کیا اور ڈھاکہ کی عید گاہ بھی

بی بی پری کا مقبرہ

بنکافزکریم

مرکز

عم اور

کوا

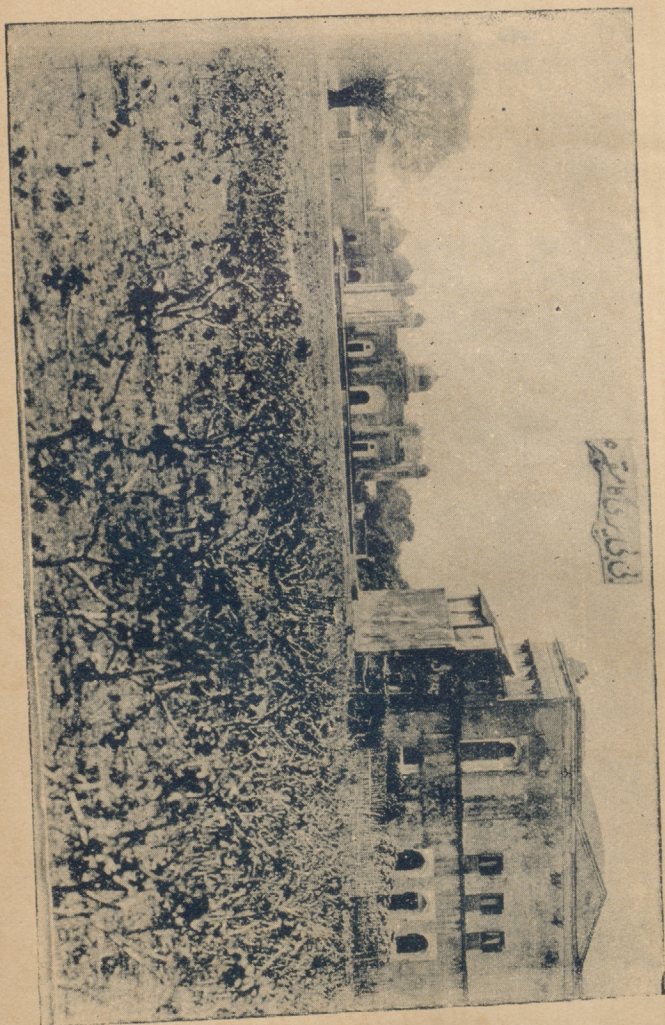
فناختی

مقال

ون

سنگی





Santi Press, Dacca.

اوسی سن مین واسطے نماز عیدین شانزادہ مع لو احقین و اہالیان شہر کے
میرزا کور نے بنائی تھی شالیستہ خان کے وقت مین طول شہر اوتر کھن
دریا سے لیکر ٹونگی کے پل تک چودہ میل اور عین پور ب پھم دولائی
کی کھال سے بابو پورہ تک قریب دس میل کے تھا۔

شالیستہ خان کا وقت بہت امن اور چین کا تھا لوگوں کی
بڑی اقبال مندی تھی اور نہایت آسودگی کے حال مین تھے اور شہر نہایت
آراستہ اور ہر طرح کی کارخانہ جات بازار اور عمارات سے معمور تھا
کتے ہیں کہ اب دریا سے لیکر ٹونگی کے پل تک شب کو مکانات اور
دوکانوں کی روشنی مین بخوف لوگ چلے جاتے تھے اس وقت ڈھاکے
مین باؤن بازار اور ترپن گلی بھین جو قدیم ایام سے مشہور ہے اور اکثر
فاحشہ عورتوں کی شان مین یہ ضرب اشل مستورات کتنی بھین کہ وہ
تو باؤن بازار ترپن گلی پھری ہوئی ہے۔ یعنی سب کچھ دیکھ ہوے
ہے نہایت شوخ دیدہ ہے۔

بہرہ ہشتم ذکر ریاست ابراہیم خان
تاعہد حکومت شانزادہ محمد عظیم الشان

لے ڈاکٹر ٹیلر صاحب بھی اپنی ٹوگرائی آف ڈھاکہ مین قدیم تواریخ اور سابق یورپین سیاحوں
کے قول کی تصدیق کرتے ہیں کہ ڈھاکہ مین باؤن بازار اور ترپن گلی بھین۔

۶۸ء میں ابراہیم خان فتح جنگ لیسر علی مردان خان نہر کہ جس سے
 دہلی اور حوالی دہلی میں نہر جاری ہے۔ صوبہ دار میمن بنگالہ کے مامور
 ہوا۔ ابراہیم خان نہایت نرم اور صلح کل طبیعت رکھتا تھا اس نے ڈھاکہ کے
 میں آکر پہلا کام یہ کیا کہ دو شخص سیفران انگریز کو جنھیں صوبہ دار سابق
 شایستہ خان نے قید کر رکھا تھا۔ رہا کیا۔ انگریزوں نے پھر شورش
 انگیزی شروع کی اور جو جہازات کہ ہندوستان سے عرب کو جاتے
 تھے انھیں سمندر میں لوٹنے لگے۔ آخر بہت سی آفت و شنود اور جدوجہد
 کے بعد صلح و اشتی قرار پائی اور ابراہیم خان نے بموجب فرمان شہنشاہی
 کے پھر انگریزوں کو بنگالے میں بلایا اور بطور سابق بنائے تجارت گاہ
 کی اجازت دی۔

۶۹ء میں طائفہ انگلشیہ پھر بنگالے میں آیا اور بنائے تجارت گاہ
 مقام سونائٹی میں بہمان اسوقت شہر کلکتہ واقع ہے و تائم کی
 اور استحکام مسکن اور بنائے حصار تجارت گاہ کی کوشش کرنے لگے مگر
 دربار شاہی سے بنائے حصار اور قلعہ کی اجازت نہیں ملی آخر کمانات
 بنوا کر کارخانہ جات تجارت جاری کئے۔ ہر چند کہ یہ طائفہ انگریزوں
 کا اب تک کسی طرح راہ پیماء جادہ نافرمانی کے نہیں ہوا تھا۔ مگر دوسرے
 ایک فریق انگلشیہ نے کہ اندونولایت سے واسطے تجارت ہند کے

آیا تھا۔ اور سٹرک کیڈ انکا افسر تھا دریا میں غارت گری کا شیوہ اختیار کیا اور چند
 جہاز جو عازم مکہ معظمہ کے تھے لوٹ لئے شہنشاہ اورنگ زیب اس حرکت
 ناشائستہ سے اونکی نہایت رنجیدہ خاطر ہوا اور درمیان کمپنی سابق اور حال
 کے کچھ فرق نکر کے فرمان دیا کہ تمام تجارت گاہ انکی ضبط اور ایک قسمل
 اونکی تجارت موقوف کی جاے مگر صوبہ دار بنگالہ ابراہیم خان نے کہ چند
 کس انگریزوں سے کمپنی سابق کے صلح اور اتحاد رکھتا تھا خفیہً انکی تجارت
 جاری رکھنے کا ایما کیا۔

۷۹۵ء میں ایک حادثہ یہ ہوا کہ سو بھاسنگھ نام ایک زمیندار
 علاقہ بردوان نے وہاں کے راجہ سے باغی ہو کر فتنہ و فساد شروع کیا
 اور رحیم خان کو جو سردار افغانان اُڑیسہ کا تھا اپنی مدد کو بلایا وہ فوج لیکر
 سو بھاسنگھ کی اعانت کو پہنچا اور راجہ بردوان پر تاخت کر کے میدان
 وغامین اوسکو قتل کیا اور ملک و مال اور اہل و عیال راجہ کا سب اپنے
 قبضے میں لایا۔ راجہ بردوان کا لڑکا جگت رائے بعد نہر میت کے
 ڈھاکے میں آیا اور صوبہ دار ابراہیم خان سے حال زار بیان کیا صوبہ
 نے یہ خبر سُکر حیر کے فوجدار کو لکھا کہ تین ہزار فوج جمع کر کے تنبیہ
 اور تادیب میں باغیوں کے تاخت کرے چونکہ اسوقت اسقدر فوج
 ہم نہیں پہونچی تھی کسی قدر سپاہ لیکر فوجدار حیر بردوان کی طرف گیا

مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔

القصر بردوان قبضہ تصرف میں باغیوں کے آگیا۔ قوم ڈچ اور فریچ کہ اس وقت ہو گئی اور چھڑے میں اپنی اپنی تجارت گاہ رکھتے تھے میطیع صوبہ دارنگالہ کے ہوئے اور قوم انگریز بھی اسی سلوک سے پیش آئی اور اپنی اپنی تجارت گاہ کی حراست کے واسطے بنائے حصار اور قلعہ کی اجازت حاصل کر کے جلد جلد اپنا کام کر لیا قوم ڈچ نے چھڑے اور انگریزوں نے کلکتہ میں ایک ایک جھوٹا قلعہ اور حصار تیار کر کے زحمت اور مہیت سے اطمینان حاصل کر لیا۔

باغیان طاغی سرشت نے بندر ہو گئی کو بھی تحت و تصرف میں اپنے کر لیا اور لوٹ تاراج کیا واسطے ہر طرف فوج بھیجی عامہ رعایا نے بھاگ کر چھڑے میں پناہ لی اور قوم ڈچ نے دو جہاز جنگی ہو گئی میں بھیجے ان جہازوں سے اس قدر گولہ باری ہوئی کہ باغیوں کو تاب اقامت کی نہ رہی آخر فرار ہوئے سات گانوں پہنچ کر سو بھاسنگھ نے رحیم خان کو ندیہ کے تاراج کرنے کو روانہ کیا۔

کتے ہیں کہ سو بھاسنگھ نے راجہ بردوان کا مال و منال بل و مال جو لوٹ کر لایا تھا اسی میں ایک دختر راجہ کی نہایت حسینہ تھی اور سو بھاسنگھ اس کی ہم آغوشی کا بڑا مشتاق تھا جب رحیم خان ندیہ کی طرف گیا سو بھاسنگھ

نے فرصت وقت غنیمت جانکر اوس عروسِ مجلہ عفت کو خلوت میں بلایا
 اور خواستگار وصال کا ہوا وہ مہ پارہ ایک تیز خنجر اپنے ساتھ رکھتی
 تھی جب سو بھانسنکھ نے اوسکو اپنے آغوش میں لیا اوسنے وہ خنجر سو بھانسنکھ
 کے شکم میں مار دیا کہ وہ فوراً جہنم واصل ہوا اوسکی فوج نے رحیم خان
 کو اپنا سردار مقرر کر کے ہر طرف تاخت و تاراج شروع کی۔

صوبہ دار بنگالہ ابراہیم خان اسوقت تک خواب غفلت میں
 تھا ہر چند کہ اوسکے مشیر کارون نے ایما جنگ کا کیا لیکن اوس نے
 خیال اوس طرف نہیں کیا بلکہ یہ جواب دیتا تھا کہ باغیان بد نوا آپ ہی
 خراب ہو جاؤ نیلے۔ ناحق جنگ کر کے بندگان خدا کا کشت و خون کر دنا
 کیا ضرور ہے غرض صوبہ دار کی نکاہلی اور خاموشی سے باغیوں کی او
 بہت بڑھی لوٹ و تاراج کرتے ہوئے مرشد آباد تک کہ اسوقت
 ایک قصبہ تھا پہنچے اور اُسے لوٹتے ہوئے راج محل اور وہاں سے
 مال دہ تک گئے۔ مال دہ میں انگریزوں کی تجارت گاہ لوٹ کر بہت سا
 مال و متاع لیکئے۔

صوبہ دار ابراہیم خان کے عہد حکومت کی نشانی ڈھا کے
 میں ایک مکان جو دریا کے دھن طرف مقام جزیرہ میں بنوایا تھا مہنوز
 حالت شکستگی میں موجود ہے اور ایک قلعہ اوس سرزمین پر جہاں

اس وقت ڈھاکہ کا جیل خانہ۔ پگل خانہ۔ اور چوک واقع ہے جس کا احاطہ پورب
محکمہ پورب دروازہ اور کچھ محکمہ گرد قلعہ اور تر محکمہ کونلہ دھن بڑا
کٹرہ اس مابین کی زمین میں یہ قلعہ اور اس قلعہ کے اندر صوبہ دار
کے رہنے کا مکان اور کچھ ریان اور دار الضرب (ٹنکسال) وغیرہ تھے یہ قلعہ
اور مکانات ۱۶۹۱ء میں صوبہ دار ابراہیم خان فتح جنگ نے بنایا تھا اور
یہ قلعہ اور مکان اخیر صوبہ دار ون کی سکونت گاہ رہا۔ چنانچہ نواب
جسارت خان اخیر نائب ناظم بھی نمیتلی کا مکان بتے کے قبل یہیں تھے
عملداری کمپنی میں وہ قلعہ اور مکانات مہندم ہوئے اور وہاں جیل خانہ
وغیرہ بنے۔

بہرہ نمذکر حکومت شاہزادہ محمد عظیم الشان

تا عہد صوبہ اری مشد قلی خان

جب سو بھاسنگھ کے لوٹ و تاراج کی خبر شنشاہ دہلی اورنگ زیب کو پہونچی
فی الحال اپنے نبیرہ سلطان عظیم الشان کو صوبہ دار بنگالہ مقرر کر کے ابراہیم خان
کو لکھا کہ دفاتر صوبہ اری اپنے لڑکے زبردست خان کو سمجھا کر جلد دہلی
روانہ ہو۔ ابراہیم خان نے فرمان شاہی کی تعمیل کی اور اسکا بیٹا
زبردست خان کہ مرد کارزار تو رشتہ تھا جلد لشکر جمع کر کے تھمیں اور

سلطان عظیم الشان

تلاش میں باغیوں کے ڈھاکے سے روانہ ہوا اور بھگوان گوسے پہنچ کر
باغیوں سے مقابلہ کر کے پھر روزانگی بہت سی توپیں چھین لیں اور
دوسرے روز شکست فاش دیکر انکی فوج کو پراگندہ کیا۔ حم خان بھا
گر بردوان کی طرف گیا اور وہاں کتاب آقا مست نہ لاکر اڑسیہ کی طرف گزریا
اور بنگالے میں ہر طرف امن و امان ہو گئی۔

اس عرصے میں سلطان محمد عظیم الشان اپنے بچے اور خبر مردانگی
اور چیرہ دستی زبردست خان کی سنکر گمان کیا کہ اگر وہ اس کام پر رہا
تو اپنے واسطے ایسا کون کام باقی رہیگا کہ جس سے موجب شرف و ثناء کا ہوگا
اس لیے زبردست خان کو لکھا کہ بعد ازین اور حرب و پیکار میں مشغول
ہوئے۔ زبردست خان اسکی منشا سمجھ کر مستعفی ہوا۔ اور آٹھ ہزار سپاہ
جو تابع فرمان اسکی تھی لیکر ڈھاکے سے چلا گیا۔

سلطان عظیم الشان نے بردوان پہنچ کر چند روز وہاں
قیام کیا۔ سارے زمیندار اس نواح کے اگر حاضر ہوئے اور اطاعت
قبول کی طائفہ انگریز کی طرف سے سیف ہو چکا اور پیش کش گذران کر انکی
حوالی کلکتہ کے پانے کی استدعا کی۔ عظیم الشان نے انکی عرضی منظور
کی اور اسے زمین کی خریداری کا فرمان دیا طائفہ انگریز کلکتہ اور اس کے
اطراف کی زمینوں کا مالک ہوا۔ زبردست خان کے بنگالے سے

جانے کے بعد رحیم خان نے پھر ترتیب فوج کر کے ہوگلی پر تاخت کی اور
 لوط تاراج کرتا ہوا بردوان کے قریب پہونچا۔ جب یہ خبر سلطان
 عظیم الشان کو پہنچی اُس نے پہلے ایلمچی بھیج کر پیام دیا کہ اگر ترک رزم کر کے
 اطاعت پذیر ہو تو مور والطف ہوگا مگر رحیم خان اپنی فتنہ پروازی سے
 باز نہیں آیا اور سلطان عظیم الشان کے خیمے کو گھیر لیا آخر کشت و خون
 کی نوبت پہونچی اور رحیم خان حامد خان کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوا اُسکے
 لشکر نے جب اپنے سردار کو سر بریدہ دیکھا سب فرار ہو گئے اور حامد خان
 اس حسن خدمت کی صلاحین خطاب شایستہ اور منصب فوجداری سے
 سرفراز ہوا۔

سلطان عظیم الشان چند روز اور بردوان میں رہ کر نزدیک
 خراج وغیرہ کار کے ڈھاکے میں آیا۔ اس زمانے میں انگریزوں
 کا مسکن دواوا اس دیار میں نہایت وسیع اور آباد ہوا اور اطراف
 کلکتہ میں جو زمین لی تھی۔ اس میں بہت سی تعمیرات ہونے لگیں قوم ہندو
 کے اکثر ماہ دار لوگ واسطے محافظت اپنے مال و متاع کے وہاں
 جا کر بسنے لگے اور کاروبار شروع کیا۔ یہی لوگ پہلے کلکتہ کے باشندے
 ہوئے۔

ذکر مرشد قلی خان المخاطب کا رطل خان

مرشد قلیخان بانی شہر مرشد آباد کہ اصل نام اسکا جعفر خان تھا اور اسکو بغراخان
 بھی کہتے تھے اور اسکا باپ ایک مسکین اور رنگ حال برہمن تھا حاجی شفیعا
 نام کسی ایرانی تاجر نے مرشد قلیخان کو خرید کر کے اصفہان لے گیا تھا اور
 وہاں اسکو اچھی طرح تعلیم اور تربیت کی تھی بعد وفات اپنے مالک کے مرشد
 قلیخان پھر ہندوستان میں آیا اور ملک دکن میں صوبہ دار کا دیوان
 مقرر ہو کر چندے وہاں رہا اور اس خوش اسلوبی و مجرری سے اپنے
 کاموں کو انجام دیا کہ شہرہ اسکی استعداد اور کاروانی کا زبان زہر خاص و
 عام کا ہو کر شہنشاہ اورنگ زیب کے بھی گوش گزار ہوا۔ اور اسکو حضور میں طلب فرما کر
 حیدر آباد کی دیوانی میں شرف اختصاص بخشا اس عہد میں بھی استویری دستاوردی اور
 امانت داری کیساتھ اپنی کارگزاری دیکھائی۔ اور شہنشاہ نے عہدہ دیوانی بنگالہ سرفراز ہوا
 القصد مرشد قلیخان بعد حصول منصب دیوانی بنگالہ شہر ڈھالہ
 میں کہ اندون تک دارالریاست بنگالے کا تھا وارد ہوا چونکہ اسوقت
 امور مالی میں نہایت بد انتظامی تھی مرشد قلیخان اس کے انتظام کے
 لئے تدبیر شایستہ کرنے لگا۔ اور مصارف ملکی میں بہت سی تخفیف کی
 سواران رکاب عظیم الشان کو اس نشیب سرزمین میں جو محض فضول
 تھے برطرف کر کے انکی پرورش کے واسطے جاگیریں مقرر کیں۔
 سلطان عظیم الشان اس تخفیف خرچ سے نہایت ناخوش

ہو کر دیوان مرشد قلیخان کے قتل کی تدبیر اور سازش پر آمادہ ہوا اور خفیہ چنند
سپاہی اُسکے مارنے کو مقرر کئے مگر ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ ایک روز مرشد قلیخان
دربار میں سلطان عظیم الشان کے آتا تھا کہ راہ میں اُن سپاہیوں نے جنہیں
سلطان عظیم الشان نے اُسکے مارنے کو مقرر کیا تھا گھیرا مرشد قلیخان یہ
رنگ دیکھ کر بہ جستی پالکی سے کود پڑا اور اپنی شجاعت اور عالی ہمتی کے ساتھ
تیغ آبدار ہاتھ میں لیکر اُن سپاہیوں کے بیچ سے دربار میں چلا گیا اور طیش
میں آکر سلطان عظیم الشان کو علانیہ مکار اور دغا باز کہنے کے خطاب کیا اور
کہا کہ اگر یہی ارادہ ہے تو آؤ مردانہ وار آمادہ جنگ ہو۔

سلطان عظیم الشان اور نگ زیب کے قہر اور غضب
کا اندیشہ کر کے مدارات سے پیش آیا اور کہا کہ میرا اسمین کچھ قصور نہیں
لیکن مرشد قلیخان اُسپر اعتماد نہیں کر کے دربار سے چلا آیا اور شرخوار
حال شہنشاہ اور نگ زیب کو لکھا اور ڈھاکے میں رہنا خوفِ جان
سمجھ کر مرشد آباد میں چلا گیا جسکا نام اُسوقت مخصوص آباد تھا۔

اور نگ زیب نے اس ماجرے کے سنتے ہی نہایت
برہم ہو کر سلطان عظیم الشان کو بہار جانے کا حکم فرمایا اور بہتد بد تاکید
کی کہ اگر کسی طرح کی زحمت مرشد قلیخان کی جان یا مال پر پہنچے گی
تو جواب ہی اُسکی تھامے دے ہو گی عظیم الشان لاچار ہو کر پہلے راج محل

میں گیا مگر آب و ہوا وہاں کی موافق طبع ہونے کے باعث سے پٹنہ میں آیا اور
اس شہر کو آباد کر کے نام اسکا عظیم آباد رکھا۔

مرشد قلیخان اپنی تقرری کے دوسرے سال یعنی ۱۷۸۷ء
میں تہ شخص خراج اور درستی دفتر کی کر کے حضور میں اور رنگ زیب کے جو
اندون و کھن میں رونق افروز تھے حاضر ہوا اور بالکل کاغذات نظر
شاہی سے گزرا نے۔ چونکہ آغاز سلطنت مغلیہ سے لیکر اس زمانے تک
اتنی توفیر اور ترقی خزانہ بنگالہ اور اڑیسہ میں نہیں ہوئی تھی اسلئے
اورنگ زیب نے نہایت خوشدل ہو کر مرشد قلیخان کو نیابت میں ناظم
بنگالہ اور اڑیسہ کی سرفراز کیا اور بے طاعت سر بلند کی بخشی یہ امر
موجب کلفت خاطر شاہزادہ عظیم الشان کے ہوا۔ لیکن کیفیت مزاج سے
اپنے جتد بزرگوار کے خوب واقف تھا اس لیے مجال دم مارنے
کی نہ رہی۔

۱۷۸۷ء میں شہنشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر

وفات عالمگیر

نے اکانوے سال کی عمر میں اس خاکدانِ ظلمانی سے ریاضِ جاودانی
کی طرف نقل کی ظاہر ہے کہ تاحیات اورنگ زیب سلطنت مغلیہ
کی ترقی اور افزائش تھی بعد وفات اس بادشاہ ستودہ صفات کے
ہر طرح زوال و انتقال سلطنت میں واقع ہوا۔ اس حاصلِ بقۃ انتقال

اورنگ زیب کے اوسکا دوسرا لڑکا محمد اعظم سریر سلطنت پر جلوس
 فرما ہوا شانہ زادہ عظیم الشان سپہر محمد معظم مہین پور اورنگ زیب یہ خبر سنکر
 فوج جزار اور آٹھ کروڑ روپیہ جو بنگالے میں جمع کیا تھا ساتھ لیکر
 دہلی روانہ ہوا اور عزم بالبحرم کیا کہ اپنے پدر بزرگوار کو اورنگ شاہی
 پر بٹھائے اسلئے پہلے آگرہ کو اپنے تحت و تصرف میں لایا اور خزانہ لوٹا
 ہوا اپنے باپ کی فوج سے جا ملا اور عسا کر دریا ذخیرہ ہر دو پیران
 اورنگ زیب یعنی معظم شاہ اور اعظم شاہ کے آگرہ کے قریب
 دو چار ہوئے اور جنگ عظیم درپیش ہوئی۔ اعظم شاہ شکست پا کر
 مع اپنے دو شانہ زادہ بیدار سخت اور والاجاہ کے صف کارزار میں
 کشتہ ہوا۔ اور معظم شاہ با فتح و ظفر تخت شاہی پر جلوس فرما کر بہادر شاہ
 ملقب ہوا۔ چونکہ یہ فتح سعی اور کوشش سے شانہ زادہ عظیم الشان
 کی نصیب اولیاے دولت معظم شاہ کے ہوئی تھی اسلئے اس حسن
 خدمت کے عوض عظیم الشان کو بے طامے منصب صوبہ داری۔ بہار
 صوبہ یعنی بنگالہ۔ بہار۔ اور اڑیسہ کے سر فرازی بخشی اور فرمایا کہ
 مرشد قلیخان کو نیابت میں بنگالہ کے قائم رکھے۔

بہادر شاہ پانچ برس تخت شاہنشاهی پر جلوہ فرما رہے ۱۲۸۰ھ
 مطابق ۱۸۶۳ء کے اوسط شہر محرم الحرام کو لاہور میں مشمول رحمت یزدی

ہوا اسکے لڑکوں میں خلل عظیم واقع ہوا۔ اور ہر اک نے دعویٰ تخت و
 تاج لینے کا کیا اور جنگ عظیم پیش آئی ایک طرف عظیم الشان اور دوسرے
 جانب اوسکے اور سب بھائی تھے غرض عظیم الشان کوشش ہوئی اور
 مع قیل سوار سی غرق آب ہوا اور اسکا بڑا لڑکا شاہزادہ مراد کو مار کر
 اوسکا چچا معین الدین تخت شاہی پر بیٹھا اور جہاندار شاہ ملقب ہوا۔
 قصہ کوتاہ جب عظیم الشان اپنے پدر بزرگوار کی کمک کو بنگالہ
 سے روانہ ہوا تھا اسوقت اپنے چھوٹے بیٹے فرخ میر کو یہاں کے
 نیابت میں چھوڑ گیا تھا اور وہ شاہزادہ مرشد آباد میں آکر مرشد قلیخان
 کے ساتھ پانچ برس باتفاق رہا۔ آخر جب اوس کا باپ مارا گیا
 اور جہاندار شاہ اورنگ ارے دہلی ہوا اسنے بارادہ حصول تخت
 و تاج شاہنشاہی کے مرشد قلیخان سے اعانت چاہی مگر مرشد قلیخان
 نے قبول نہیں کیا لاچار ٹپنہ گیا اور سید حسن علی خان کو اپنا مہربان حال
 کر کے اوسکے ساتھ الہ آباد پہونچا اور وہاں سے حسن علی خان اور اپنے
 بھائی سید عبداللہ خان کو بھی مع فوج اور نقد کثیر لیکر آگرہ پہونچا وہاں
 عساکر جہاندار شاہ سے مقابلہ ہوا۔ آخر جہاندار شاہ نہر میت پا کر مارا
 گیا۔ فرخ سیر نے بافتح و فیروزی داخل دہلی ہو کر تخت شاہی پر جلوس
 فرمایا اور مرشد قلیخان پر بجائے زجر تو بیخ کے الطاف و کرم مبذول

کر کے اُسکے عہدے پر قائم رکھا اور مرشد قلیخان بھی بطور سابق خزانہ اس ملک کا دہلی میں بھیجا گیا۔

بہرہ و تہم ذکر صوبہ داری مرشد قلیخان تاعہد نظامت شجاع الدین المناطاب بہ شجاع الدولہ

مرشد قلیخان نے امور مالی میں بہت سا انتظام کیا اور قوم مغال و برہمن کی تجارت کو خوب رونق بخشی اور ہر طرح انکی اعانت کی مگر قوم انگلیشیہ یعنی انگریزوں سے کہ گوئہ حسد رکھتا تھا مخالفت پیش آیا بلکہ جو جو اجارہ اور اختیارات کہ اُس قوم نے سلطان محمد شجاع اور اورنگ زیب سے حاصل کئے تھے اوپر بھی خط نسخ کھینچا اور ہر طرح سے تنگ کیا ہر چند کہ انگریزوں نے ایچیون کو معہ تحائف شہشاہ دہلی فرخ سیر کے پاس بھیج کر ثانیاً فرمان اپنے مقاصد کے حاصل کئے مگر مرشد قلیخان کے ہاتھ سے ہمیشہ تنگ رہے اور اپنے کاموں میں سرسبز بنیں ہو سکے۔

القصد ۱۱۸۰ مطابق ۱۱۲۹ ہجری میں مرشد قلیخان پیشگاہ سے

شہنشاہ دہلی کے عطاے خدمت نظامت اور دیوانی ہر سہ صوبہ یعنی
بنگالہ بہار اڑیسہ سے سر بلندی حاصل کی اور اُس کے دوسرے سال
ستارہ طالع فرخ میر جرج فرخی سے دور گرا اور نہایت بیرجی سے
مارا گیا اور محمد شاہ اور ننگ نشین شاہنشاہی کا ہونا ناظم بنگالہ مرشد قلیخان
نے حسب معمول خزانہ ہر سہ صوبہ اور تحالف بھی بکراٹھا رعایت کا کیا
اور اپنے منصب کو برقرار رکھوایا۔

مرشد قلیخان سترہ برس تک بلا مزاحمت غیر فارغ ابالی
سے تمثیت میں امور نظامت اس ملک کے مصروف رہا اور اس
مابین میں انواع تغیر و تبدل طریق اور آئین میں خزانہ کے کیا اور بہت
سے سابق کے جاگیر داروں کو معزول کر کے اونکی جاگیروں کو خاص تحصیل
میں لایا اور اس کشور بنگالہ کو گیارہ حصے پر منقسم کیا اور ہر حصے کا نام
چکھ رکھا چٹنا پنہ دریاے گنگ یعنی پدماندی کے کچھ سمت
پانچ چکے اور پورب طرف چھ چکے مقرر کئے اور ہر چکے کو چھوٹی چھوٹی زمینیں
میں منقسم کیا اور انکی تحصیل کے واسطے ایک ایک زمیندار مقرر کیا۔
دیناج پور اور راج شاہی کے ہندو راجگان اور دوسرے نامی زمینداران اس
مقرر کئے ہوئے ہیں یہ لوگ اس وقت سوا تحصیل مالگذاری کے اور کوئی وقعت اور ذمہ
نہیں رکھتے تھے بعد مقرر زمانہ دراز کے اولاد انکی مائے دار اور زور آور ہوئی اور یہ

عمدہ اونکا مورثی ہو گیا۔

مرشد قلیخان نے ان تدبیروں سے اضافہ خراج بنگالہ
میں ایک کروڑ چالیس لاکھ اٹھاسی ہزار روپیہ کا کیا جس میں سے
اخراجات ریاست اور مصارف دیوانی و سیاست ملکی اور فوجی اخراجات
کے بعد ایک کروڑ نو لاکھ روپیہ سالانہ محاصل خالصہ ریاست بنگالہ
کا خزانہ عامہ میں دہلی کے ارسال کرتا رہا۔ اور اس ارسال میں
میں کبھی تکاہلی اور تاخیر نہیں ہوتی تھی یہی وجہ تھی کہ سریر جہان بانی
پر دہلی کے جوشنشاہ کہ جلوس فرماتا تھا مرشد قلیخان کی صوبہ داری
کو قائم رکھتا تھا۔

کہتے ہیں کہ مرشد قلیخان تمام دفتر حساب اپنی نظر سے دیکھتا تھا
اور اس امر میں کسی پر اعتبار نہیں رکھتا تھا اور تحصیل خزانہ کے باب
میں نہایت سخت گیر تھا زمینداران بہرہ ہائے ریاست خورد و بزرگ
کیسکو یہ مجال نہ تھی کہ ایک دم بھی ادائے محاصل میں باقی رکھ سکے اسکے
احکام قاہرہ کی صولت اسقدر ہیبت ناک تھی کہ حکم صادر ہوتے ہی ساری
مالگذاری داخل خزانہ ہو جاتی تھی۔

مرشد قلیخان ہر فتنہ میں دور و زمند داد گستری پر بیٹھتا تھا
اور مراعات و انصاف اسکے ایسے بے لوث و حق بجانب

ہوتے تھے کہ شہرہٴ اُسکا تمام کناف ہند میں پھیلا ہوا تھا اور وہ ہمیشہ
ایک خاتون پر قانع تھا کبھی کسی دوسری عورت کی طرف مائل نہیں
ہوتا تھا۔ ملک میں قحط نہ ہونے پائے اس باب میں نہایت احتیاط
رکھتا تھا اس ملک کا غلہ کبھی باہر جانے نہیں پاتا تھا علوم و دینیہ و ارحکام شریعہ
سے اہل اسلام کے خود بھی خوب ماہر تھا اور علما و فضلاء کی بہت قدر و منزلت
کرتا تھا عادات اور خصائل اُسکے نہایت سادہ اور بے ریا تھے
اُسکے مزاج میں شہمت و خود نمائی مطلق نہ تھی مرشد قلیخان چوبیس
برس تک حکم رانی میں بنگالہ کے قائم رہا جس میں پانچ برس یوانی
اور سترہ برس صوبہ داری کی اور ۲۵ء ع میں اس جہان فانی سے
رخت حیات باندھ کر سفر جہان باقی کا اختیار کیا اور شجاع الدین ناظم
و دیوان بنگالہ کا مقرر ہوا۔

بہرہ یازدہم ذکر نظامت شجاع الدین

تا عہد صوبہ اری علی وردی خان نہایت جنگ

شجاع الدین المناطی شجاع الدولہ کہ خراسانی ترکمان خاندان
سے تھا عہد جوانی میں مرشد قلیخان سے ارتباط پیدا کر کے اوسکی لڑکی

شجاع الدین
المناطی بہ شجاع الدولہ

زیب النساء بگیم کو عقد نکاح میں لایا جب مرشد قلیخان پہلے دیوانی میں
بنگالے کے مقرر ہوا۔ شجاع الدین کو اٹریسیہ کی نیابت میں بھیجا
بعد انتقال مرشد قلیخان کے شجاع الدین نے بفرمان شاہنشاہی ناظم بنگالہ
مقرر ہو کر اپنے بیٹے سرفراز خان کو دیوانی میں بنگالہ کے منصوب کیا اور
واسطے تدابیر خیر امور ریاست کے انجمن کنکاش یعنی کونسل
مقرر کی کہ جس سے نہایت عظیمہ حکومت کے جاری ہونے لگے۔

جبوقت شجاع الدین نائب اٹریسیہ کا تھا اسکے رشتہ داروں میں
سے ایک شخص مرزا محمد نام اور اسکے دو لڑکے حاجی احمد اور مرزا محمد علی
عرف علی وردی خان کو ساتھ لیکر شجاع الدین کے پاس آیا شجاع الدین
نے انہیں اپنے ساتھ رکھا اور ہر طرح سعی انکی پرداخت میں کی چونکہ
دونوں لڑکے مرزا محمد کے تربیت یافتہ اور سنجیدہ تھے رفتہ رفتہ
درجات عالی پر پہنچے۔ حاجی احمد۔ مرزا محمد علی عرف علی وردی خان
راے عالم چند۔ اور جگت سیٹھ صرف سلطانی بھی لوگ ابالی انجمن
کنکاش یعنی ممبر مقرر ہوئے۔

صوبہ دار سابق مرشد قلیخان کی معتدل مزاجی پر شجاع الدین
کار بند نہیں ہوا بلکہ ٹرک اور حشمت و رعونت کا خواہان ہوا اور مکانات
دولت سراے مرشد قلیخان کے اسکی نظر میں حقیقہً ٹھہرے

اسلئے عمارات عالی شان بنوائیں اور فوج ریاست کی تعداد جو سابق میں پانچ ہزار تھی بچتیس ہزار کی۔ اور اخراجات ریاست بڑھائے۔

شجاع الدین نے اپنے داماد مرشد قلی خان ثانی کو کہ شاعر و فرخیاں تھا اور سرشار تخلص کرتا تھا نیابت میں ناظم بنگالہ کے ڈھاکہ میں بھیجا اور میر حبیب کو اسکی دیوالی میں مقرر کیا اسی زمانے میں راجہ تپہ کا برادر زادہ اپنے عم بزرگوار سے ناخوش ہو کر کسی مسلمان زمیندار کی پناہ میں آیا اس نے زمیندار نے اسکو میر حبیب سے بجا کر ملایا اور استعانت کی سفارش کی میر حبیب اس موقع کو غنیمت جان کر اسی بہانے سے ملک تپہ پر قبضہ کرنے کیلئے فوج عظیم لیکر قبل اطلاع راجہ کے اس کے ملک میں جا وارد ہوا۔

راجہ تپہ یہ خبر سنکر ہراساں ہوا اور تاب مقاومت کی نہ لاکر گوہستان کی طرف بھاگا۔ میر حبیب نے راجہ کے بھتیجے کو با شان و شوکت سریر ریاست پر تپہ کے بٹھایا اور اس سے حاکم بنگالہ کو خراج دینے کا وعدہ لیا۔ ملک تپہ جو کہ زمان پیشین سے خود سر ریاست تھی سلطنت اسلام کے شامل ہوا۔ شجاع الدین کی صوبہ داری کے دوسرے سال فخر الدولہ حاکم بہار کسی جرم میں معزول ہوا اور وہ صوبہ بھی صوبہ بنگالہ کے شامل اختیار میں شجاع الدین کے آیا اس نے

مرشد قلی خان ثانی

میر حبیب

مرزا محمد علی عرف علی وردی خان کو کہ نہایت دانشمند اور اکابرین سے
بارگاہ کے تھانیا بت میں بہار کے مقرر کیا اور وہ اس عہدے پر شائع
تک قائم رہا اور امورات ریاست کو بحسن انتظام انجام کیا۔

تیسرے سال مرشد قلی خان ثانی صوبہ اڑیسہ کی نیابت
میں مقرر ہوا اور میر حبیب کو اپنے ساتھ لے گیا۔ شجاع الدین نے اپنے
بیٹے سرفراز خان کو حاکم ڈھا کہ مقرر کر کے بھیجا اور غالب علی کو اسکا نائب
اور حبسوت رائے کو دیوان مقرر کیا۔ اس حبسوت رائے نے صوبہ
پیشین مرشد قلی خان کی ملازمت میں رہ کر صلاح جوئی اور امور ملکی
میں توجہ اور جزیسی خوب سیکھی تھی اسنے اس ملک کی ساری خرابیاں
اور بد انتظامیاں دور کر کے حسن انتظام سے رونق ملک اور رفاقت
رعایا زیادہ کی غرض حبسوت رائے کی تدبیرت شایستہ سے اس کا
آقا اور وہ دونوں بہت نیک نام ہوئے۔

سرفراز خان

حبسوت رائے

شایستہ خان کے عہد حکومت میں حسب طرح ڈھا کے میں
غلہ کی ارزانی تھی حبسوت رائے کی تدبیر سے بھی اسی طرح ارزانی
غلہ کی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ شایستہ خان کے وقت میں ایک روپیہ
میں آٹھ من چانول فروخت ہوتے تھے اور اسکی یادگار کے واسطے
شایستہ خان نے شہر میں ایک دروازہ بنا کر اوپر لکھ دیا تھا کہ جب تک

روپے میں آٹھ من
چانول

آٹھ من چانول ایک روپیہ میں نہ بچو اسے کوئی صوبہ دار اس دروازے
کو نہ کھولے جسوقت اسے نے اس کام کو پورا کر کے دروازہ کھول دیا۔
صوبہ دار شجاع الدین چونکہ سن رسیدہ ہو گیا تھا اور صوبہ داری
اور انتظامات ملکی میں بخوبی توجہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اپنے
بیٹے سرفراز خان کو ڈھاکے سے اپنے پاس طلب کیا اور اس نے
اپنے نائب غالب علی کو بلوایا۔ اور مراد علی نام ایک نوجوان جو اس کے
عزیز و نون میں تھا۔ اس کو ڈھاکہ کا نائب مقرر کر کے بھیجا۔ مراد علی
راج بلتہ کو ساتھ لایا۔ اور قلمدان پیشکاری کا اس کے حوالہ کیا یہ دونوں
انصاف دشمن اور ظلم دوست تھے ڈھاکے میں آکر ہر طرح کا ظلم و تعدی
شروع کی۔ جسوقت راج دیوان کو ان کے افعال سے نہایت نفرت
ہوئی اور ترک خدمت کر کے مرشد آباد چلا گیا جب کوئی ان کے افعال و
اطوار کی نگرانی کرنے والا نہ رہا تو مراد علی اور راج بلتہ نے اس قدر تعوی
اور سخت گیری شروع کی کہ ملک کو پامال اور نہایت زبون حال
کر دیا عہد حکومت میں شجاع الدین کے بنگالے میں طائفہ انگلش
فریج اور ڈچ نہایت صلح و اشتی و راستی سے بسر اوقات اور کاروبار
تجارت کرتے رہے اور اچھی ترقی کی تھی۔

طوفان شدید

اس عہد میں یعنی ۱۷۵۷ء میں ایک طوفان ہولناک طراف

کلکتہ میں ہوا کہ جسکا صدر تقریباً دو سو تیل کے فاصلے تک پہنچا تھا اور
 کٹہ کلکتہ اور اسکے اطراف کے لوگوں کو اس طوفان سے بڑا
 نقصان اور تباہی ہوئی تھی اور اسی زمانے میں زلزلہ بھی اس زور
 سے آیا کہ جس سے سیکڑوں مکانات گر پڑے کہتے ہیں کہ اس
 طوفان میں تخمیناً بیس ہزار کشتی غرق آب ہوئیں اور دو عدد جہاز
 انگریزوں کے کہ اس وقت کلکتہ کے دریا میں تھے پارہ پارہ ہو کر تہ
 آب ہو گئے تھے اور لاکھوں جانیں بنی نوع انسان کی اس حادثہ سے
 غرق آب فنا ہو گئی تھیں۔

قحط سالی

اس کے دوسرے برس بڑا قحط پڑا تھا جس سے لاکھوں آدمی
 تباہ اور ہزاروں جانیں ہلاک ہوئی تھیں اور اس قحط کا صدر دھاکہ
 تک پہنچا تھا یہاں بھی لوگوں کی بُری حالت اور بُری خرابیاں ہوئی
 تھیں حکام ملک نے اس قحط میں بُری بُری کوششیں اور تائید سکُنہ
 ملک کی جان بری کے واسطے کی تھیں اور غربا و مساکین کو سرکار
 صوبہ واری سے غلہ عطا ہوتا تھا اور رعایا کو مال گذاری واجب الادا معاف
 کی گئی تھی۔

شجاع الدین چوہدرے برس بنگالے کا صوبہ دار رہا اور نہایت
 عدل و انصاف اور اتحاد سے رعایا کے ساتھ حکمرانی کی وہ سالانہ

ایک کروڑ روپیہ سے زائد خراج بنگالہ کا وقت معہودہ پہ دہلی بھیجا کیا اور
 بھیجے وجہ اس کے عہدے کی استقامت کی تھی جب اُس نے دیکھا کہ وقت
 ناگزیر اور وداع جہان فانی قریب ہے اپنے بیٹے سرفراز خان کو
 بلوا کر بہت نصیحتیں کیں اور عہد لیا کہ حاجی احمد جگت سیٹھ اور راکے
 رایان جسونت راکے کی مشورت سے کبھی سرتابی نہیں کریگا اور ہمیشہ
 صالح اور صوابدید پر ان کے کار بند ہوگا۔ اور پھر بلا اجازت شہنشاہ دہلی
 کے خود ہی سرفراز خان کو مسند صوبہ داری پر بٹھایا اور یہ پہلا مرتبہ تھا کہ عہد
 سلطنت مغلیہ میں حاکم بنگالہ نے اپنا ولی عہد خود قائم کیا۔

سرفراز خان صوبہ دار
 بنگالہ

سبب یہ ہوا کہ اُس زمانے میں نادر شاہ والی ایران کی حملہ
 آوری سے دہلی میں کھلبلی مچ رہی تھی اور محمد شاہ شہنشاہ دہلی آخر
 حال زار میں پریشان تھا اس طرف توجہ کرنے کی اُس کو فرصت نہ تھی ۱۷۳۹ء
 میں شجاع الدین اس تیرہ خاکن ظلمانی سے عالم جاودانی کی طرف
 راہی ہوا اور اُس کے بیٹے سرفراز خان نے بلا مزاحمت کسی نوع کی مسند
 حکومت پر اپنے والد بزرگوار کے جلوس کیا اور بائید پروانگی قیام
 حکومت صوبہ داری کے دہلی کو سفیر بھیجا اور تحائف اور خراج رسانی
 کے ذریعہ سے فرمان شاہی حاصل کیا اور علاء الدولہ سرفراز محمد خان
 مخاطب ہوا۔

سرفراز خان چند روز اپنے والد بزرگوار کی وصیت کے بموجب
 حاجی احمد راے عالم چند اور جگت سیٹھ کی مشورت پر عمل کیا مگر طبیعت
 اُسکی زاید مولعب کی طرف مائل تھی اور چند اشخاص کہ دشمن حاجی احمد کے
 تھے محب اور مشیر کار اُسکے ہو کر حاجی احمد اور دوسرے مشیر کاران
 ریاست کی طرف سے اُسے برگشتہ خاطر کر دیا حاجی احمد نے سب حال اُسکے
 بھائی علی وردی خان مہابت جنگ کو جو صوبہ بہار کا حاکم تھا لکھا اور
 جگت سیٹھ بھی سرفراز خان سے کنارہ کش ہوا علی وردی خان نے
 شکایت مولئی اور ناقابلیت سرفراز خان کی شہنشاہ دہلی کو لکھی اور
 اپنے نام میں سندھ صوبہ داری بنگالہ کی درخواست اور وعدہ کیا کہ خزان
 مقررہ پر سالانہ ایک کروڑ روپیہ اضافہ دیا جائے گا اسی عہد پر علی وردی
 خان نے بارگاہ شہنشاہ دہلی سے صوبہ داری بنگالہ کی سند اور حسام الدولہ
 شجاع الملک مہابت جنگ کا خطاب حاصل کیا اور فوج ظفر موج
 لیکر عظیم آباد سے مرشد آباد کی طرف آیا جب یہ خبر سرفراز خان کو پہنچی
 اُسنے بھی ترتیب لشکر کی کی اور فوج گران لیکر شہر سے باہر نکلا جب
 دونوں لشکر مقابل ہوئے تو علی وردی خان نے سرفراز خان کو
 لکھ بھیجا کہ اگر ان چند اشخاص کو جنگی اغوا سے بد عملیوں پر آمادہ ہوے
 ہو اپنے دربار سے نکال دو اور سابق مشیران ریاست کی صلاح پر

عمل کرو تو ہرگز تمھاری حکومت اور ریاست پر دست اندازی نہیں
کرونگا۔ لیکن سرفراز خان نے قبول نہیں کیا اور جنگ جہل شروع ہوئی
یعنی محاربہ عظیم پیش آیا ناگاہ ایک گولی سرفراز خان کو ایسی لگی کہ عہد
گاہ ہر دین جان بحق تسلیم ہوا۔ اور اسکی فوج نے گرنیر اختیار کی۔
علی وردی خان نے بفتح و فیروزی مرشد آباد میں داخل ہو کر مسند
حکومت پر جلوس کیا اور سرفراز خان کے عیال و اطفال کو ڈھاکے
میں بھیج دیا اور تین سو ہزار روپیہ انکا وظیفہ مقرر کیا۔

بہرہ دوازدہم ذکر صوبہ داری علی وردی خان

مہابت جنگ تاعہد حکومت سراج الدولہ

علی وردی خان
صوبہ دار بنگالہ

۱۲۸۰ء میں علی وردی خان مخاطب بہ حسام الدولہ شجاع الملک
مہابت جنگ نے پینسٹھ برس کی عمر میں مسند صوبہ داری پر بنگالہ بہار اور
اڑیسہ کے جلوس فرمایا۔ اسنے عہد حکومت میں شجاع الدین کے
بیش برس خدمات مالی و ملکی انجام کر کے نہایت تجربہ کاری حاصل
کی تھی۔ اور انجن کنکاش میں شجاع الدین کے بہت قدر
و منزلت رکھتا تھا اور گیارہ برس صوبہ داری میں بہار کی قایم ہر نہایت
حسن سلوک اور زیر کی سے امورات ریاست کو انجام کیا تھا اور وہ عہد

ایک کروڑ روپیہ اضافہ خراج اور شیکش گران بہا شنہ شاہ دہلی کو بھیجا گیا۔ اسی وجہ سے ہمیشہ نظر غایت شاہنشاہی اسپر مبذول رہی۔

علی وردی خان کے کوئی لڑکا نہیں تھا صرف تین لڑکیاں تھیں جو اُسکے بھائی حاجی احمد کے تین لڑکوں سے بیاہی گئی تھیں۔ بڑی لڑکی کے شوہر نواز ش محمد خان مخاطب بہ احتشام الدولہ شہادت جنگ کو ڈھاکے کا حاکم مقرر کر کے بھیجا اور سب سے چھوٹی لڑکی کے شوہر زین الدین خان مخاطب بہ احترام الدولہ بہت جنگ کو بہار کی حکومت پر مامور کیا اور زین الدین کے بیٹے مرزا محمد کو وارث اپنی ریاست کا قرار دیکر بہ خطاب سراج الدولہ مخاطب کیا اور محمد علی لڑکی کے شوہر سعید احمد خان مخاطب بہ مہام الدولہ صولت جنگ کو اٹریسہ کی ریاست پر مقرر کیا۔

نواز ش محمد خان

زین الدین خان

سعید احمد خان

قبل اسکے مذکور ہوا ہے کہ صوبہ دار پیشین شجاع الدین نے اٹریسہ کی حکومت اپنے داماد مرشد قلی خان ثانی کو دی تھی اور اسکا مشیر باتدیر حسیب بھی اُسکے ساتھ گیا تھا وہ ہنوز اسی مسند حکومت پر قائم تھا بعد ازاں وزیر علی وردی خان کے ہرچہ کہ مرشد قلی خان نے چاہا کہ علی وردی خان کی اطاعت کرے مگر بی. بی. اور داماد باقر علی خان کی مشورہ اور اشتعال سے علی وردی خان کے ساتھ جنگ وجدل سرپیش آیا۔

اور ناکام ہو کر مچھلی بندر کی طرف گزیر کیا اور حکومت اڑیسہ کی سعید احمد خان
 صولت جنگ کو ملی۔ اسی واقعہ کے بعد واسطے سرانجام مہمات دیوانی
 ہر شہ صوبہ کے علی وردی خان نے اپنے بڑے داماد نواز شش
 محمد خان شہامت جنگ کو ڈھاکہ سے مرشد آباد میں طلب کر کے عہدہ
 دیوانی پر تینوں صوبوں کے مقرر کیا اور حسین قلی خان کو نیابت
 مین حکومت ڈھاکہ کے مامور کر کے بھیجا۔

علی وردی خان بڑا شجاع اور زیرک صوبہ دار تھا اُس نے اپنی صوبہ دار کو
 بڑی بڑی جانفشانی سے قائم رکھا اسکے عہد حکومت میں کئی بار
 مرہٹوں نے بنگالے پر تاخت کی اور مرشد قلی خان ثانی کا داماد باغی
 اور اُس کے مشیر میر حبیب اور مصطفیٰ خان سے جو کہ پہلے سپہ سالار
 علی وردی خان کا تھا اور آخر کو جس نے کشتی اور بغاوت کی تھی اکثر جنگ
 وجدل کی تھی مگر علی وردی خان سب کو زیر کر کے لو اے نصرت
 و فیروزی ہمیشہ بلند کرتا رہا۔ کہتے ہیں کہ مدت دس س تکیان لڑائیوں میں مصروف تھا۔

زین الدین خان المخاطب بہ احترام الدولہ ہیت

جنگ نایب و حاکم بہار علی وردی خان کا چھوٹا داماد حبیب مراد شیر خان
 کے ہاتھ سے عظیم آباد میں مارا گیا۔ علی وردی خان نے زین الدین خان کو بیٹے مرزا محمد قاسم
 سراج الدولہ کو حاکم بہار اور راجہ جانکی رام کو اسکا نائب مقرر کر کے بھیجا اور یہی

وجہ عداوت فیما بین سعید احمد خان صولت جنگ حاکم اڑیسہ و سراج الدولہ
کی ہوئی۔ کیونکہ علی وردی خان نے پہلے وعدہ کیا تھا کہ نیابت
صوبہ داری بہار کی سعید احمد خان صولت جنگ کو دیگا مگر پیاس محبت
سراج الدولہ و راضیہ سے اُسکی والدہ کو مجبور ہو کر خلاف وعدہ کے عمل میں لایا۔

۱۲۵۷ء کے اوایل میں علی وردی خان کا دوسرا
نواسہ سراج الدولہ کا بھائی اکرام الدولہ جسکی نوازش محمد خان شہامت
جنگ نے پرورش کی تھی۔ انتقال کیا اُسکے مرنے سے نوازش محمد خان
کو کہ از حد اس سے محبت رکھتا تھا نہایت قلق ہوا۔ یہاں تک کہ ہوش
و حواس میں فرق آگیا اور نوے زاویہ نشین ہو گیا۔

سراج الدولہ نے کہ اب میدان خالی پایا علی وردی خان
کی غایت محبت اور تملطفات بجا کے سبب از حد ظلم دوست اور
باز چلین ہو گیا۔ چونکہ علی وردی خان کی عمر اسوقت انسی برس کی ہو گئی
تھی اور کسب سنی کیوجہ سے کسی قدر وہ مضبوط الحواس ہو گیا تھا سراج الدولہ کی بد
کرداری اور جفا شعاری کی چند ان خبریں میں رکھتا تھا۔ اب سراج الدولہ
کو داعیہ یہ ہوا کہ حسین حیات میں علی وردی خان کے چند عظماء
دولت کو جسے کہ وہ عداوت قلبی رکھتا تھا ہلاک کرے۔ خصوصاً حسن قلی خان
نائب ڈھاکہ اور اُسکے بھتیجے حسین الدین خان کو کہ اپنے گمان میں جانتا تھا۔

اکرام الدولہ

کہ انھوں نے بہت سی دولت علی و ردی خان اور نوازش محمد خان کے
گھر سے بیکڑ جمع کی ہے۔ آخر کار فریب کی راہ سے دھوکا دیکر علی و ردی خان
اور نوازش محمد خان سے انکے قتل کا حکم لیا اور تدبیر میں تھا کہ پہلے حسین الدین
خان کا کہ ڈھاکہ کے مین استقامت رکھتا تھا کام تمام کرے بعد ازان
اسکے چچا حسین قلی خان کو مارے اس مین اتفاق یہ ہوا کہ مرزا باقر اور
اسکا لڑکا مرزا محمد صادق عرف صداقت محمد زیندار بعضے از پرگنات
بجھائی یعنی پورب بنگالے کے مرشد آباد مین وارد ہوئے اور سرسج الد
سے ملے یہ نہایت اخلاق و الطاف سے پیش آیا اور انھیں حسین الدین
خان کے قتل پر آمادہ کیا۔ اور صداقت محمد کو بہادری کا خطاب دیکر
بطمع عنایات فراوان ڈھاکہ کے مین بھیجا وہ بیان پہونچکر پہلے کو تو ال
شہر سے سازش کر کے شب کے وقت چار پانسو آدمی لیکر قلعہ مین
در آیا اور حسین الدین کو قتل کیا۔

قتل حسین الدین خان

کہتے ہیں کہ اُس روز حسین الدین خان کو غون سا ہو گیا تھا یعنی جس
شب کو قتل ہوا اسکے قبل نکو لباس سُرخ پہنکر بار بار اپنی جگہ سے
باہر آتا تھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہتا تھا کہ آؤ دیر کیوں کرتے ہو
اسکے قبل اور بھی بہت سی کترین دیوانہ پن کی کرتا تھا جس وقت محمد صادق
اسکے سامنے پہونچا اور قتل کا ارادہ کیا چند کس اسکے رفیق جو کہ حاضر تھے

تاب مقابلہ کی نہ لاکر کافور ہو گئے وہ بیچارہ تن تنہا محمد صادق کے ہاتھ سے قتل ہوا صبح کو جب یہ خبر شہر میں منتشر ہوئی بعض اراکین شہر مثل مرزا علی نقی شہر امین کہ قرابت قریبہ اس مظلوم سے رکھتا تھا اور میر ابو تراب وغیرہ چند اشخاص محمد صادق کے پاس گئے اور تواضع و نرمی سے پوچھا کہ آپ بیان کی حکومت کی کیا سندر رکھتے ہیں اُسے تلوار کھول کر دکھائی کہ یہی سند ہر اُن لوگوں نے ازراہ مصلحت اُس وقت کچھ نہیں کہا اور آداب بجا لاکر قلعہ سے باہر ہوئے اور فوج شالیستہ ترتیب دیکر پہلے مرزا باقر کو کہ ہمراہ اپنے بیٹے کے آیا تھا قتل کیا۔ بعد ازاں قلعہ میں تاخت کر کے محمد صادق پر یورش کی چونکہ وہ اس سے آگاہ ہو گیا تھا اُسے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ یہ لوگ پورب کی طرف سے دیوار قلعہ توڑ کر اندر گھسے لیکن محمد صادق دوسری راہ سے نکل گیا تھا ہاتھ نہیں آیا۔

قصہ کوتاہ وہ بھاگ کر مرشد آباد چلا گیا اور آخر کو میر جعفر خان کی وقت میں اسکے لڑکے میرن کے ہاتھ سے کسی جرم میں مارا گیا۔ بعد قتل حسین بن خان کے مہمات مالی و ملکی میں ڈھاکہ کے نہایت ہی بد انتظامی اور ابتری نے راہ پائی ایسے بند و بست خراج اور انتظام امورات ملکی کیوں اسطے علی وردی خان مہابت جنگ نے نوازش محمد خان شہنشاہ جنگ



Santi Press, Dacca.

کے دیوان راجہ راج بلیہ کو تعین کیا اُسے قریب دو مہینے کے ڈھاکہ میں
رہ کر سارے امورات کا بند و بست کیا اور اموال خانہ اور زمینداری
محمد باقر اور محمد صادق کشندہ حسین الدین خان کی ضبط کر کے
مرشد آباد میں مراجعت کی۔

حسین الدین خان مقتول نیابت صوبہ داری میں ڈھاکہ
کے بارہ برس تھا۔ بعد ازاں علی وردی خان مہابت جنگ نے
سلسلہ ہجری میں نواب جسارت خان کو عہدہ نیابت صوبہ داری میں
میں مقرر کر کے بھیجا اور وہ تا ایام صوبہ داری میر محمد جعفر خان کے
پایہ نیابت صوبہ داری میں ڈھاکہ کے قائم رہا اور جب نظامت
بنگالہ کی انگریزوں کے ہاتھ میں آئی نیشن خوار نواب ہوا۔

سراج الدولہ نے بعد فراغت تمام کار حسین الدین خان کے قتل
حسین قلیخان کے درپے ہوا اور علی وردی خان سے اجازت
چاہی اسنے جواب دیا کہ یہ امر بے مرضی نواز ش محمد خان شہامت جنگ
کی کہ وہ حاکم ڈھاکہ اور آقا حسین قلیخان کا ہے نہیں ہو سکتا ہے مگر
بعوض منع کرنے اس امر زشت کے علی وردی خان شکار کا بہانہ
کر کے مرشد آباد سے راج محل کی طرف چلا گیا۔ زوجہ علی وردی خان
کی اشتعال سے سراج الدولہ کے نواز ش محمد خان شہامت جنگ

کے پاس گئی اور حسین قلیخان کے قتل کا کہ محض بیگناہ تھا اس قدر عاکی اور
گھسیٹی بیگم زوجہ نوازش محمد خان نے بھی لبشمول اس کے اس بارے میں
اپنی خواہش ظاہر کی نوازش محمد خان نے ان کے کہنے سے مجبور ہو کر
اجازت اس امر کی سراج الدولہ کو دی۔

سراج الدولہ ایسا پاتے ہی بہت سی سپاہ لیکر حسین قلیخان کے مکان
پر کہ اندون وہ اجل گرفتہ مرشد آباد میں وارد تھا پہنچ کر اسے مکان کے
اندر سے کھینچ کر باہر نکالا اور روبرو اپنے اس بیگناہ کو علف تیغ بدیع
کا کروایا اور اس کے بھائی حیدر قلیخان کو بھی جو نابینا تھا اسی وقت ذبح
کروا ڈالا۔ کہتے ہیں کہ جب نوازش محمد خان ان دونوں مقتولوں کو
ہندوستان سے اپنے ساتھ لایا تھا عہد کیا تھا کہ انکی حمایت اور حفاظت
کریگا۔

قتل حسین
قلیخان

علی وردی خان باوجود دانش ور اسے بزرگ کے سراج الدولہ
کی الفت میں ایسا مجبور ہو گیا تھا کہ اسکی حرکات ناشائستہ کی طرف
مطلق توجہ نہیں کرتا تھا۔ اسکے تھوڑے دنوں کے بعد نوازش محمد خان تہا
ہنگو انتقال کیا اور بعد دو مہینے کے اسکا بھائی سید احمد خان صولت جنگ ایہی ملک
بقا کا ہوا۔ نوازش محمد خان کی بیوہ گھسیٹی بیگم دختر علی وردی خان
اس وقت ڈھاکہ کے مین بھٹی علی وردی خان نے نواب جسارت خان نا

دعا کہ کو اسکی حفاظت اور خبر گیری کی تاکید کی۔ نواب جسارت خان بکلیشہ
 اس بیوہ کی حفاظت اور خبر گیری کرتا رہا۔ نوازش محمد خان اور سعید احمد
 خان کے انتقال سے علی وردی خان نہایت شکستہ دل اور کار و
 کردار سے سراج الدولہ کے افسر و خاطر ہو کر شہ ۱۲۵۷ء کی ۱۹۔ اپریل کو
 استسقا کے عارضہ سے ترک قالب عنصری کا کیا۔

انتقال علی وردی خان

علی وردی خان صلح و جنگ اور رزم و بزم میں نہایت استعداد رکھتا
 تھا اور بہت و جرات و ہوشیاری و دور اندیشی میں بھی بہت طاق
 تھا ابتدا سے جلوس مسند صوبہ داری سے مدت دس سال تک برائے جنگ
 و جدل میں مرہٹوں اور اپنے افسران بغاوت شعار کی سزا دہی
 میں مصروف رہا اور پانچ برس نظم و نسق امور مالی و ملکی اور صلح
 و اشتی و غیرہ کے کاموں میں گزارا حزم و تحمل بدرجہ اتم اسکی ذات
 میں تھا۔ چنانچہ اسکا سپہ سالار مصطفیٰ خان ہمیشہ کلکتہ کے انگریزوں
 پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ لیکن وہ آپس عمل نہیں کرتا تھا بلکہ
 جواب میں یہ کہتا تھا کہ اگر آتش فتنہ سمندر کی طرف بھڑک اٹھے تو کون
 اسے بجھائے گا۔ نہیں جانتے کہ طالبہ انگریزوں کا کارزار بحری میں بُری
 قدرت رکھتا ہے اگر کسی طرح کی کاوش افسے کی جائے تو کار و بار
 تجارت بحری اس ملک کا ایک بار تہ آب ہو جائیگا۔ اس کے عہد ریاست

مین طایفہ فریخ و ڈیچ اور انگریز صلح اور امن سے تھے۔ اسکا نواسہ سراج الدولہ
جو کبھی انگریزوں کی طرف نظر بد کرتا تو علی وردی خان اکثر بطور مشین گوئی
کے کہتا کہ دیکھنا یہ ملک آخر انگریزوں کے قبضہ اقتدار میں آئیگا۔ اور
اسکے دل میں ہمیشہ یہ غلط فہمی رہتا تھا کہ بعد مرگ میرے یہ ریاست انگریزوں
کے ہاتھ چڑھ گئی۔

علی وردی خان ہر چند کہ ساری صفتوں میں موصوف تھا مگر ایک عیب
اسکی ذات میں یہ تھا کہ سراج الدولہ سے از حد محبت رکھتا تھا اور یہی باعث
ساری خرابیوں کا ہوا آخر جب سراج الدولہ کی بد اعمالی اور لوہا شناسی
منشی اسپر ظاہر ہوئی تو اپنے کئے پر یعنی محبت سے سراج الدولہ کے
ساتھ کرنے پر بہت نادم ہوا اگر اب کیا ہوتا ہے کار باز دست رفتہ و تیراز کمان جستہ
بود یعنی ولی عہد کر چکا تھا اور سارے اختیارات اسکو حاصل ہو چکے تھے
کہتے ہیں کہ جب علی وردی خان بستر مرگ پر پڑا تھا بعض ملازموں نے
سراج الدولہ کی مسند نشینی کی سفارش کی جو ابیدار کہ بعد میرے مرنے
کے اگر تم دیکھو کہ سراج الدولہ میں روز بھی اپنی وادی سے خوش کردار
اور نیک سلوکی سے پیش آئے تو تمہیں بھی اسکی ذات سے کچھ امید
ہو سکتی ہے۔

بہرہ سیزدہم ذکر حکومت سراج الدولہ

تاہم مراجعت افواج انگلشیہ بکلمتہ

اب تذکرہ اس انقلاب کیا جاتا ہے کہ ملک بنگالے میں ایک جوان متکبر مزاج۔
انصاف دشمن ظلم دست خیزہ باطن عیاش طبیعت کی مندر نشینی سے اسکے
باشندوں پر جو ذلتیں وقوع میں آئیں اور منظور الہی سے یہ ملک
بلکہ سارا ہندوستان ایسی ایک قوم نیک نہاد انصاف منش رعیت پرور
کے ہا۔ میں آیا کہ جسکے عہد حکومت میں ملک سر نو سے آباد اور رعایا مرفہ
حال شاد اور ہر طرح سے امن و آمان ہوئی۔

مند نشینی
سراج الدولہ

سراج الدولہ شہنشاہ کی دشوین اپریل کو مسند حکومت پر صوبہ بنگالہ
اور بہار کے جلوہ گر ہوا اسوقت شہنشاہ دہلی کا ایسا حال زبون تھا کہ سراج
کو اس جلوس کے باب میں حصول فرمان شاہی کی پروا اور ضرورت نہیں
ہوئی۔ مسند حکومت پر بیٹھتے ہی اسنے پہلے اپنی خالہ گھسیٹی بیگم کا مال موال
کو اسکے شوہر نوازش محمد خان سولہ برس ڈھاکے میں حکمرانی کر کے
زر کثیر جمع کیا تھا اور اسکے انتقال کے بعد وہ سب مال اسی بیگم ہی کے
ہاتھ میں تھا۔ اسکے لٹو کو فوج متعین کی اور سارا نقد و جنس مال و اسباب
اس بیوہ کا لوٹکر اسکو مکان سے نکلوا دیا اور دوسری خالہ رابعہ بیگم

زوجہ سعید احمد خان کی طرح سے دھمکا کر اسکی بیوہ لڑکی کو جو اس کے
 بھائی اکرام الدولہ کی جو روحی اپنے عقد نکاح میں لایا اور میر جعفر کو فوج کی
 بخشی گیری سے معزول کر کے میردن کو جو رفیق حسین الدین خان برادر
 زادہ حسین قلیخان کا تھا ڈھاکے سے طلب کر کے عہدہ بخشی گیری پر مقرر کیا۔
 راجہ راج بلبہ نائب یوان نوازش محمد خان نے اس ملک سے لوٹ ماراج
 کر کے بہت سامال جمع کیا تھا اور سراج الدولہ کی نظر بد ہمیشہ سے اُس پر
 تھی نوازش محمد خان کے انتقال کے وقت راجہ راج بلبہ مرث آباد
 میں تھا ہر چند کہ علی وردی خان اسوقت زندہ تھا مگر یہ سبب کبر سنی کے
 ہوش و حواس قائم نہیں تھے سراج الدولہ ہی کی حکومت جاری تھی اس نے
 راجہ راج بلبہ کو شہر آباد میں قید کر لیا اور اسوقت اس کے اموال کے ضبط
 کرنے کے واسطے ڈھاکے میں حکم بھیجا مگر راج بلبہ کے بیٹے کشن داس نے
 اپنے باپ کے قید ہونے کی خبر سنتے ہی سارا زر و جواہر مال و عیال لیکر
 کلکتہ چلا گیا اور انگریزوں کی پناہ میں رہا تھا۔ بعد جلوس مسند حکومت سراج الدولہ
 کو کہ ہمیشہ سے انگریزوں کی طرف سے دیکھتا تھا یہ خیال ہوا کہ وہ
 سب مال اپنے قبضے تصرف میں لائے اس لئے انگریزوں کو سفیر بھیج کر
 پیغام دیا کہ کشن داس کو ہمارے پاس بھیج دیں مگر انگریزوں نے اس وقت
 کچھ جواب نہیں دیا۔

کشن داس

سراج الدولہ نے صوبہ اربھوکر علی وردخیان کے ملازمان قدیم کو معزول کر کے انکی جگہ پر جوانان عیاش طبیعت اور اوباش منش کو مقرر کیا اور انکی اشتعال سے ہر طرح کے بُرے کاموں کی طرف رغبت کرنے لگا اور نہایت جفاکار اور بدکردار نکلا یہاں تک کہ کیسیکی دولت اور عزت اسکے ہاتھ سے نہ بچی۔ کتے بہن کہ سُکنا سے شہر مرشد آباد سراج الدولہ اور اسکے رفقاء بدکردار شہوت پرست کے ظلم بچا ہے اسے تنگ آئے تھے کہ جب کہیں انہیں راہ میں دیکھتے تھے تو ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ سے فریاد کرتے کہ بار خدا یا ابھین غارت کر اور ہمیں انکے شر سے بچا۔ آخر اکین ملک اُن تعدیوں کی تاب نہ لا کر درپے اس امر کے ہوئے کہ دوسرے کسی کو مسند ریاست پر بٹھائیں اور شورہ کر کے شوکت جنگ کو جوہا کم پوینہ اور چچا زاد بھائی سراج الدولہ کا تھا لایق اس امر کے ٹھہرا کر ایک سیفر مع عرضداشت دہلی گوروانہ کی اور شہنشاہ سے فرمان نظامت صوبہ بنگالہ و بہار کا بنام شوکت جنگ کے چاہا شہنشاہ نے انکی درخواست کو منظور کیا اور فرمان عطاے نظامت ہر دو صوبہ کا بنام شوکت جنگ کے صادر فرمایا۔

سراج الدولہ کا بر ملک کے شورہ سے آگاہ ہوتے ہی فوراً فوج لیکر باروہ ہلاکت شوکت جنگ کے روانہ ہوا۔ راج محل تک پہنچا تھا کہ اسکے

شوکت جنگ

خط کا جواب جو انگریزوں کو کشن داس کے بارے میں لکھا تھا کلکتہ سے
 پہنچا مضمون اُس کا یہ تھا کہ ہم لوگ تمہارے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے اس
 کے نتیجے ہی آخر نہایت غضب ناک ہو کر کل افواج جو اسکے ہمراہ تھی سوا
 اُس کے اور بھی بہت سی فوج اور توپیں لیکر وار د کلکتہ ہوا۔ اور انگریزوں
 اکی کو ٹھیان اور حصار جو واسطے محافظت کو انھوں نے بنائی تھیں زیر و زبر
 کر کے سیکڑوں انگریزوں کو ہلاک کیا مگر وہ مال جسکی خاطر اس قدر خونریزی
 اکی ہاتھ نہیں لگا جب کشن داس کو اسکے سامنے حاضر کیا بسکولقین تھا کہ
 قتل کا حکم دیا خلافت اسکے سرانج الدولہ نے اُس کے جرائم سے درگزر کی اور
 خلعت بخشا۔

سراج الدولہ کو کلکتہ میں انگریزوں کے مانخانہ سے صرف پچاس
 ہزار روپیہ دست دیں ہوا۔ وہاں سے ہو گئی پہنچ کر ڈیچ اور فریج کو بہت
 دکھا کر ڈیچ سے چار لاکھ اور فریج سے ساڑھے تین لاکھ روپیہ لیکر مرآباد
 چلا گیا بعد لوٹنے اور تاراج کرنے کا راجنات انگریزوں کے سراج الدولہ
 کو پھر جوش ہوا کہ پورنیہ جا کر شوکت جنگ کو تباہ کرے اسلئے اپنے ایک
 نوکر کو فوجدار مقرر کر کے شوکت جنگ کے نام فرمان بھیجا کہ دفتر فوجداری
 اس شخص کے حوالہ کر کے خود دست بردار ہو جائے۔ شوکت جنگ یہ
 نوشتہ پا کر نہایت خشمناک ہوا اور مارے غصے کے بخود ہو گیا۔ اور

اس کے جواب میں یہ لکھا کہ استحقاق صوبہ داری صوبجات بنگالہ اور بہار کا سمجھ کو ہے اور سند شاہی رکھتا ہوں سراج الدولہ کو فرمان ہے کہ مرشد آباد چھوڑ کر جہان چاہے چلا جائے۔

سراج الدولہ اس جواب سے برا فروختہ ہوا اور فوج لیکر پورنیہ کی طرف روانہ ہوا شوکت جنگ بھی آمادہ جنگ ہو کر پورنیہ سے آگے بڑھا دونوں لشکر مقابل ہوئے اور جنگ شروع ہوئی چونکہ شوکت جنگ کا سامان جنگ اور انتظام فوج اچھا نہیں تھا شکست پا کر مارا گیا سراج الدولہ منظر و منصور ہو کر پورنیہ پہنچا اور شوکت جنگ کا سوال اور خزانہ لوٹ کر نوے لاکھ سے زائد روپیہ اور اسکے عیال کو مرشد آباد لے آیا۔

بہرہ چہار دہم ذکر مراجعت افواج انگلشیہ کلکتہ

و تسخیر بنگالہ تاعمد حکومت میر جعفر خان

اب انگریزوں کا عزم باجزم ہوا کہ سراج الدولہ سے مکافات اُن تعدیوں کی جو کہ کلکتہ میں ان کے حال پر کی تھی لین۔ اسلئے سرگشت بیان کی مدراس کے انگریزوں کو جو وہاں اقتدار حکومت کا رکھتے تھے لکھا اور استدعا و امداد کی کہ حاکم مدراس و راہبالیان انجن شورہ کارخانہ جات مدراس کو کئی ایک جہاز جنگی اور تھوڑی سی فوج دیسی جمع

کر کے اڈمرل وائسن کو حاکم مراکب جنگی اور کرنیل کلائیو کو سالار فوج مقرر کر کے بھیجا۔

۱۵۷۷ء کی ۲۷ ستمبر کو کلائیو مع افواج انگلشیہ مقام مایہ پور میں جو قریب کلکتہ کے ہے پہنچا اور وہاں سراج الدولہ کے قلعہ دار سے مقابلہ ہوا اور اسے ہزیمت دیکر کلکتہ میں وارد ہوا اور ۱۵۷۷ء کی دوسری جوری تک سارا انتظام کلکتہ کا درست کر لیا۔ کلائیو کو یقین تھا کہ سراج الدولہ کو جب تک کچھ شدید نوگی صلح پر راضی نہ ہوگا اسلئے اسے ہتھیاروں کو بھیگی میں لیجا کر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ سراج الدولہ یہ خبر سن کر نہایت برا فروختہ خاطر ہوا اور چالیس ہزار فوج جرار لیکر انگریزوں کے مقابلے کو آیا۔ کلائیو کے ساتھ اس وقت سات سو گورے اور بارہ سو ہندوستانی سپاہی تھے ہر چند کہ کلائیو نے صلح کا پیغام بھیجا۔ لیکن سراج الدولہ نے سنیں مانا آخر جنگ و جدل کی ٹھہری اور سراج الدولہ کو شکست ہوئی۔ اب انگریزوں کی ہدایت سراج الدولہ کے دل پر چھا گئی اور صلح پر راضی ہوا کلائیو نے بھی صلح کو مصلحت وقت سمجھا اور عہد نامہ لکھ لیا۔ کلائیو نے انگریزوں کا سارا استحقاق جو سابق میں تھا اور معافی محصول اموال تجارت اور ایفائے نقصان انگریزان جو کلکتہ میں ہوا تھا انہیں اختیار استحکام کلکتہ وغیرہ شروط سراج الدولہ سے لکھوا لیا۔

سراج الدولہ نے حالت مغلوبی میں یہ غمزدہ لکھ دیا لیکن دل میں ہمیشہ
نصہ و غضب بہ نسبت انگریزوں کے رکھتا تھا اور فرصت وقت و موقع پاتا
تھا کہ کسی طرح انکو زیر کرے اسلئے بار بار فریخ کو لکھا کہ بنگالے میں اگر
انگریزوں سے مواخذہ کرے چنانچہ یہ خطوط انگریزوں کے ہاتھ آ گئے
تھے کلايو کو تردد ہوا کہ اب کیا کرنا چاہیے اس میں بعض اراکین ریاست
سراج الدولہ نے کہ اس کے ہاتھ سے آزردہ ہوئے تھے انگریزوں کو لکھا کہ
بہ سبب متفق الہ اس امر کے ہیں کہ انگریز لوگ فوج کشی کریں اور
سراج الدولہ کو مسند ریاست سے اتار کر میر جعفر خان کو اسکی جگہ صوبہ دار
بنالیں اور اس میں سارے اراکین ریاست انگریزوں کی مدد کریں گے
اس خط کے پانے سے انگریزوں کو تردد ہوا کہ اس امر خطیر و معاملہ
سنگین میں کیونکر در آمد ہوں مگر کلايو کہ بہت عالی رکھتا تھا مستعد ہوا اور
کرمیت مضبوط باندھی اور رشتہ نامہ پیام کا جاری کیا جب ساری
بانیں ٹھیک ہو گئیں کلايو نے سراج الدولہ کو لکھا کہ اسنے انگریزوں
کے نقصانوں کا ایفانین کیا بلکہ انکی تباہی کے واسطے طائفہ فوج
کو ہمیشہ اشتعال دے رہا ہے اسلئے وہ خود (کلايو) اس امر کے تصفیہ
کے واسطے مرشد آباد آتا ہے۔

سراج الدولہ کو اس خط سے نہایت تشویش ہوئی اور فوج لیکر مرشد آباد

سے پلاسی میں آیا۔ ادھر سے کلا یو بھی مع فوج وہاں پہونچا اور لڑائی شروع ہوئی جب سراج الدولہ نے دیکھا کہ میرے افسران فوج لڑنے میں کوتاہی کر رہے ہیں اور واجبی لڑائی نہیں لڑتے ہر سان ہو کر مرشد آباد چلا گیا وہاں جا کر اپنے اراکین دولت کو شورہ کیواسطے طلب کیا لیکن کوئی نہیں آیا تب تو وہ ڈرا اور یقین ہوا کہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا اپنی جان بچانے کے لیے اور طائفہ فریخ سے مدد لینے کی خاطر بھگوان گولے کی طرف روانہ ہوا۔

بہرہ پانزدہم ذکر جلوس میر محمد جعفر خان برہند

صوبہ داری بنگالہ و بہارت اعمد حکومت میر قاسم

ادھر کلا یو اور افسران سراج الدولہ نے مرشد آباد پہونچ کر میر محمد جعفر خان کو مسند صوبہ داری پر بٹھایا اور سارا انتظام درست ہو گیا۔ میر جعفر خان نے مرشد ایالت پر جلوس کر کے سراج الدولہ کی گرفتاری کا حکم دیا اور لوگ اسکی تالاش کو روانہ ہوئے۔ سراج الدولہ بھگوان گولہ سے راج محل تک پہنچا تھا کہ وہاں کسی فقیر کی جاسوسی سے کہ جب وہاں ستایا تھا گرفتار ہو کر مرشد آباد میں آیا اور میر محمد صادق خان عرف میرن خلف میر محمد جعفر خان کے حکم سے قتل کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ جسوقت نعرش سراج الدولہ کی واسطے تشہیر کے باقی پر گھر
 شہر میں پھرانے لگے چوک کے ترپولیہ کے قریب آکر ہاتھی ٹھہر گیا اور جس
 جگہ کہ نعرش سے حسین قلیخان کی کہ وہ بھی اسی طرح تشہیر کیا گیا۔ خون پکا
 تھا سراج الدولہ کے بھی سر سے چند قطرات خون کے پٹکے۔ فاجعہ ہوا یا
 الہام بصر بشیک دنیا دار الکافات ہے۔ خزانہ صوبہ داری سے جو
 روپیہ دست رس ہوئے افسران میر جعفر اور کلاہو نے تقسیم کر لیے اور
 انگریزوں نے سابق استحقاق کیساتھ کلکتہ کی زمینداری بھی میر جعفر سے لکھوا لی
 میر جعفر کی حکومت مونہ بگالہ بار اور اڑتیسہ ٹیٹن صوبہ بنیں ہوئی لیکن اسکو
 انتظام امور ریاست کی لیاقت اور عقل و شعور جیسا کہ چاہیے نہیں تھا
 بلکہ نہایت حریص و بزدل اور راجگان ہندو نژاد مثل راجہ رائے و رلیہ
 جو اسکا مدار المہام اور اسکی مسند نشینی صوابہ داری کا معاون و مددگار تھا
 اور راجہ رام فرامین نائب بہادر راجہ عدل سنگہ نائب پورنیہ اور راجہ رام
 سنگہ حاکم میدنی پور مان سبکا مال اموال چھیننے کی نیت رکھتا تھا اور انکی
 خرابی کے درپے تھا راجگان مذکور اس بات سے آگاہ ہو کر اس سے نہایت
 بد دل ہوئے اور ب نے انگریزوں کی پناہ لی اور کلاہو کو اپنا حامی ٹھہرایا
 کلاہو نے ان راجگان اور سارے رؤسا اور رعایا کو میر جعفر کی تعدی
 اور دست اندازی سے بچایا اسیلے وہ سب کا معتمد الیہ ہوا اور سب بدل

میر جعفر

اسکے مطیع و متقدروں کو کلا یو نے اس دانشمندی اور تحمل شعاری سے کام
لیا کہ دونوں طرف یعنی اودھر میر جعفر خان اور اودھر اراکین ملک اور
عامہ رعایا سب اپنی اپنی جگہ پر قائم رہے۔

اسی زمانے میں شاہزادہ عالی گوہر معروف بہ شاہ عالم اپنے والد
بزرگوار شہنشاہ دہلی سے منصرف ہو کر مع صوبہ داران اودھر اور الہ آباد کے
تغیر بہار کے واسطے آیا اور قریب عظیم آباد یعنی پٹنہ کے خیمہ زن ہوا۔
میر جعفر نے اس خبر سے گھبرا کر کلا یو کو لکھا وہ اپنی فوج لیکر آیا اور سہولت
ہزار اشرفی میں معاملہ طے کر کے شاہزادہ کو رخصت کیا میر جعفر نے
اس کام کے عوض میں جسکو وہ ایک ام عظیم سمجھ کر سہیت میں پڑا تھا کلا یو
کو بخواب امیر الامرا مخاطب کیا اور کلکتے کی زمینداری انعام میں دی اور خراج
اسکا کہ سالانہ نو لاکھ روپیہ مقرر تھا معاف کیا۔ میر جعفر ہر چند کہ ظاہراً انگریزوں
سے الفت رکھتا تھا اور کلا یو کو ایالت کے سارے کاموں کا کفیل
کیا تھا لیکن باطن تدبیر میں تھا کہ کیونکر انکو زیر کرے چنانچہ طایفہ دُچ
یعنی اولندیر جو اسوقت چڑے میں تھے فیضہ آمینرش رکھتا تھا اور سازش
میں تھا کہ انکے ذریعے سے انگریزوں کے اقتدار کو گھٹائے چنانچہ میر جعفر
کے اشارے سے قوم دُچ نے انگریزوں پر حملہ کیا مگر کامیاب نہو سکی۔
۱۲۰۰ء میں کلا یو اٹھلینڈ روانہ ہوا اور مسٹر ویسٹارٹ کو اپنی

جگہ پر چھوڑ گیا۔ کشور بنگالہ میں ہنوز امن و آمان نہیں ہوئی تھی کہ میر جعفر نے
 جو سبب دیرینہ سالی کے بھولے طبع ہو گیا اور سررشتہ نظام صوبہ داری اپنے
 لڑکے میر محمد صادق عرف میرن کے حوالہ کیا۔ میرن نے اپنی کبر و تعلیٰ اور
 جوہر و تعالیٰ سے سارے اراکین و اعیان دولت و رعایا سے مملکت
 کو نہایت تنگ اور ناراض کیا اور ظلم و بد افعالی میں سراج الدولہ سے
 بڑھ گیا۔ میرن نے افسران فوج سے دو شخص کو قتل کیا اور حرم سرا میں
 بھی دو عورتوں کو اپنے ہاتھ سے مارا گھسیٹی بیگم منہ بیگم بیوہ گان نوازش
 محمد خان و سعید احمد خان کو جو کہ لڑکیاں علی وردی خان مہابت جنگ صوبہ
 سابع کی تھیں اور جو ڈھاکے میں رہتی تھیں جنکا سارا مال و اسباب
 سراج الدولہ نے چھنوا کر مرشد آباد میں منگوا لیا تھا میرن نے ڈھاکے کے
 نائب نواب جسارت خان کو ان بیگمیں کے قتل کا حکم بھیجا نواب جسارت
 خان نے ان بے گناہوں کی خونریزی سے انکار کیا تب میرن نے اپنے
 کسی رفیق سنگدل اور تیرہ باطن کو بھیجا اور حکم دیا کہ ان بیگمیں کو مرشد آباد
 لانے کے بہانہ سے کشتی پر سوار کر کے دریا میں غرق کر دے اس نے اس حکم کو
 بعینہ تعیل کیا کہتے ہیں کہ جس وقت ان بیجاری بیگمیں کو کشتی پر سوار کر کے
 دریا میں لیگیا اور کشتی کی نیچے کا تختہ توڑنے لگا۔ چھوٹی بہن امین بیگم نے ہاتھ اٹھا کر اس
 سے فریاد کی کہ خداوند اتودانا و بنیاسے اگر ہم دونوں گنہگار اور تقصیر واپسین

تو تیری بہن میرن کی کوئی خطا نہیں کی بلکہ ہم اس کے محسن بہن وہ میرے
 گھر کا پروردہ ہے آج بے جرم بہن ہلاک کرتا ہے یا اللہ ہم بکسیون کی فریاد
 رسی کر اور اس کے انتقام میں کر دکھتی بجلی اس کے سر پر گرا۔ بڑی بہن گھسیٹی بیگم
 نے جب کیا اہل سر پر پھری ہو اور کوئی دم میں کشتی تہ آب ہوتی ہے مضطر
 ہوئی مگر چھوٹی بہن آمنہ بیگم نے استقلال کے ساتھ اپنی بڑی بہن کو تسلی
 دیکر کہنے لگی کہ بہن کیون گھبراتی ہو ایک دن تو مرنا ہے پس شک کا مقام
 ہے کہ ہم آج مظلوم مرتے ہیں۔ اگر گناہ گار ہیں تو وسیلہ نجات کا ہے
 اور یہ خون میرن کی گردن پر رہا یہ کمکر دونوں نے غسل کیا اور پاک
 صاف کپڑے بجائے کفن کے پہنکر اپنی گناہوں سے توبہ کی اور کلمہ
 طیبہ پڑھتے پڑھتے غرق بحر رحمت ہو گئیں۔

سوا اسکے میرن کی اور بھی بہت سے جفا و ستم اراکین ریاست اور رعایا
 ملک کے آخر یہ خبر مشہور ہوئی اور شاہنشاہ عالم گوہر یعنی شاہ عالم کو میرن
 کے کارکردار سے غمو مار عیا کی ناراضی معلوم ہوئی اُس نے پھر عزم اس طرف
 کا کیا اور قریب بہار کے پھنچا تھا کہ یہ خبر سنی کہ اسکے والد بزرگوار عالم گیر ثانی
 کو عماد الملک وزیر بدطینت نے ہلاک کیا اور مالک سلطنت کا ہوا شاہ
 عالم اگرچہ وارث تاج و سریر اور شہنشاہ ہندوستان کا ہوا اور صوبہ دار
 اور وہ شجاع الدولہ کو وزارت میں مامور کیا مگر بادشاہ بے اقتدار اور

ملک و دولت سے آوارہ تھا اس نے عظیم آباد یعنی پٹنہ پر تاخت کی رام نرین
 کہ اس وقت حاکم پٹنہ کا تھا مدافعہ میں اس کے مقابلہ کیا۔ اور مرشد آباد میں ملک
 فوج کے واسطے لکھا۔ ادھر سے میرن اور کرنیل کالید جو اس وقت
 سپہ سالار افواج انگلشیہ کا تھا۔ اپنی اپنی فوج لیکر ہونچے
 اور ربع جنگ کے شاہ عالم کو نہر میت ہوئی اور افواج میرن
 اور انگریز اپنے اپنے خیمے میں آرام کو گئے۔ اس میں بارش
 شروع ہوئی میرن اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا قصہ سن رہا تھا کہ ناگاہ غضب
 آئی سے اس کے سر پر بجلی گری اور مع اپنے دو رفیقوں کے ہلاک ہوا یہ
 واقعہ ان بیگمؤن کے جنہوں نے میرن کے حق میں دعاے بد کی
 تھی مرنے کے ایک مہینہ بعد یعنی سنہ ۱۸۰۱ء کی بیسویں جولائی کو وقوع
 میں آیا۔

میرن اگرچہ نہایت جفاکار اور زشت کردار تھا لیکن اپنے والد
 بزرگوار کی ریاست کا رکن اعظم تھا سارے امورات صوبہ داری
 کے اسی سے اجرا ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بعد مرنے میرن کے میر جعفر
 خان کی کسی قدر عقل و دانش جو باقی تھی وہ بھی جاتی رہی ایکبار منفقود
 الحواس اور مجہول طبیعت ہو گیا اور امور ریاست میں نہایت بد نظمی
 اور خرابیاں ہونے لگیں آخر انگریزوں کی تجویز اور تہدید سے میر جعفر خان

صوبہ داری سے دست بردار ہوا اور اسکا داماد میر محمد قاسم خان صوبہ
 ہرہ صوبہ کا مقرر ہوا اور میر جعفر خان منٹی بیگم کو لیکر کہ جسکا وہ نہایت مطیع
 تھا کلکتہ میں آکر رہا۔ انگریز بھی منٹی بیگم کی بڑی قدر کرتے تھے چنانچہ
 مادر کنبی ملقب تھی۔

ہرہ شانزدہم ذکر صوبہ داری میر محمد قاسم خان تائمدر حکومت کمپنی

۶۰ شہ ع کی چوتھی پانچ کو میر محمد قاسم خان مسند آراے صوبہ داری
 بنگالہ بہار اور اڑیسہ کا ہوا اسنے اپنی زیر کی اور جزیسی سے انتظام
 سارے امور ریاست کا درست کیا اور تخفیف خرچ اور اضافہ
 خراج کار کے سپاہ اور ملازمان ریاست کی مخواہ بہ ترتیب شایستہ
 دینے لگا ایلے اہل لشکر اور اراکین دولت سب اسکے مطیع و فرمانبردار
 ہو گئے ہر چند کہ میر محمد قاسم خان انگریزوں کے ذریعہ سے اس درجہ
 اور اقتدار کو پہنچا تھا لیکن فکر باطن اسکی یہی تھی کہ کس طرح اسکے
 حلقہ اطاعت سے اپنی گردن نکالے ایلے افزائش فوج کے تہیہ
 میں مصروف ہوا اور گرگین خان کو جو ارمنی زاد تھا سپہ سالار مقرر
 کیا اور مرشد آباد سے مونگیر میں جا کر رہا اور وہاں فوج کی تعلیم میں

میر محمد قاسم خان

بڑی توجہ کرنے لگا بعد چند روز کے آخر انگریزوں کی تجارت پر تنازع ہو کر طرفین
 سے فوج کشی ہوئی اور محاربہ عظیم واقع ہوا۔ ہر چند کہ سپہ سالار گرگین
 خان کے تعلیمی سپاہیوں نے بڑی بڑی جرأت دکھائی اور ولایتی لڑائی
 لڑے آخر فوج انگلشیہ سے زیر ہو کر وگردان ہوئے۔ میر محمد قاسم خان
 نہریت پا کر اور بہت سے انگریزوں کو جو اس کے قید میں تھے
 بیکر صوبہ اودھ کی طرف بھاگا اور پھر بنگالے کی جانب رخ نہیں کیا
 انگریزوں نے میر محمد جعفر خان کو کہ اس وقت نہایت ضعیف اور جذام
 کے عارضہ میں مبتلا تھا دوبارہ صوبہ داری پر بٹھایا اور نظام امور
 ریاست کے لیے نجم الدولہ کو کہ مشہور نام میر پھلوری مہین پور میر جعفر خان
 جو منی بیگم کی بطن سے تھا نیابت میں مقرر کیا شہنشاہ میں جب
 ظاہر روح میر جعفر خان کا نفس غصہ سے پرواز کیا صاحبان انگریز
 کی تجویز سے نجم الدولہ صوبہ دار مقرر ہوا مگر اختیار محافظت ملکی و انتظام
 فوجی انگریزوں کے ہاتھ میں رہا اور انصرام امور ریاست وعدالت
 کے واسطے محمد رضا خان خلیف حکیم ہادی خان شیرازی کو جو خوشامد
 سے علی وردی خان کے تھا اس کا نائب مقرر کیا۔

نجم الدولہ

محمد رضا خان

بہرہ سہتہم ذکر مراجعت لارڈ کلائیو عہدہ
 گورنر جنرل اور حصول سند نظامت بنگالہ بنام مہینی

کہتے ہیں کہ کلایو کے انگلینڈ جانے کے بعد عرصہ بہشت سال میں چن سو بہ دار
بنگالہ کے بعد دیگرے مسند ریاست پر جلوس کرتے گئے اور عہدہ
داران کمپنی نے انعاموں کے ذریعہ سے بہت سے روپے پائے۔ اور انھوں
نے اس روپیہ سے اپنے اپنے بیج کی تجارت شروع کی تھی اسلئے کمپنی
کی تجارت کے کاروبار میں بہت سا خلل پڑ گیا تھا۔ کورٹ آف ڈائرکٹرس
یعنے محکمہ شہر کاے اہالیان کمپنی کو جب ایالت بنگالہ کی بد نظامی
و خلل تجارت اور میرٹاسم کے ہاتھ سے انگریزوں کے
قتل ہونے کی خبر پہنچی ہر سان ہوئے اور پھر کلایو کو گورنر جنرل
مقرر کر کے بھیجا۔

۷۵۰ء کی تیسری مئی کو لارڈ کلایو کلکتہ پہونچا اور چند روز میں ساری
خزایوں کو دور کر کے انتظام ریاست درست کیا اور سارے اختیارات
اپنے قبضہ اقتدار میں لا کر بحکم الدولہ کے واسطے جو بعد میر جعفر کے نواب
ناظم مقرر ہوا تھا۔ سالانہ پچاس لاکھ روپیہ مشاہرہ مقرر کیا بعد ازاں الہ آباد
جا کر شاہ عالم سے سند دیوانی ہر سہ صوبہ یعنی بنگالہ بہار اور اڑیسہ بنام
کمپنی حاصل کیا اور شاہ عالم کو سالانہ ۲۰ چوبیس لاکھ روپیہ خزانہ بنگالہ سے
دینے کا وعدہ کیا اب صوبہ دار مرشد آباد بالکل معطل ہوا اور صرف بھوپال
نواب ناظم ملقب رہا اور نائبان صوبہ دار جوڈھا کا پٹنہ۔ پورنیہ۔ اور

کلایو کا دوبارہ
آنا بنگالہ میں

میدنی پور وغیرہ میں تھے وہ بھی سیکار ہوئے انکی بھی تنخواہ مقرر ہوئی۔ ڈھاکے
میں اسوقت نواب جسارت خان نائب صوبہ ارتھا جب نیا انتظام ہوا پانچہزار
روپیہ ماہواری اسکی تنخواہ مقرر ہوئی اور سٹرسٹون معروف سٹون صاحب بیان کا
حاکم مقرر ہو کر آیا نواب جسارت خان نے دفتر نیابت سٹرسٹون کو سمجھا دیا اور چوک کے
قلعہ کو جو اسوقت نائبان نظامت کا مسکن تھا چھوڑ کر خدیے بڑے کٹرے میں رہنے لگا۔
نیم تلی میں ان ہوا کر دین رہنا اختیار کیا۔

۱۷۶۵ء میں جب انگریزوں کو شاہ عالم سے دیوانی ملی اصلاح شمول ڈھاکہ اور
مرشد آباد کی واسطے دو کچہریاں مقرر ہوئیں ایک حضوری دوسری نظامت کی حضوری
پکری دیوان بنگالہ کے متعلق تھی جو مرشد آباد میں رہتا تھا اور ڈھاکہ میں بندرعبہ نائب
کے اسکا کام انجام ہوتا تھا اسٹین مقدمات امور طنت اور محالہ بند و بست خزانہ وغیرہ کے
ہوتے تھے اور نظامت کی کچہری میں مقدمات عدت اور جرداری اور انجام امور اخراجات ریاست
کے ہوتے تھے چونکہ عمدہ داران انگریز امور مالی و ملکی میں محض نو آموز تھے اسلئے کل نظام
کا بار محمد رضا خان راجہ درلہ رام اور راجہ کنت سنگھ کو دیا گیا تھا۔ انہیں میں شخصوں
سے کل امور ریاست کے اجرا پاتے تھے۔

کلا دیوانی بار مدت ایک سال اور اٹھ مہینے بنگالے میں رہ کر
مجمول سند دیوانی نظم و نسق امور ریاست و تجارت کمپنی اور کمی
مصارف و افزونی خراج وغیرہ کی کر کے ۱۷۶۷ء بمابہ فروری راہی

انگلینڈ ہوا اور اسکی جگہ مسٹر ورسٹ گورنر مقرر ہوا اس عہد میں پھر امور
ملکی اور تجارت میں کمپنی کے بد انتظامیان اور خرابیاں ہونے لگیں
اور نواب بخت الدولہ نے انتقال کیا اور اسکے بھائی سیف الدولہ نے مسند
نظامت پر جلوس کیا وہ بھی بعد دو سال کے راہی ملک عدم ہوا اور
مبارک الدولہ مسند نشین نظامت کا ہوا اسکے وقت میں مشاہیر نواب
ناظم کا سالانہ پچاس لاکھ سے سولہ لاکھ ہوا۔ ۶۹ء میں مسٹر ورسٹ
نے عہدہ گورنری سے استعفا دیا اور مسٹر کارٹیر گورنر ہوا مگر امور مالی
ملکی اور تجارت کمپنی میں ہنوز وہی ابتری تھی اسی سال تحصیل خزانہ
اور بند و بست ملک کے واسطے سوپر وایزر یعنی سربراہ کار مقرر ہوا جسکو
دونوں کچہری یعنی عدالت و فوجداری کے انتظام کا اختیار دیا گیا۔
۷۰ء میں قحط عظیم واقع ہوا جس میں تیسرا حصہ رعایا ملک
بنگالے کا ہلاک ہوا تھا اسی سال اطراف دھاکے میں پہلے لال
پانی آیا اور سارا ملک تہ آب ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ شہر میں اسقدر پانی
چڑھ گیا تھا کہ ہر گلی کوچہ اور ٹرکون پر کشتیاں دوڑتی تھیں بعد کم ہونے
پانی کے قحط شروع ہوا اور اسقدر تنگی غلے کی ہوئی کہ لاکھوں آدمی مر گئے
اور دیہات کے لوگ اس کثرت سے شہر میں آئے کہ ہالیان شہر کو
جان بچانی دشوار ہوئی ہزاروں آدمی شہری اور دیہاتی مارے بھوکوں

سیف الدولہ

مبارک الدولہ

قحط عظیم

کے ہلاک ہوئے کتے ہیں کہ دیہاتی لوگ اپنے ٹرکے بائے سیر بھر چانول
 کے عوض اہل شہر کو دیتے تھے اور اس طرح سیکڑوں ٹرکے اور ٹرکیا
 شہر کے لوگوں نے مول لئے اُن دیہاتیوں میں جو لوگ کہ بعد قحط
 کے زندہ رہ گئے تھے شہر میں جا بجا بس گئے یہ انہیں دیہاتی لوگوں
 کی اولاد ہیں جو اسوقت کئی قوم کے نام سے ڈھا کے میں مشہور
 ہیں وجہ تسمیہ انکی یہ ہے کہ قحط سے بچے ہوئے دیہاتی لوگ جو اس شہر میں
 بس گئے تھے ہاں کو ٹکر چانول تیار کرنے کا پیشہ اختیار کر لیا تھا
 اسلئے شہر والوں نے انھیں کئی لیغے دھان کوٹنے والا خطاب دیا
 جب سے یہ قوم اسی نام سے مشہور ہیں اور سب مسلمان ہیں بفضل
 الہی اسوقت ہر طرح کی تجارت کر کے اکثر اُن میں مرفہ حال اور
 صاحب مال ہو گئے ہیں۔

بہرہ ہنیر دہم ذکر عہد حکومت لارڈ ہسٹنگس
 تاعمد فرمان روائی لارڈ کارنوالیس

دارن ہسٹنگس

۱۷۸۲ء میں مسٹر کارٹیر اپنی عہدے سے مستعفی ہوا اور دارن ہسٹنگس

اسکی جگہ پر گورنر مقرر ہوا۔ مسٹر دارن ہسٹنگس ۱۷۸۹ء میں لارڈ
 کلایو کے ہمراہ انگلینڈ سے آیا تھا اور اس مدت میں اس ملک کے

انواع طرح کے عہدوں میں رہ کر نہایت کار آزمودہ ہو گیا تھا۔ دارن
ہسٹینگز نے سٹے اے کی تیس ہون پر اپریل کو گرسی گورزی پر جلوس
کیا اور ایما سے ہالیان کورٹ آف ڈائریکٹرس کے زمام نظام امور مالی
و ملکی ہر شے صوبہ کی اپنے ہاتھ میں لی اور عہدہ داران کو اس ملک کے
معذول کر کے کاروبار ریاست کینی عہدہ داران انگریز کے حوالہ کیا۔ اور سر رشتہ
حکومت محمد رضا خان مسٹر ٹلٹن کو کہ سفیر شد آباد کا تھا سپرد کیا۔ اور بندوبست
امور خانگی نواب مرشد آباد منی بیگم کو تفویض ہوا۔ اور تحصیل خراج اور بندوبست ملک
کیواسے کلکٹر مقرر ہوا اور ڈعا کے میں اس وقت جو سوپر وایز تھا کلکٹر ہوا۔ اور وچیریا
ایک فوجداری وابستہ امور سیاست ملکی دوسری دیوانی یعنی داور لگاہ
کا مرافعہ معاملات دیوانی قائم ہوئیں۔ اور کلکٹر دونوں کا حاکم ہوا چنانچہ
یہ زمانہ مرافعہ معاملات فوجداری کلکٹر قاضی اور مفتی کے ساتھ اجلاس
کرتا اور دیوانی معاملات میں دیوان اور دوسرے اہل کاروں
کو لیکر دربار کرتا اور چھوٹے چھوٹے معاملات جو ادس عہدہ روپیہ
سے کم دعوے کے ہوتے دیہات کے منڈلون کے سپرد کیا اور دوا
کورٹ۔ اپیل یعنی محکمہ مرافعہ ثانیہ ایک صدر دیوانی واسطے مرافعہ
معاملات دیوانی اور دوسرے صدر نظامت واسطے تصفیہ مناصات
فوجداری کلکتے میں قائم ہوئیں اور سابق میں جو چوتھا حصہ اشیاء یا متع

تقریری عہدہ کلکٹر

مدعاہا کا ان عدالت کو اہل معاملہ سے دلویا جاتا تھا۔ اور جہانہ ہاشمیں گزرا موقوف ہوا
 شہداء میں بہ تجویز پارلیمنٹ انگلینڈ کے گورنر جنرل بنگالہ کی نگرانی اور
 اعانت رائے کی واسطے چار شخص کو نسل مقرر ہوئے اور حکم ہوا کہ گورنر جنرل
 باتفاق شورہ ان مشیروں کے امور ریاست جاری کرے پیشین کلکتہ
 پونچر مخالف رائے گورنر جنرل کے ہوئے اور تنازع شروع ہوا اسلئے
 امورات نظم و نسق ملکی میں اکثر فتورات واقع ہوئے اور حکم شاہ انگلینڈ اور گیارہ
 عظیم یعنی سوپریم کورٹ کلکتہ میں قائم ہوئی جس میں مرافعات سارے معاملات کے
 ہونے لگے۔ ہر چند کہ احداث اس واسطے اور گیارہ سوپریم کورٹ کے فیما بین گورنر جنرل اور
 اہالیان کو نسل کے رفع خصوصیت ہوئی مگر حکام سوپریم کورٹ نے اس قدر اپنا اقتدار
 بڑھایا کہ محکمت مالی و ملکی پر اضلاع کے بھی دست اندازی کرنے لگے اور نہایت
 سخت گیریاں ہونے لگیں۔ آخر ہر ارقام گورنر جنرل اور دوسرے عہدہ داران کمپنی کے
 شاہ انگلینڈ کو سوپریم کورٹ کا اقتدار گھٹا دیا اور صرف ٹاون کلکتہ کے معاملات کی تجویز کا
 اختیار دیا اور محکمت اضلاع کو مرفوعہ ثانیہ یعنی اپیل سنٹر کا اختیار صدر دیوانی کو جو قبل
 اس کے قائم ہوئی تھی بحال رہا۔ اور ڈھاکہ میں ایک کورٹ اپیل کی کچھری جس میں اضلاع
 پور بنگالہ کو اپیل کی تجویز ہوتی تھی قائم ہوئی جس کا پہلا جج مسٹر ڈکنسن ہوا۔

سوپریم کورٹ

صدر دیوانی

پنجالہ بندوبست

ابتداء شہداء میں اراضی کشور بنگالہ کی پانچ برس کی میعاد کا اجارہ
 بندوبست کیا گیا جو پنجالہ بندوبست زمینداروں میں اتنا مشہور ہوا اور جس کے

کاغذات ہنوز کلکٹری میں موجود ہیں یہ بند و بست زمینداروں اور تعلقداروں سے ہوا تھا اور بقرار وادائے مالگذاری مقرر کی گئی تھی۔ اس خیال سے کہ آئندہ ترقی خراج کی ہوگی مگر پیسے سالمین دیکھا گیا کہ زمینداروں نے حسب قدر خراج دینے کا اقرار سے کار میں کیا تھا۔ استقدر رعایا سے وصول نہیں کر سکے اسلئے مالگذاری میں بہت باقی گرا۔ اور احتمال بھی تھا کہ یہ باقی مالگذاری ادا نہ ہو سکیگی جب اس پنجسالہ بند و بست کی مدت گزر گئی حسب حکم کورٹ آف ڈائریکٹرس کو سال بسال اجارہ بند و بست ہونے لگا اور یہی ضابطہ ۱۸۷۳ء تک جاری رہا۔ اس سالانہ بند و بست کا منشا یہ تھا کہ باقی مالگذاری ادا ہو کیونکہ حال کو بند و بست میں تعدد داران نے اداے سابق باقی کو بھی اپنے ذمہ کر لیا تھا۔ اور اسی طرح ساری باقی مالگذاری وصول ہوتی گئی۔

۱۸۷۳ء میں نواب مبارک لدو نے جو نابالغ تھا سن بلوغ کو پہنچ کر انجمن شوریٰ انگلشیہ جو کلکتے میں منعقد تھی خط لکھا کہ محمد رضا خان ہمیشہ نواب کے ساتھ سختی اور ورشتی سے پیش آتا ہے اسلئے اسکو معزول کیا جائے۔ چنانچہ حسب ارقام نواب کے محمد رضا خان معزول ہوا اور بند و بست خانگی نواب کا منی بیگم کے حوالہ کیا گیا لیکن یہ امر موجب ناخوشنودی اہالیان کورٹ آف ڈائریکٹرس کو ہوا اور انھوں نے فی الفور حکم دیا کہ عہدہ نیابت صوبہ اری بجال اور محمد رضا خان اپنے عہدے پر قائم رہے اور منی بیگم کو محافظت سے ذات نواب کی خارج

کیا جائے چنانچہ یہ حکم تعمیل ہوا اور محمد رضا خان کو اسکے عہدے پر قائم کیا گیا اور منی بیگم امورات محافظت ذات نواب سے دست بردار ہوئی۔

بہرہ نواز دہم ذکر عہد حکومت لارڈ کارنوالیس

تا عہد حکومت لارڈ ڈنٹو

۱۵۰ عیسوی میں لارڈ ڈسٹینکس راہی انگلینڈ ہوا اور مسٹر مکفرسن اسکا جانشین ہو کر چندے کار فرما رہا بعد ازاں ۱۸۶۱ء میں لارڈ کارنوالیس گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا اسی عہد میں جمیع قوانین عدالت و فوجداری اور کلکٹری وغیرہ کے جاری ہوئے اور عمدہ عمدہ دستور العمل تیار ہوئے جسکے ذریعہ سے امور مالی و ملکی بخوبی انجام ہونے لگے اور خراج کا بند و بست قائم ہوا۔ بڑی یادگاری لارڈ کارنوالیس کے عہد کی ذہ سالہ بند و بست خراج بنگالے کا ہے جو آخر کو بائیمائے کورٹ آف ڈائرکٹرس کے دائمی بند و بست ٹھرا اس بند و بست میں خراج بنگالہ مبلغ تین کروڑ سن لاکھ نو اسی ہزار ایک سو پچاس روپیہ قرار پایا اور یہ بند و بست بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۸۶۳ء سے جاری ہوا۔ اس ذہ سالہ بند و بست کی وقت میں ضلع باقر گنج اور ضلع

لارڈ کارنوالیس

ذہ سالہ بند و بست

فرید پور ڈھاکے کی کلکٹری کے شامل تھے بعد اسکے علیحدہ علیحدہ ضلع
مقرر ہوئے اور کلکٹری بھی الگ الگ ہوئی۔

لارڈ کارنوالیس کے عہد حکومت میں محکمت دیوانی پانچ طبقوں میں
منقسم ہوئے پہلا محکمہ منصفی صدر امین۔ دوسرا حربی تیسرا
بحجی۔ چوتھا پرنشل کورٹ پانچواں صدر دیوانی اور قانون کی کتابیں
شائع ہوئیں اور رسومات یعنی مشاہرہ انگریزان اہل قلم ملازم کمپنی
سابق سے زیادہ کیا گیا اور تنخواہ اہل کاران ہندوستانی کی بہت
گھٹائی گئی۔ چنانچہ انگریزان اہل کار کمپنی کا مشاہرہ سابق میں کئی
سورویہ سے زیادہ نہیں تھا اب چندین ہزار ہوئے اور اس ملک
کے اہل کاروں کی تنخواہ اسوقت کثیر المذاہر تھی چنانچہ فوجدار کا سالانہ
سناٹھ اور شتر نہارت تک وظیفہ مقرر تھا اور نائب اور دیوان ریاست
نوناٹھ سے کم نہیں پاتے تھے لیکن ۱۳۳۷ء میں وہ سب موقوف
ہو کر بڑے عہدہ داروں کا مشاہرہ سورویہ سے زیادہ نہیں رہا
مگر سارا بندوبست اور انتظام لارڈ کارنوالیس کا اس خوبی سے کیا گیا
کہ اس ملک کے لوگوں کو نہایت پسند خاطر اور موجب خوشنودی کا ہوا۔
اور سب اسکے منت پذیر ہوئے اور اہالیان کورٹ آف ڈائریکٹرس
نے بھی انکی کارروائیوں سے نہایت خوش ہو کر اظہار ممنونی کا کیا۔

لارڈ کارنوالیس ۱۷۹۳ء کے اگست مہینے میں راہی انگلینڈ ہوا۔ وہ سات برس تک ہندوستان میں رہا اور نظم و نسق امورات سلطنت میں بہت سی اصلاحیں ہوئیں اور قوانین جاری ہوئے وہ خود بھی نہایت زیرک اور دور اندیش تھا اور اُسکے مشیر کار بھی نہایت عاقل اور خیر اندیش تھے لیکن سرولیم جانس سپریم کورٹ کا جج شور صاحب اور بارلو صاحب وغیرہ۔ بعد لارڈ کارنوالیس کے سر جان شور ملقب بہ لارڈ منٹو پانچ برس تک اس عہدے پر قائم رہا اور امورات سلطنت کو بصلاح و آشتی انجام کیا۔ ۱۷۹۵ء عزمین نواب مبارک الدولہ نے اس دار فانی سے سرکار باقی تین

انتقال مبارک الدولہ

انتقال کیا اور اسکے بیٹے ناصر الملک بہر جنگ کو جانشین کیا گیا اور خطاب و مشاہیر جو نواب مبارک الدولہ کا تھا اُسکے نام پر قائم ہوا۔ ڈھاکے میں اس وقت نواب نصرت جنگ المخاطب نظام الدولہ نصیر الملک اپنے نانا نواب رت خان کی جگہ مسند نائب ناظمی پر جلوہ افروزی اور سرکار کمپنی میں بھی بڑی عزت و توقیر حاصل ہوئی۔

۱۷۹۵ء عزمین لارڈ مارنیٹن المخاطب بارکوسین و بیسیلی گورنر جنرل مقرر

لارڈ مارنیٹن

ہو کر۔ ۱۸۰۱ء کو وار و کلکتہ ہوا اسی عہد میں ٹیپو سلطان کی اخیر لڑائی ہوئی اور ٹیپو سلطان مارا گیا۔ اور اسکا ملک قبضہ اقتدار میں انگریزوں کے آیا اور اسکے عیال و اطفال کلکتہ آئے اور وظیفہ خوار سرکار کمپنی کے

ہوئے اسی زمانے میں جماعت واعظین عیسائی بنام مشنری پہلے اس ملک
میں آئی اور جا بجا واعظ شروع کیا اور مذہبی کتابیں اس ملک کی زبانوں
میں ترجمہ کروا۔ کے شایع کیں لارڈ کارنوالیس کے عہد حکومت میں اس ملک
کی زبانوں کی ترقی ہوئی تھی چنانچہ بہت سی کتابیں زبان اردو اور بنگلہ
میں شایع ہوئیں اور عہدہ داران انگریز کو اس ملک کی زبان کی تعلیم
کے واسطے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں قائم ہوا۔ اور اس ملک کے لوگوں کی
تعلیم و تربیت کے لیے ہر ہر شہر اور قصبوں میں اسکول اور مکتب جاری
ہوئے تھے جس میں اہالیان شہر اور راکین ملک سب چندہ دیتے تھے
اور چند سال تک وہ مکتب جاری رہے چنانچہ اس شہر دھاکے میں
ایک مکتب ویسا ہی جاری ہوا تھا۔

پریسڈنسی کالج

۱۸۵۷ء میں کلکتہ مدراس اور بمبئی میں پریسڈنسی کالج قائم ہوئے اور
۱۸۵۸ء میں بعد حکومت لارڈ ڈمپٹنگس بہادر کے عربی و فارسی کی تعلیم
کے واسطے کلکتہ میں مدرسہ عالیہ جاری ہوا۔ جو ہنوز قائم ہے۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ

۱۸۵۸ء میں انہی دولت برطانیہ پہلی بار دار السلطنت ہند شہر
دہلی کو تخت تصرف میں اپنے لائے اور شہنشاہ دہلی جو دست تغلب
سے مرہٹوں کے تنگ آیا تھا۔ انگریزوں سے رجوع لایا
اور انکی حمایت سے ان ظالموں کے ہاتھ سے اونکور ہائی ملی۔

انگریزوں نے شہنشاہ کا پایہ عظمت اور منزلت کو قائم رکھ کر سالانہ پندرہ
 لاکھ روپیہ وظیفہ مقرر کیا اور سارا کاروبار سلطنت کا اپنے قبضہ اقتدار میں لائے
 اور اسی سال صوبہ اُتریسہ بھی جو علی وردی خان مہابت جنگ کے وقت
 سے کہ مدت چھیا لیس برس کی ہوئی تھی مرہٹوں کے دخل میں تھا ریاست
 بنگالہ کے شامل ہوا اور اسی عہد میں رسوم زبوں ہنودان کہ بچوں کو
 لنگا سا گرہن ڈالتے تھے اور عورتیں تسی ہوتی تھیں یعنی اپنے شوہروں
 کے ساتھ آگ میں جلتی تھیں موقوف ہوئے اور سترہ لاکھ روپے جو قانون کے
 واسطے دفعیہ ان رسموں کے تیار ہوا تھا جاری ہوا۔

لارڈ کارنوالیس و بارہندوستان میں آیا۔ بارہانی جو آریس میں رہا۔
 یعنی شہنشاہ کی پانچویں اکتوبر کو خطہ غازی پور میں اس دارفانی سے
 رحلت گزین ہوا۔ بعد لارڈ کارنوالیس کے سر جارج بارلو کہ مشیر اعظم
 انجمن شوری کا تھا چندے سربراہ کا اس عہدے کا ہوا اور حکم شاہ
 انگلینڈ اور پارلیمنٹ کے لارڈ منٹوگورنر جنرل مقرر ہو کر شہنشاہ
 کی ۱۳ جولائی کو واروکلکتہ ہوا اس عہد کے اخیر سترہ لاکھ روپے میں مدت
 معینہ اجارہ کمپنی کہ بیس برس کی تھی تمام ہوئی اور اجارہ ثانیہ جدید
 پیشہ نگاہ سے شاہ انگلینڈ کے کمپنی کو ملا اور تجارت کمپنی کہ دو سو برس
 سے جاری تھی موقوف ہوئی وجہ یہ ہوئی کہ پیشہ کمپنی محض تاجر پیشہ

اشغال لارڈ کارنوالیس

لارڈ منٹو

اجارہ کافی کمپنی

تھی اب ریاست اور حکومت کی مالک ہوئی پس حاکم کو تجارت کرنی جائز نہیں
اس لیے کمپنی کی تجارت موقوف ہو کر صرف اُن لوگوں کو اجازت تجارت کی ملی
کہ جو شریک اور نوکر کمپنی کے تھے اس عہد میں اور کوئی کار نمایاں یا بغیر و
بتدل امور سلطنت میں نہیں ہوا۔

بہرہ ہشتم ذکر حکومت لارڈ دویرا وغیرہ

۱۳۰۱ء کی چوتھی اکتوبر کو لارڈ ڈنٹو عہدہ گورنری سے مستعفی ہوا اور لارڈ دویرا

لارڈ دویرا

اس عہدے پر مقرر ہو کر آیا۔ اس عہد میں راجہ نیپال سے لڑائی
ہوئی اور اسکے علاقہ کا بڑا حصہ جو پہاڑوں کی ترائی میں تھا شاہ
میں انگریزوں کے قبضے میں آیا اور قوم پنڈاری یعنی جماعت کشیر
سواران غارت پیشہ جو ہند میں مسکن رکھتے تھے اور دور دور تک
غارت اور تاراج کیا کرتے تھے حج دین سے استیصال کئے گئے اور
راجگان ناگیور اور ہولکر جو مخالفت سے پیش آئے تھے ہریت پاکر مسند
ریاست سے برخاست ہوئے اور بڑا حصہ انکے ملکوں کا ضمیمہ سلطنت
انگلشیہ کا ہوا۔

۱۳۰۲ء میں اس ملک کے رعایا کی علم آموزی اور تعلیم و تربیت کی واسطے
ایک انجمن اسکول بک سوسائٹی کلکتہ میں منعقد ہوئی اور اسکے ذریعہ سے

اسکول بک
سوسائٹی

جا بجا اسکول جاری ہوئے اور نیا بند و بست کالج کا ہوا۔ ۱۸۱۵ء میں ایک مکتب
واسطے تعلیم اطفال کے ڈھاکے میں بھی قائم ہوا اور بالیان شہر سے بڑے بڑے
لوگ اس مکتب کے حامی ہوئے اور صاحبان انگریز نے بڑی بڑی کوشش
اور ہر طرح کی تائید کی اور بہت سے لڑکے اس مکتب میں داخل ہوئے۔

۱۸۲۳ء میں لارڈ ویلر اسے انگریز ہوا اور لارڈ امہرسٹ گورنر جنرل
ہو کر آیا اس عہد میں برہما کی لڑائی ہوئی جو رامو کی لڑائی کے نام سے
مشہور ہے اس لڑائی کے واسطے فوج کثیر اور سواران جنگی ہاتھی
اونٹ بیل چرخ اور گدھے بیٹھا ڈھاکے میں آئے تھے جنکو رمنہ کے
میدان میں جہاں اب گھوڑ دوڑ ہوتی ہے رہنے کی جگہ دی گئی تھی
اور سارا سامان جنگ ڈھاکے سے مہیا ہو کر برہما کی طرف روانہ ہوا تھا
آخر اس سامان کا نتیجہ صلح ہوا اور اس صلح میں منی پور اور ارخنگ یعنی
اراکان اور سواہل مرتیان سارا انگریزوں کے قبضے میں آیا۔

۱۸۲۸ء میں لارڈ امہرسٹ نے عزم انگلینڈ کا کیا اور لارڈ ولیم بینٹک
عہدہ گورنری پر مامور ہو کر آیا اس عہد میں بہت سی تخفیفات اخراجات
سلطنت میں ہوئیں اور اضافہ خراج کا تردد کیا گیا اور ۱۸۳۱ء میں
اور صدر امین کا مشاہرہ و اختیارات کی افزودنی ہوئی اور عہدہ
جدید اسے صدر امین کا ایجاد ہوا۔ اور اس عہدے کا مشاہرہ اور

لارڈ امہرسٹ

لارڈ بینٹک

اختیار منصف اور صدر امین سے زیادہ کیا گیا اور عمدہ محکمت پر نسل
 کورٹ موقوف ہوا۔ غرض اس انتظام سے یہ تہی کہ قضایاے متناصمین
 بمراقبہ اولیٰ حکام ہندوستانی کے محکمون میں فیصل ہوں اور مراقبہ ثانیہ
 یعنی اپیل اسکی محکمت میں حکام فرنگستانی کے انفصال ہوں لازماً
 نے فوجداری محکمون کی بھی رونق زیادہ اور نیا انتظام جاری کیا۔ البتہ
 ہر کمشنر اپنے ماتحت کے اضلاع کو ہر شش ماہی کے دورہ میں دیکھتے
 تھے اب ہر سہ ماہی میں دیکھتے اور مراقبہ ثانیہ کے انفصال کا انکو
 حکم ہوا ویسا ہی ششمن حجون کو یہی حکم ہوا کہ ہر مہینے میں ایک بار معاملات
 فوجداری فیصلہ کریں تاکہ اسامیان اور گواہوں کو مجبوری و حاضری باشی
 کی تکلیف زیادہ نہ ہو مقصد اس انتظام سے یہ تھا کہ رتبہ و منزلت اس ملک
 کے لوگوں کی بڑھے اور امور ریاست کی کارروایاں سہل
 طور پر ہوں۔

۳۲ء میں بیس سال اجارہ کمپنی کا پھر تمام ہوا اور نئے بند و بست
 کا وقت آیا اس مرتبہ کے اجارے میں بہت تغیر و تبدل ہوا یعنی
 دوسرے ملکوں میں جیسا چین وغیرہ میں بھی سوداگری کمپنی کی قدر موقوف ہوئی تھی
 قرار پایا کہ لکان میں آل کمپنی سمیت ساٹھ لاکھ روپیہ نہ بونہ سے خراج ہندوستان ملا کر گنا۔
 باقی مصارف سلطنت کے بعد نذرانہ ملکی میں جمع رہے گا اسی سال

لیجس لیٹو کونسل

۱۳۱ء میں انجمن و قانون سازی (لیجس لیٹو کونسل) منعقد ہوئی اور قوانین سیاست اس انجمن سے تیار ہونے لگے اور دوسری ایک انجمن لکیشن قائم ہوئی جس سے اجراء قوانین اور دستور العمل کا ہونے لگا۔

لارڈ ویلیم پینک کے عہد حکومت میں اس ملک کے لوگوں کی تعلیم زبان انگریزی اور علم آموزی کا بڑا اہتمام ہوا چنانچہ ۱۳۱۷ء میں پارلیمنٹ سے حکم ہوا تھا کہ مزاج ہندس سالانہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ تعلیم و تربیت میں رعایا کے مفد ہو اور ایک وہ روپیہ صرف سنسکرت اور عربی پڑھانے میں صرف ہوتا تھا۔ لارڈ پینک نے اس مبلغ سے زیادہ حصہ انگریزی پڑھانے میں رعایا کو نہایت ضرورت ہے صرف کرنے کا حکم دیا اس مطابق ہر ضلع اور شہروں میں انگریزی اسکول کھلے کی بنا ہوئی اور طبابت کی تعلیم کیلئے مدرسہ طبابت یعنی ڈیکل کالج کلکتہ میں قائم ہوا اس عہد میں محصول بضاعہ یعنی اجناس تجارت ایک جگہ سے دوسرے جگہ لے جانے میں جو محصول لیتے تھے اور جو بنام پٹ مشہور تھا موقوف ہوا ہر چند کہ یہ بڑی آمدنی ریاست کی تھی اور اسکے وصول کیو اسکے اکثر رہنڈروں پر اور دریا کے سواحل اور گھاٹوں پر تحصیل خانہ مقرر تھا۔ جس میں تحصیلدار اور پیادے رہتے تھے اور تحقیقات سارے اجناس تجارت کی ہوتی تھی اور حسب ضابطہ محصول لیا جاتا تھا۔ مگر عاملان تحصیل اگر سرکاری محصول لیکر روپیہ لیتے تو روپیہ پڑوا سکتے تھے اور نہایت جو روتعدی لوگوں پر ہوتی تھی۔ انگریزوں نے

جب مسلمانوں کے ہاتھ سے یہ ملک اپنے قبضے میں لیا اس رسم کو جاری
 دیکھا اور انھوں نے بھی اسکو جاری رکھا مگر عاملوں کی تعدی اور زری
 کی خبر ہمیشہ گوش گزار ہوتی تھی اسلئے لارڈ ڈنٹیک نے اسکو ایک قلم
 موقوف کر دیا۔ لارڈ ڈنٹیک کا عہد حکومت بہت چین کا تھا اس عہد میں
 کسی طرح کی جنگ و جدل اور کوئی واردات وقوع میں نہیں آئی۔
 ۱۸۳۵ء میں لارڈ ڈنٹیک انگلینڈ روانہ ہوا اور جلد کوئی گورنر جنرل
 نہ آنے کی سبب سے چارلس سٹکاف صاحب نے اس عہدے کا کام انجام
 کیا۔ اس عہد میں اخبار نویسوں کو آزادی ملی تھی اور ملکی صاحب نے
 بھی اس امر میں کوشش کی تھی۔

۱۸۳۶ء میں لارڈ ڈنٹیک گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا اور ۱۸۴۲ء تک
 اپنے عہدے پر قائم رہا اس عہد میں کابل کی لڑائی ہوئی جو واسطے
 تخت نشینی شجاع الملک والی کابل کے وقوع میں آئی تھی۔ ۱۸۳۶ء
 میں ہو گئی کالج اور ۱۸۴۰ء میں ڈھاکہ کالج کی بنا ہوئی۔

۱۸۴۰ء میں لارڈ ڈنٹیک گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا اور ۱۸۴۲ء عیسوی تک
 اسکی حکومت رہی اس عہد میں کابل فتح ہوا اور صلح دہشتی کے ساتھ
 افواج انگلشیہ نے وہاں سے مراجعت کی اور ریاست سندھ کیپنی
 کے قبضہ اقتدار میں آئی۔ لارڈ ڈنٹیک نے ڈیپوٹی مجسٹریٹ کا عہدہ

لارڈ ڈنٹیک

ڈھاکہ کالج

لارڈ ڈنٹیک

جاری کیا اور بہت سے لوگ اس ملک کے اس عہدے پر مقرر ہوئے۔

لارڈ ہرنبری ہارڈنج

۱۸۵۷ء میں ہرنبری ہارڈنج صاحب نے وزیر جنرل ہوا اور ۱۸۵۸ء تک اس عہدے پر رہا اس عہد میں سکھوں سے لڑائی ہوئی اور وہ زیر ہوئے اسی ۱۸۵۸ء میں کشن سنگھ کالج کی بنا ہوئی۔ اور اسی عہد میں ایکسٹو ایک اسکول ضلع اور پرگنہ جات بنگالہ میں بنام ہارڈنج اسکول کے جاری ہوئے۔

لارڈ ڈوہی

۱۸۵۸ء میں لارڈ ڈوہی گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ اس عہد میں ملک پنجاب۔

پریسڈنسی کالج

سارہ ناگپور۔ جھانسی۔ اودھ برار اور پیگوفہ تھروٹ میں کمپنی کے آنے ۱۸۵۸ء میں بہرم پور کالج قائم ہوا اور ۱۸۵۸ء میں پریسڈنسی کالج کلکتہ میں قائم ہوا۔ اور بہت سے بنگالہ اسکول جاری ہوئے اور لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے اسکولوں کی بنیاد پڑی اور صیغہ تعلیم کے ڈائریکٹر انسپکٹر وغیرہ عہدہ دار مقرر ہوئے اور تہذیب میں ریلوے کی بنا ڈالی گئی۔

لنٹن گورنر بنگالہ

ہیلڈی صاحب

۱۸۵۸ء میں جیمز پارلیمینٹ صوبہ بنگالہ کی واسطے لنٹن گورنر کا عہدہ مقرر ہوا جیمز پیلے ۱۸۵۸ء میں ہیلڈی صاحب لنٹن گورنر مامور ہوئے اور اس ملک کے لوگوں کو ولایت جا کر سویل سروس کا امتحان پاس کرنے کا حکم ہوا۔ لنٹن گورنر ہیلڈی صاحب نے ۱۸۵۸ء میں ڈھاکہ آکر پورب بنگالے کا انتظام اور علاقہ وغیرہ کا بندوبست کیا اور کشنری قائم کی اور ۱۸۵۸ء میں کشن جہنم کی سواری جو صد سال سے ایک مشہور تماشا جاری ہے

کشن جہنم کی سواری

جو یہاں کے تانیتوں کے دو فریق کے اہتمام سے دو سوار یاں بڑی دھوم
 دھام اور ہزاروں روپیہ کے خرچ سے نکلتی ہیں اور قدیم زمانے سے ایک
 ہی روز دونوں سوار یاں نکلتی تھیں اور اس معرکہ میں دونوں فریق اکثر
 دنگا ہنگامہ کیا کرتے تھے اور طرفین سے لوگ زخمی ہوتے تھے ہلیڈی صاحب
 نے اس معاملہ کو بذات خود تصفیہ کر کے حکم دیا کہ سواری دو روز نکلا
 کرے چنانچہ اس حکم کے مطابق اب ہر دو فریق ایک ایک روز الگ
 الگ اپنی اپنی سواری نکالتے ہیں اور تماشائی لوگ بھی امن کے ساتھ
 دو روز تماشا دیکھتے ہیں۔

بہرہٴ لبست و مکیم ذکر لغاوت سپاہیان ڈھاکہ

ہندوستان کے سپاہیوں میں ایک عجیب قسم کی بددی پیدا
 ہو گئی تھی۔

اسباب لغاوت

صوبہ بنگال کی سپاہ حسین زیادہ تر شریف قوم کے ہندو تھے
 فوراً بگڑاؤ لگے۔ ان ہندوؤں کو اپنے مذہب کا بڑا خیال تھا۔ اگر ایک
 بات بھی ان کے مذہبی عقائد کے خلاف ہوتی تو فوراً اوس سے ناراضگی
 ظاہر کرتے۔ چنانچہ جب دوسری مرتبہ برہما کی لڑائی میں انکو برہما جائے

لئے حکم دیا۔ تو ان ہندوؤں نے صاف انکار کیا گورنمنٹ نے فوراً سپر
قانون پاس کیا کہ اب سے کوئی ایسا شخص فوج میں بھرتی نہیں کیا
جائے گا۔ جو کہ کسی جگہ جانے پر راضی نہ ہو۔ اسپر ہندو سپاہ
کو یہ خیال گذرا کہ گورنمنٹ کو ان کے مذہبی عقائد کا ذرا بھی پاس
والگا نا نہیں ہے۔

انگریزی مدرسے۔ اسکول اور کالج جو ہندوستان میں
قائم ہوئے تو لوگ سمجھے کہ اسی طرح انگریزی پڑھا کر گورنمنٹ لوگوں
کو کرسٹان کرنا چاہتی ہے۔

ریل۔ تار گھر۔ اور نئی نئی کلین ایجاد ہونے سے لوگوں
کے دلوں میں طرح طرح کے گمان گذرے۔

نجومیوں نے کتنا شروع کیا کہ کمپنی کی حکومت صرف
سو برس رہ کر نابود ہو جائیگی۔ اور چونکہ کمپنی کو حکومت کرتے
ہوئے پورے سو برس گذر چکے تھے۔ اسلئے لوگوں کے دلوں میں
یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اگر اہل ہند فوراً بھی کوشش کریں گے تو فوراً ہندو
کی سلطنت ان کے ہاتھ میں آ جائیگی۔

لارڈ ڈوموسی نے جن جن لوگوں کی ریاستیں یا پٹنیں
ضبط کر لی تھیں ان لوگوں کو فتنہ برپا کرنے کا ایک چھا خاصہ موقع مل گیا۔

صوبہ اودھ کے تعلقدار اور دیگر لوگ مثل نانار او صاحب وغیرہ کے
 فوراً بگڑاؤ تھے۔ اسی زمانہ میں ایک نئی قسم کی بدوق ایجاد ہوئی تھی۔ جسکے
 بھرنے کیلئے کارتوس کو دانت سے کاٹنا ہوتا تھا۔ اسلئے عام طور سے خیال
 پیدا ہوا کہ یہ کارتوس مسلمانوں اور منہدوں کے ناپاک کرنے کیلئے گارے
 اور سور کی چربی سے چکنا کیا گیا ہے۔ اس سبب اور بھی لوگ آفروختہ ہو گئے
 یہی وجوہات تھے۔ جسے اہل ہند نہایت ہی بیزار ہو رہے تھے۔
 اور ذرا ذرا سی بات پر بگڑ بیٹھتے تھے۔

چنانچہ بغاوت ایکبارگی سارے ہندوستان میں شروع ہو گئی۔
 تمام سپاہ ساتھ ہی بگڑ گئے۔ بنگالہ۔ بہار۔ پنجاب اودھ کوئی ایسی جگہ
 نہ تھی۔ جہاں فتنہ نہ برپا ہوا ہو۔ چنانچہ مشرقی بنگالہ میں وہ جگہ جہاں
 بغاوت سب سے زیادہ پھیلی تھی ڈھاکہ تھا۔

بغاوت سپاہیان
 ڈھاکہ

۱۸۵۷ء کے ماہ مارچ میں ۳۱۔ رحمت آباد کو بارک پور میں پہلے
 بغاوت شروع کی۔ جس میں تین افسر زخمی ہوئے۔ اور ۱۹۔ رحمت آباد
 بہر پور میں کشتی پر کمر باندھی۔ اس رحمت آباد کو بارک پور جاکا حکم ہوا۔ اور
 جاتے ہی دونوں رحمت آباد کو برطرف کیا گیا۔ اور اسی سن کے مئی میں
 میں میرٹھ کے سپاہیوں کے بگڑنے اور کشت و خون کرنے کی خبر ہوئی۔
 اسوقت ڈھاکہ میں ۳۱ رحمت آباد کے دو کمپنی سپاہی تھے۔ اور تباہ

ماہ جون میں دو کمپنی اس رجمنٹ کی جو چلیای گوری کو گئی تھیں ۱۲ جون کو
 ایک افواہی خبر ہوئی کہ ان دنوں پٹنہ میں بارک پور کے موقوف شدہ سپاہیوں
 سے ملکر بغاوت پر کمر باندھی ہے اور لوٹ کے ڈھاکہ کے مین آکر بیان کے
 سپاہیوں کو جو لعل باغ میں ہیں ساتھ لیکر لوٹ تاراج مچائی ہو اور جیلخانہ
 کے قیدیوں کو بھی نکالتے پرستعد ہیں اس خبر سے انگریزوں کو بڑا ہول ہوا
 اور بہت سے انگریز جیکسن صاحب مجسٹریٹ ڈھاکہ کی کوٹھی میں جمع ہوئے
 اور بہت سی بندوقین وغیرہ ہتھیار اکٹھا کئے۔ اور بہت سے انگریز جو ان کرپنی میں
 اور اڑکوں کے شامل کشتیوں پر سوار ہو کر دریگاپار ہو گئے۔ انگریزوں کی جھڑپ
 اور بدحواسی سے شہر میں ایک تھلکہ بڑ گیا اور شہر کے لوگوں نے رستوں
 میں اور دریا کے کنارے پر ہجوم کیا اور انگریزوں کی یہ حالت دیکھ کر سب
 متعجب اور محظوف ہو کر پوچھتے تھے کہ کیا حال ہو اور اس کھلمکھڑ کے ساتھ
 کیوں بھاگتے ہیں کہ پستان مکھن اور رائیڈ صاحب
 جو سپاہیوں کے افسر تھے یہ خبر سنکر لعل باغ میں جہاں سپاہی رہتے
 تھے گئے وہاں جا کر دیکھا کہ سب سپاہی موجود ہیں اور سارا کام بدستور
 درست ہے یہ خبر وہاں مطلق نہیں ہوئی صاحبان نے لال باغ سے
 آکر سب انگریزوں کو تسکین دی اور وہ خبر چھوٹی ٹری۔ تیرہویں جون کو
 شہر میں سب طرح امن و آمان ہوئی اور صاحبان انگریز اپنے اپنے کاموں

مین مصروف ہوئے تیسویں جون کو شہر کی محافظت کے واسطے گورنمنٹ
 نے کلکتہ سے ایک سو سیل گورے اور کپتان لوئیس صاحب کو انکا افسر مقرر
 کر کے ڈھاکہ کے مین بھیجا سیل گورون کی فرو دگاہ انگریزی گرجا کی اتر جانب
 رابرٹ ووسٹ صاحب کی کوٹھی مین ہوئی پانچویں جولائی کو ٹمکات صاحب
 نے مکرلہ سے آکر بیان کیا کہ مٹھ مین آیا ہوا کہ چانگام کے سپاہی بگڑ کر لوٹ
 و تاراج کرتے ہوئے ڈھاکہ کے کیطرف آتے ہیں اس بات سے بھی
 پہلے بسکو ایک طرح کا ہراس ہوا آخر کو معلوم ہوا کہ وہ خبر بھی غلط ۲۹ جولائی
 تک ڈھاکہ کے مین سب طرح امن و چین اور ساری بات درست
 رہی۔ کپتان لوئیس صاحب سیل گورون کو لیکر صبح و شام شہر مین جا بجا پریڈ
 کیا کرتے اور اکثر لال باغ کے سپاہیوں کے قریب جا کر قواعد اور بندوبست
 شلک کرواتے تھے سپاہی لوگ ہر چند کہ انکی اس حرکت سے ناخوش
 ہوتے۔ مگر کچھ نہیں کہتے تھے تیسویں جولائی کو ولایتی صاحبان اور
 دیسی فرنگیوں کی ڈھاکہ کالج مین ایک کمیٹی ہوئی اس مین قریب ساٹھ
 آدمی کے جمع ہوئے تھے اور ان مین دو جماعت والیئر ایک پیادگان کی
 اور دوسرے سوارون کی مقرر ہوئی۔ پیادگان والیئر کا افسر
 میجر اسمتہ صاحب اور سوارون کا کپتان بچسن صاحب مین ہوئے۔
 اتر بچم ہندوستان کی بغاوت کی خبرون نے ڈھاکہ کے ولایتی صاحبان

اور دسی ارنی وغیرہ فرنگیوں کو بہت ہراسان کیا ماسوا سپاہیوں کے
 شہر کے لوگوں سے بھی خوف کرنے لگے چنانچہ اگست کے مہینے کی پہلی دوسری
 اور تیسری تاریخ کو کہ مسلمانوں کے عید الفضحی کا ایام تھا والیٹر لوگ تمام شہر
 شہر میں گشت کرتے رہے اور جا بجا پھر مقرر ہوا۔ اور عید الفضحی کے
 دن مسلمانوں کی نماز گاہ کے قریب پھر اکھڑا ہوا اور توپیں بھی گنیں
 کہ مبادا مسلمان کوئی ہنگامہ کریں دوسری تاریخ اگست کی کہ اتوار کا
 دن تھا صاحبان انگریز گرجے کو گئے۔ انکی محافظت کیواسطے ایک جماعت والیٹر
 کی کالج میں قریب گرجے کو تعینات رہی۔ اور گیارہویں تاریخ اگست کو بہت سے
 ارنی دھاکو سے کلکتہ بھاگے اور صاحبان ولایتی فزکل گھر میں جو ایک مستحکم اور محفوظ
 جگہ دریا اور کمال کے کنارے ہے جاے پناہ مقرر کی اور وہاں گدھی بنانی کی تدبیریں
 ہوئیں والیٹر لوگ وہاں تمام شب پرے میں رہتے تھے ہالیان شہر اور اطراف کو لوگ
 سمجھتے تھے کہ صاحبان انگریز کیوں استعد در محفوف اور بد ہوا اس
 ہو رہے ہیں۔ اور کس لئے والیٹر کی پلیٹن مقرر ہوئی۔ چودھویں اور
 پندرہویں اگست کو کشن جنم کی سواری نکلی اور بطور سابق تماشا ہوا۔
 اس میں بھی سواران والیٹر مسلح ہو کر ہاتھیں سپر سوار تھے اور پیادگان
 والیٹر کالج میں متعین تھے کہ مبادا کوئی فتنہ انگیزی ہو۔
 جلیانی گوری جو کہ ۳۷ جہنٹ کا ہڈ کو اڑ تھا۔ وہاں کے افسروں نے

لکھا کہ بیان کے سپاہی بغاوت پر مستعد ہیں اور انکار و کنا دشوار ہے کیونکہ
 یہ سز زمین سیلائی ہو اگر وہ لوگ پھر سرکشی کریں اور کشت و خون مچان
 تو ہم سب کو جان بچانی مشکل ہوگی۔ بیان کوئی پختہ مکان ایسا نہیں ہے
 کہ حسین انکی تاخت سے بچ سکیں۔ اس خبر سے ڈھاکہ کے صاحبان
 انگریز کو پھر ہول ہوا اور سب نے یہی تجویز کی کہ اگر چلیائی گورے
 کے سپاہیوں نے کچھ فتنہ برپا کیا تو فی الفور بیان کے سپاہیوں کے
 ہتھیار چھین لینا ضرور ہے اور کلکٹری کی حفاظت کو جو پچاس آدمی سپاہ
 متعین ہیں پہلے اُن پر حملہ کیا جائے اور بعد اسکے لال باغ کے سپاہیوں پر
 تاخت ہونی چاہئے۔ ۲۲۔ اگست کو کل گھڑی گڑھی تیار کرنے کے لئے
 اور اسکے چاروں طرف نالہ کھودنے کو ڈوسو مزدور مقرر ہوئے اور کام
 جلد جلد ہونے لگا۔ تیسویں اگست کو گڑھی تیار ہونے پر آئی
 اور صاحبان انگریز تصور کرنے لگے کہ اس گڑھی میں رہ کر پانچ چھ
 ہزار آدمی سے مقابلہ کر سکیں گے۔

تیسویں اگست عاشورہ کی شب کو والیٹر مسلح ہو کر چوک وغیرہ
 میلے کی جگہ میں گشت کرنے لگے اور اکھاڑا وغیرہ تماشا نکالنے کی ممانعت
 ہوئی شہر کے لوگوں میں بے حد خوف کے کوئی گھر سے باہر نہیں نکلا اور بدستور
 سابق تماشا نہیں ہوا اور میلہ جمعہ نہیں پایا۔

چو ڈھون ستمبر کو ایک ہولناک خبر آئی۔ کہ آسام کو سپاہی بگڑنے پر ہیں اور اپنے افسر کا حکم نہیں مانتے گورنمنٹ نے کلکتہ سے بہت سے سپر گورے آسام جانے کے واسطے بھیجے اور وہ ڈھاکے ہو کر آسام جانے چنانچہ ویسا ہی وقوع میں آیا اور وہ گورے ڈھاکے ہو کر آسام روانہ ہوئے دوسری اکتوبر کو آسام کا راجہ گرفتار ہو کر ڈھاکے میں آیا۔ جو کچھ اکتوبر کو انگریزوں نے درگاہ باری تعالیٰ میں مناجات کر نکا دن مقرر کیا اور سب نے اس روز گرجے میں جمع ہو کر باکاح وزاری درگاہ باری میں مناجات کی اکیسویں نومبر شنبہ کے دن بذریعہ ڈاک خبر ہوئی کہ ۳۳ رجمنٹ جو ابتدا سے بغاوت میں بارکپور کی چھاؤنی سے برطرف ہوئی تھی اس کے باقی سپاہیوں نے جو چال گام میں تھے۔ بغاوت کر کے وہاں کی کلکٹری کو لوٹ کر قریب دو لاکھ روپیہ کے لئے گئے ہیں اور ڈھاکے کی طرف آتے ہیں۔

اس خبر کے سنتے ہی صاحبان انگریز نے متفقہ اسے ہو کر یہی صلاح کھرائی کہ ڈھاکے میں ۳۳ رجمنٹ کی جو دو کمپنی سپاہی اور تھانہ آدمی گولانداز ہیں انکی ہتھیار چھین لینا چاہیے کہ مبادا چال گام کے سپاہی ادھر آئیں اور یہ بھی انکے ہمراہ ہو جائیں تو سخت قیامت ہوگی اور روکنا محال ہوگا بعد کیٹی کرپیلے والیٹروں کو حکم ہوا کہ بائیسویں نومبر التوار کے دن پانچ

بچے صبح کو تیار رہیں اور کمشنر صاحب سچ صاحب اور سارے سیویلیں نے
 ایکجا ہو کر صلاح کی کہ پہلے کلکٹری کے سپاہیوں کے ہتھیار لیکر وہاں
 کا پھر اوائلیٹرون کے حوالہ کر کے سیلر گورون کو لال باغ کی طرف بھیجن پنا
 ولسیا ہی عمل میں آیا۔ یعنی بائیسویں نومبر اتوار کے دن قبل چار بجے
 صبح کے کچھ اندھیری رہتے ہوئے جب سیلر گورون نے کلکٹری کے سپاہیوں
 پر حملہ کیا وہاں اکاؤن سپاہی تھے۔ انہوں نے بہت رنجیدہ خاطر ہو کر
 ہتھیار دیدیے اور اپنے افسر کو ملامت کرنے لگے کہ کس واسطے اس
 رسوائی کے درپے ہوئے اگر پہلے آپ فرماتے کہ ہتھیار دیدو تو بلاغہ
 ہم لوگ دیدیتے۔ سیلر گورے کلکٹری کے سپاہیوں کی بندوقین
 لیکر اور پھر اوائلیٹرون کے حوالہ کر کے پانچ بجے کے قریب لال باغ
 کی طرف چلے گئے۔

وہاں پہونچ کر سپاہیوں کو دیکھا کہ سب ہتھیار ہو گئے ہیں اور مقابلہ کو تیار ہیں معلوم
 ہوا کہ اس کے پہلے ہی انکو خبر ہو گئی تھی کہ گورے انکے ہتھیار لینے کو آتے ہیں۔ سیلر گورون کے
 قلعہ کو دروازے پر جاتی ہی پہونچے سپاہیوں نے پہلے بندوق چلائی اور ایک گورے کو مارا
 بعد اسکے اور سپاہی بھی بندوقین شلک کرنے لگے۔ جب گورے دھن دروازے
 سے اندر گھٹے۔ سپاہیوں نے ان پر ایک بار بڑھ بندوقین کی ماری۔ اور
 توہین جو بی بی پری کے مقبرے کے مقابل نصب تھیں ان سے

ایک بارہ گراب کی چلائی گورون نے بھی اندر ٹھسکر ایک بارہ ماری
 تب ٹھٹ ٹھٹ ٹھٹ صاحب نے قلعہ کی دیوار کو بائیں سمت رکھ کر گورون
 کو آگے بڑھایا اور سنگینوں سے سپاہیوں پر حملہ کروایا سپاہی سب بانی
 جگہ پر کھڑے تھے گورے انکو دوڑانے لگے اس عرصے میں مسٹر میرضا
 نے جو سیلرون کا دوم افسر تھا آدھی سیلر لیکر قلعہ کی دیوار کے اوپر
 سے اُن سپاہیوں پر جو توپیں چلاتے تھے تاخت کی اور توپیں چھین کر
 رنگ دان میں مینین مٹھوک دین اسوقت سپاہی ہر طرف دوڑنے اور
 بھاگنے لگے سیلرون کی فتح ہوئی اور سپاہی جنگوں کی طرف بھاگ گئے
 اور قریب چالیس آدمی کے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے سیلرون
 میں چار سخت زخمی ہوئے تھے ایک اسیوقت مر گیا اور باقی بعد اس کے
 مرے در نو آدمی جو زخمی ہوئے تھے۔ اچھے ہو گئے۔ ڈاکٹر گرین صاحب
 سول سرجن ڈھاکہ کے بھی زخمی ہوئے تھے وہ ایک زخمی گورے کو جھک کے
 پی باندھتے تھے کہ اسمین اُنکے زانو میں گولی لگی۔ وہ اچھے ہوئے
 مگر پیر سے معذور رہے بھاگے ہوئے سپاہیوں میں کتنے گرفتار ہو کر
 آئے انہیں سچا آدمیوں کو اسیوقت پھانسی دی گئی اور باقی کو بھی
 بعد اس کے پھانسی دی گئی ۲۳۔ نومبر دوشنبہ کے دن شہر میں سیطرح
 امن ہو گئی اور صاحبان انگریز اپنے کاموں میں مصروف ہوئے

مگر شہر کے لوگ بہت سے بھاگ کر دیہاتوں میں چلے گئے ۲۹۔ نومبر
 صاحبان انگریز کو یہ تردد ہوا کہ ڈھا کے کے بھاگے ہوئے سپاہی ضلع
 میمن سنگھ اور سلٹ کی طرف جا کر وہاں کے باشندوں پر ظلم و تلوی
 مچاتے ہوئے مگر شکر ہے کہ وہ سب ایک ساتھ اس طرف نہیں گئے۔
 پہلا قافلہ جو ٹوک کے رستے سے ضلع میمن سنگھ کی طرف گیا تھا اس میں
 بیس آدمی کے ہاتھ میں بندوقین تھیں اور باقی بے ہتھیار تھے اور کتنے
 زخمی تھے ان میں ایک عورت بھی اپنے لڑکوں کو لئے ہوئے تھی دوسرا
 گروہ جس میں تیس آدمی کے ساتھ بندوقین تھیں اور باقی بے ہتھیار
 تھے جب وہ میمن سنگھ کے قریب پہنچے وہاں کا مجسٹریٹ پولیس کے
 برقداروں کو لیکر ہر سر راہ کھڑا ہو گیا سپاہی لوگ اس طرف نہیں گئے
 اور جمال پور کی راہ لی۔

چانگام کو باغی سپاہی جو ڈھا کے میں ۳۰ جنوری کے سپاہیوں
 سے ملنے کو آتے تھے خبر ملی کہ وہ اس طرف نہ آئیں گے اور ضلع پتھرہ وغیرہ
 کے کوہستان کی راہ سے سلٹ کی طرف جاتے ہیں اور کمرہ کے قریب
 پہنچ کر راجہ پتھرہ کو خبر بھیجی کہ اگر وہ ان کے ساتھ نہ ملے اور تائید نہ کرے گا
 تو اس کا تخت چھین لینگے اس خبر سے کمرہ کے صاحبان انگریز اور عمائد
 شہر سب شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تینویں نومبر کو ڈھا کے کے بھاگے

ہوے سپاہیوں میں سے اوتین آدمی گرفتار ہو کر آئے اور ان کو بھی
 پھانسی دی گئی بعد اسکے اور بھی آٹھ آدمی پکڑ آئے اور انکو پھانسی
 دی گئی تیسری دسمبر کو ڈھاکے میں دو اسٹیمر ہو چکے جن میں ۵۲ کوئینس
 رجمنٹ کے تین سو سو پھر گورے اور ایک تنو سیلر تھے سو جردن کو اسٹو
 پتہ روانہ کیا گیا تاکہ چانگام کے باغی سپاہیوں کو سلمٹ جانے کے
 قبل روکین اور سیلرون کو رنگپور ہو کر بلوا جانے کا حکم ہوا اس سے
 میں سلمٹ کی ڈاک بند ہو گئی تصور کیا گیا کہ شاید چانگام کے باغی سپاہی
 سلمٹ کے رستے میں ہیں۔ نوین دسمبر کو خبر ہو چکی کہ چانگام کے
 سپاہی گوردن کو خوف سے سلمٹ کو نہیں آنے معلوم ہوتا ہے کہ پتہ
 کی سرحد میں ہیں اور بالکل عورت مرد لڑکے بالے اور قیدیوں کو
 لیکر پانسوا آدمی ایک ساتھ ہیں مگر رسد کی نہایت تنگی ہے اور بھوک
 سے نہایت عاجز ہیں اٹھارہویں دسمبر کو سلمٹ سے خبر آئی کہ وہاں
 کے لوگ چانگام کے باغی سپاہیوں سے مقابلہ کرنے پر کمر باندھے
 ہتھیار لئے لڑنے کو تیار ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈھاکے کے بھاگے
 ہوئے سپاہی ہوٹان کی طرف گئے ہیں۔

چودھویں جنوری ۱۹۵۹ء کو ڈھاکے میں سبطرح خبریت اور امن
 تھی دخانی جہاز جو فوج لیکر پتہ کی طرف گئے تھے مع فوج واپس آئے

اور خبر ملی کہ چاٹگام کے سپاہی سلمٹ کے قریب ایک جنگل میں ہیں۔
سلمٹ کی لائیٹ انفنٹری رجمنٹ نے دوبار اُن سپاہیوں سے مقابلہ
کیا اور دونوں بار اُنکو ہزیمت دی۔

اکیسویں جنوری تک دونوں جہاز جو فوج لیکر تپہ سے واپس آئے
تھے ڈھاکہ کے دریا میں ٹہرے رہے سو بجر اور سیلر گورے جو
جوق شہر میں پھرتے اور گلی کوچہ ٹھکون پر بدستیان کرتے تھے۔
بائیسویں جنوری کو سو بجر گورے کلکتہ روانہ ہوئے اور سیلر گورے
چند مہینے بیان رہے نوین جون کو گورنمنٹ سے حکم آیا کہ ۱۹ رجمنٹ
سو بجر گورون کے رہنے کے واسطے ڈھاکہ کالج کا مکان خالی کیا جائے
چنانچہ یہ حکم تعمیل ہوا اور اٹھارہویں جون کو ڈھاکہ کالج کے واسطے
دو مکان کرایہ پر لئے گئے اور کالج کا اسباب اُن مکانوں میں بھیجا
گیا بارہویں جولائی کو ۱۹ رجمنٹ کے تین کمپنی سو بجر گورے ڈھاکہ
میں آئے اور زیادہ حصہ اُنکا کالج میں اور باقی فوجداری کی کپڑی
کے مکان میں جس میں اسوقت کالجیٹ اسکول ہے اُمارے گئے۔
پہلی اگست کو ڈھاکہ کے سیلر گورے جنہوں نے سپاہیوں کو مارا
تھا سلمٹ روانہ ہوئے اور اسی سال کی اٹھارہویں اکتوبر کو کلکتہ
سے ڈھاکہ تک ٹیلیگراف کے تار نصب کئے گئے اور تار پر خبر آنے لگی۔

بہرہ بست و دوم ذکر نقل سلطنت از دست کمپنی بدست ملازمان ملکہ معظمہ

پانچویں نومبر ۱۸۵۷ء و شنبہ کے دن سلطنت ہند ملکہ معظمہ انگلیٹنڈ کے قبضے میں آنے کا شہرہ ہوا اور کمپنی کی عملداری اٹھ گئی اس روز ایک جلسہ عظیم ہوا اور ڈھاکہ کالج کے پورب انٹا گھر کے میدان میں جہاں اسوقت وکٹوریہ پارک کا باغیچہ ہے جلسہ گاہ مقرر ہوا۔ اور بڑے تکلف سے جلسہ گاہ سجایا گیا تھا۔ پہلے سو بجر گورون کی قواعد ہوئی تو پین اور بند وقین شلک ہوئیں بعد ازاں تبدیل سلطنت کا فرمان انگریزی اور ننگل زبانوں میں پڑھا گیا۔ شہر کے لوگ قریب چار ہزار آدمی کے جمع ہوئے تھے حکام انگریز اور روسائے شہر سب حاضر تھے بعد جلسہ کے شب کو شہر کے مکانوں میں روشنی ہوئی اور سب نے خوشیاں کیں جب سلطنت ہند کمپنی کے ہاتھ سے قبضہ اقتدار میں کوئن وکٹوریہ ملکہ انگلیٹنڈ کے آئی اور سارے کاروبار سلطنت بنام نامی ملکہ معظمہ کے ہونے لگے لارڈ کیننگ عمدہ گورنر جنرل پر قائم رہے اور اسی سال یعنی ۱۸۵۷ء میں عدالت اور فوجداری کا

نیا قانون اور اداسے خراج کے آئین دسٹل اور کرنسی نوٹ جاری ہوا۔

بعد لارڈ کینگ کو لارڈ الگین گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے۔ اس عہد میں

لارڈ الگین

پورب بنگالہ اور متلا کی ریلوے جاری ہوئی اور ۱۸۶۲ء میں صدر دیوانی اور سوپریم کورٹ ایک شامل ہو کر کلکتے میں ہائی کورٹ قائم

ہائی کورٹ

ہوا و دو سال پورے ہوئے تھے کہ لارڈ الگین نے اس دارفانی سے

انتقال کیا اور کچھ دن کے واسطے سر ولیم ڈنلس صاحب گورنر جنرل

رہے اور ۱۸۶۳ء میں سر جان لارنس گورنر جنرل مقرر ہوئے

۱۸۶۹ء تک حکمرانی میں قائم رہے۔

۱۸۶۹ء میں لارڈ میو گورنر جنرل مقرر ہو کر ۱۸۷۲ء تک پندرہ عہدے پر قائم رہے۔

لارڈ میو گورنر جنرل

اس عہد میں انگریزی تعلیم کی تخفیف خرچ کی راے ہوئی اور مسلمانوں

کی تعلیم و تربیت کے واسطے مدرسوں کی بنا ہوئی ۱۸۷۲ء کی ۱۸۷۳ء میں

فروری کو لارڈ میو جزیرہ انڈامن میں ایک دائم الجبس قیدی کے

ہاتھ سے مقتول ہوئے اور سر جان اسٹریچی چند روز گورنر جنرل

رہے بعد ان لارڈ ڈنپیر نے گورنر جنرل کا مون کو اجرا کیا۔

۱۸۷۲ء کی تیسری مئی کو لارڈ ڈنار تھ بروک گورنر جنرل ہو کر آئے۔ اس

لارڈ ڈنار تھ بروک

عہد میں رعایا کو خراج کے بار سنگین سکس پیسہ کی دہائی ہوئی اور پھر اعلیٰ درجہ کی

انگریزی تعلیم کی تائید ہوئی ۱۸۷۴ء کے آخر میں لارڈ ڈنار تھ بروک

۱۸۷۵ء میں لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ

۱۸۷۵ء میں لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ لارڈ ڈنار تھ بروک کی جگہ

ڈھاکے میں آئے اور انکے استقبال کی بڑی بڑی تیاریاں ہوئیں اور
شہر میں روشنی وغیرہ کا اہتمام ہوا اور اہالیان شہر نے چندہ کر کے انکی
یادگاری کے واسطے ایک مکان بنام نارٹھ بروک حال تعمیر کیا جس میں
اسوقت دسی لوگوں کی لائبریری یعنی کتب خانہ ہے اور اکثر
کتابیں اور جلسے آئیں ہوتے ہیں۔

۱۸۷۸ء میں شاہزادہ اعظم پرنس آف ویس جو بعد ملکہ معظمہ تخت نشین ہوئے
ہندوستان میں آئے اور بعد ملاقات راجگان و ایالان ملک و زمینداران ذوی وقار
اور سیر و شکار آٹا دیا ر کے مراجعت کی۔ ڈھاکے کے نواب صاحب نوا
سر عبدالغنی بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی پرنس کی ملاقات کو مدعو ہوئے تھے۔
اور ماورائے اجناس نامی ڈھاکہ سوئے چاندی کے دو ہاتھی کے بچے پرنس
کی نذر کئے تھے جس سے پرنس نے نہایت خوش ہو کر انکی بڑی توقیر کی تھی
اور تحائف عطا کئے تھے۔

لارڈ لیتن

۱۸۷۸ء میں لارڈ لیتن گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے۔ اور لارڈ نارٹھ
بروک انگلینڈ چلے گئے اسی سن میں ملکہ معظمہ کوین و کٹوریہ نے امپرس
یعنی قیصر ہند کا خطاب لیا اور ۱۸۷۸ء کی جنوری میں اس خطاب
کی شہرت کے واسطے دہلی میں دربار عظیم منعقد ہوا۔ جس میں سارے
راجگان ملک اور امرائے ریاست حاضر ہوئے تھے اور بڑے

تجمل اور تنزک کے ساتھ نائب سلطنت گورنر جنرل کرسی نیابت پر
 ملکہ معظمہ قیصر ہند کے جلوس کر کے اشتہار خطاب قیصر ہند جناب
 ملکہ معظمہ کا اہالیان مملکت کو سنایا اور پٹنوں کی پریڈ اور توپین
 شلک ہوئیں اور خوشیاں اس جلسہ کی ہر ہر شہر میں ہند اور
 بنگالہ کے منائی گئیں اور چراغ روشن ہوئے دھماکے میں بھی
 اس روز شب کو ہر گلی کوچہ میں اور ٹرکون پلاور بازار میں روشنیان ہوئیں
 تھیں اور اہالیان شہر اور صاحبان انگریز نے خوشیاں کی تھیں۔
 اسی سال یعنی ۱۸۵۷ء میں ملک مین قحط پڑا جس میں بہت سے
 لوگ یعنی قریب پچاس لاکھ آدمی کے ہلاک ہوئے اور امیر کابل سے
 رٹائی شروع ہوئی۔ افغانوں نے دغا کر کے انگریزوں کے سفر
 کیا گنری صاحب کے انکے مصاحبین اور ہر ہی سپاہیوں کو قتل کیا جسکی پاداش
 میں افغانوں نے بڑی بڑی خرابیاں اٹھائیں اور ملک عبد الرحمن
 خان کے حوالہ کیا گیا اسی عہد میں دفع قحط کے واسطے اہل تجارت
 اور کارباری لوگوں پر لائسنس ٹیکس جاری ہوا۔

۱۸۵۷ء کے اپریل مہینے میں لارڈ لیننٹن گورنر جنرل مقرر ہوئے اور ان کو
 آف رین گورنر جنرل ہو کر آئے اس عہد میں انگریزوں نے
 کابل میں اخیر فتح پائی اور انگریزی خوانی کو ترقی دی گئی آئندہ

لارڈ لیننٹن

اس ملک میں قحط ہو اسکی تدبیریں ہوئیں اور اس ملک کے لوگوں کو سوسل
سروس ملنے کا طریقہ جاری ہوا اور بھی بہت سی کوششیں اہالیان ہند کی
ترقی اور فلاحیت کے واسطے کی گئیں۔ کپڑا وغیرہ تجارتی اجناس کی آمدنی
کا محصول اٹھادیا گیا اور ملک کا محصول بھی کم ہوا۔ شہداء میں ڈاکخانوں
میں مٹی آرڈر کا طریقہ اور پوسٹ کارڈ جاری ہوا۔ شہداء میں
بنگال کی مردم شماری ہوئی اور مینو نیسل آئین جاری ہوا

مردم شماری

شہداء میں سرریورس ٹامسن صاحب فٹ گورنر بنگال کے مقرر ہوئے۔ انکی
ہند حکومت میں مینو نیسل کی ترقیاں ہوئیں اور رعایا کو تشخیص ممبر کا اختیار
دیا گیا۔ لوکل ورڈسٹرکٹ بورڈ جاری ہوئے۔ شہداء میں الگزمین
یعنے نمائش کا میلہ ہوا۔ اور ڈھاکہ میں سنگھ کی ریل جاری ہوئی اس
ریلوے کے کھلنے سے میں سنگھ سے ڈھاکہ اور ڈھاکہ سے نرائنج
تک لوگوں کو آمد شد کرنے میں بڑی آسانی ہوئی۔

الگزمین کلکتہ

ڈھاکہ میں سنگھ
ریلوے

شہداء کو آخر میں لارڈ رین سلطنت ہند کا چارج لارڈ ڈفرن کو دیکر روانہ انگلینڈ
ہوئے اور لارڈ ڈفرن گورنر جنرل ہوئے۔ شہداء میں چند انگریز اور کتنے
لوگ ہندوستانی اور بنگالی نے متفق ہو کر ایک انجمن بنام نیشنل کانگریس
منفق کی اور غرض یہ بھڑائی کہ اس ملک کے لوگوں کو جن جن چیزوں
کی ضرورت ہے اسکی درخواست بذریعہ اس انجمن کے گورنمنٹ میں

لارڈ ڈفرن

کانگریس

پیش کرین اور نشست اس انجمن کی بمبئی کلکتہ مدراس اور الہ آباد وغیرہ
 شہروں میں ایک ایک سال بڑی دھوم دھام مچ ہوئی۔ اور بہت سے اشخاص ہر شہر اور
 ضلع کو مدعو ہوئے اور انکی آمد و رفت کا خرچ وغیرہ انجمن سے دیا گیا اور بڑی قدر دانیان
 ہوئیں اور لاکھوں روپے خرچ ہوئے اہالیان ہندو بنگال کو و فریق ہو کر ایک پس انجمن کی
 تائید میں دوسرے اسکی تردید میں کوشاں ہوئے فریق ثانی میں زیادہ
 تر لوگ مسلمان تھے جو ہر شہر میں انجمن منعقد کر کے لوگوں کو انجمن کانگریس
 کی تائید سے باز رکھتے تھے چنانچہ دھاکے میں بھی ایک انجمن تردید میں
 انجمن کانگریس کے حسینی دالان کو میدان میں منعقد ہوئی تھی بانی اسکے سارے
 مسلمان خاص و عام اس شہر کو تھو جو غلط فہم کانگریس کو ہمیشہ سعی کرتے تھے
 کہ ان کے اوسط جنوری میں گورنر جنرل لارڈ ڈوفرن
 دھاکے میں آئے اور انکی استقبال اور تعظیم کی بڑی بڑی تیاریاں
 ہوئیں اور بڑی دھوم دھام سے اجلاس صدر گھاٹ میں بنایا گیا اور
 دربار منعقد ہوا اور سارے شہر میں روشنی وغیرہ کا سامان بڑے تکلف
 سے کیا گیا اور استقبال کی واسطے اشخاص شہر اور حکام وغیرہ ریلوے
 اسٹیشن میں منتظر تھے جب ریل پہنچی لاٹ صاحب ریل سے اتر کر
 فخر بن گالہ نواب سر عبدالغنی بہادر کے سی ایس آئی کو اپنی گاڑی میں
 ساتھ بٹھا کر دربار کی جگہ پر آئے اور انکو سپو میں بٹھا کر سرفراز کیا اہل

لارڈ ڈوفرن کا
 دھاکے میں آنا

شہر کی طرف مسلمانوں نے فارسی اور ہندوؤں نے انگریزی زبان میں
 پاس نامے گزرائے اور لاٹ صاحب نے بھی بغایت خوشدلی اُن
 پاس ناموں کی جواب میں اپنی زبان مبارک سمیت کچھ ارشاد فرمایا خصوصاً مسلمانوں کی
 زنی کے بارے میں جو وہ سعی ملین رکھتے تھے اُسکا اظہار کیا اور بکشاوہ پیشانی
 سب اہل دربار سے ملے اور سب کو محفوظ و مشکور کیا۔

اس عہد میں پھر انکم کسجری ہوا اور منگ وغیرہ کا بھی محصول بڑھ گیا اور ریالٹک ہما
 بند کے شامل ہوئی جس سے لارڈ ڈفرن کو مارکوس آف آوا کا خطاب ملا
 ششمین ۱۶ فروری کو ملکہ معظمہ قیصر ہند کی عہد سلطنت کے سچاں برس
 پورے ہوئے اور سارے ہندوستان میں جشن جوہلی کا منعقد ہوا اس روز
 دھاکے میں بھی جشن جوہلی کی خوشیاں منائی گئیں اور روشنی وغیرہ کا سامان
 خوب ہوا آئینہ لوکی دنوین دسمبر کو لارڈ ڈفرن نے زمام مملکت لارڈ لینس
 ڈاؤن کے ہاتھ میں دیکر راہی انگلینڈ کے ہوئے۔ اور لارڈ لینس ڈاؤن
 گورنر جنرل اور فرمانروا سلطنت ہند کے ہوئے۔

انھوں نے آتے ہی افغانی سرحد کی محافظت کے لئے
 کافی انتظام کر دیا۔ اور امپیریل سروس ٹروپ تعینات کر دی۔

۱۸۹۱ء میں سنی پور میں ایک بغاوت پھیلی چیف کسٹرن
 آف آسام اور دیگر انگریز جی عہدہ دار مارے گئے۔ آخر میں لارڈ لینس ڈاؤن

جی قیصر ہند

لارڈ لینس
 ڈاؤن

نے ایک زبردست فوج منی پور بھیجی۔ جس نے بغاوت کی آگ کو فوراً
 ٹھنڈا کر دیا۔ منی پور کا راجہ تخت سے اتارا گیا۔ اور اُس کے خاندان
 کا دوسرا راجہ تخت پر بٹھایا گیا۔

اوسے سال برٹش پارلیمنٹ نے انڈین کونسل ایکٹ
 پاس کیا۔ جس سے کہ یونیورسٹی ڈسٹرکٹ اور مینسپل بورڈ کو لمبیلیٹو
 کونسل میں اپنا اپنا سرپرست ٹیٹو یعنی نائب بھیجے کا حق دیدیا۔

لارڈ امین

۱۸۹۲ء میں لارڈ امین صاحب گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے
 اس عہد میں مرض پلگ پہلے پہل ہندوستان میں شروع ہوا۔
 ۱۸۹۶-۹۷ء میں صوبہ متحدہ۔ بہار اور وسط ہندوستان میں بہت
 بھاری قحط پڑا۔ اوسے سال ہندوستان کے اوتر۔ پورب۔ جانب
 میں ایک زلزلہ عظیم ہوا جس سے کہ مالی اور جانی دونوں نقصان
 بہت زیادہ ہوئے گورنمنٹ نے پلگ کے روکنے اور زلزلہ کی مصیبتوں
 کو دور کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئی۔

لیکن یہ سب آفات ایک بہت بھاری خوشی سے مبدل
 ہو گئے۔ کیونکہ ۱۸۹۷ء میں کوئین وکٹوریہ کو تخت پر بیٹھے ہوئے پور
 ساٹھ برس گزر گئے تھے۔ اس خوشی میں ڈائمنڈ جوبلی منعقد ہوئی
 اور تمام ملک میں جشن منایا گیا۔

۱۹۰۸ء میں لارڈ کرزن گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے۔ اُس کے عہد حکومت
سنٹرل پروڈنسر میں ایک قحط عظیم واقع ہوا۔ گورنمنٹ نے بھوکوں اور زندگوں کی
مہیبت دور کرنے کیلئے بہت روپیہ خرچ کیا۔

۱۹۰۸ء میں کوئٹہ وکٹوریہ کے انتقال کا جانکاہ واقعہ پیش آیا جنوری
۱۹۰۸ء میں ایڈورڈ ہفتم تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور دہلی میں ایک بہت بھاری
دربار منعقد ہوا۔ سارے ملک میں خوشی منائی گئی۔

اکتوبر ۱۹۰۸ء میں لارڈ کرزن نے صوبہ بنگالہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک
حصہ کا نام صوبہ بنگالہ قرار پایا۔ اور دوسرے حصہ کا مشرقی بنگالہ اور آسام۔

لارڈ کرزن کو زمانہ وزارت میں بہت سحر یفارم پاس ہوئے۔ جن میں سے
اہمیت ضروری اور زیادہ مشہور دو ریفارم تھے۔ ایک یونیورسٹی اور دوسرے پولیس ریفارم۔
شاہ تبت کو اس بات پر راضی کیا کہ برٹش ہندوستانی رعایا کو بھی اس
بات کی اجازت دیجائے کہ وہ تبت کے ساتھ تجارت کیا کریں۔

ہندوستان کی اوت پرچھم سرحد میں ہمیشہ بد امنی رہتی تھی۔ اس لیے لارڈ
کرزن صاحب نے اُس سرحد کو ایک نئے صوبہ سے نامزد کیا۔ جس کا نام ناٹھ
وٹرٹن فرانسر پرونس رکھا۔ اور وہاں حکومت کرنے کے لیے ایک چیف
کمز قنات کر دیا۔

۱۹۰۸ء میں سکریٹری آف اسٹیٹ سے کسی بات میں تکرار ہوئی

اسٹیلے لارڈ صاحب نے خود ہی استعفا پیش کیا۔

لارڈ مٹو

لارڈ مٹو شہنشاہ کے آخر میں وائسرائے ہند ہو کر آئے۔ ان کے عہد حکومت میں بہت سے عظیم الشان واقعات ملک میں پیش آئے۔ سب سے پہلے انہوں نے تقسیم بنگالہ جسکی ابتدا لارڈ کرزن کے زمانہ میں ہوئی تھی مکمل کی۔ اس پر ملک میں ایک غوغا مچا۔ اور طرح طرح کے سازشیں شروع ہوئیں۔ ہم کے گولوں سے سیکڑوں جانیں تلف ہوئیں اور اخباروں و رسالوں میں طرح طرح کی باغیانہ تحریرات چھپنی شروع ہوئیں۔ لہذا گورنمنٹ نے مصلحتاً پریس ایکٹ پاس کیا جس نے تمامی مطابع کو منع کر دیا کہ وہ کوئی ایسی تحریر نہ چھاپیں جس سے سلطنت سے بدظنی پٹکے۔

سنہ ۱۹۰۹ء میں ایک کونسل اسکیم ریفارم بھی پاس ہو جس سے طرز حکومت میں ایک نئی روح پھونک دی گئی۔

سنہ ۱۹۰۶ء میں ہنزہ جیٹی امپائر آف کابل ہندوستان میں سیر کیلئے آئے اور سنہ ۱۹۰۸ء میں ہنزہ جیٹی جارج پنجم نے جو اس وقت میں پرنس آف ویلز تھے ہند کو اپنے قدم بابرکت سے مشرف کیا۔ لیکن وائسرائے ہند کے زمانہ حکومت میں جو سب سے جانکاہ اور پرورد واقعہ ہوا وہ ہنزہ جیٹی ایڈرورڈ ہنرم شہنشاہ ہند کی اچانک موت ہے جو ۶ مئی سنہ ۱۹۰۷ء کو ہوئی۔ اُن کے بعد ہنزہ جیٹی جارج پنجم نے تخت و تاج کو زینت بخشی۔

ذکر لفظ گورنر صاحبان بنگالہ

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ہلیدی صاحب پہلے لفٹ گورنر بن گئے کے مقرر ہوئے
 بعد اٹھ ۱۸۷۵ء میں سر جان پیٹر گرانٹ صاحب اس عہدے پر مامور ہوئے اور
 ۱۸۷۶ء تک حکمرانی کی۔ ان کے عہد حکومت میں نیل ساز انگریزوں کی تعداد جو
 اس ملک کے کاشتکاروں پر از حد تھیں موقوف ہوئیں پورب بنگالے میں
 اہالیان فرنگ نہایت دنوں سے نیل کی تجارت شروع کی تھی اور بذریعہ اسی
 تجارت کے زمینداریان خرید کر کے رعایا سے بھور و تعدی نیل کی کھیتیاں کرواتے
 تھے۔ اس ضلع ڈھاکے میں بھی نیل کی کھیتیاں بہت تھیں۔ اور کاروبار نیل کا
 کثرت سے ہوتا تھا۔ چنانچہ ان نیل سازوں میں پہلے مسٹر گلاس اور ڈاکٹر ولیم کی
 کھیتیاں جاری تھیں۔ اور مدت تک ان کا کاروبار خوب چلا۔ بعد ازاں مسٹر جے
 بی وائز نے بڑی اقبال مندی اور ثروت کے ساتھ کھیتیاں جاری کیں۔
 اور زمینداریان خرید کر کے رعایا سے نیل تیار کروا کے خوب نفع اٹھایا۔ اس نیل سازی
 میں انگریزوں کو بڑا نفع تھا۔ مگر رعایا کو ان کی تعدی کے سبب سے بڑی اذیت تھی
 ان رعایا زیادہ حصہ میں نیل کی کھیتیاں کرتی اور دھان وغیرہ قھوڑی سی زمین
 میں بوئی، تھی جس سے ان کا سال بھر کا اذوقہ نہیں ہوتا تھا۔

سبیل شہین حصہ

۱۸۷۶ء میں سبیل بیڈن صاحب لفٹ گورنر ہو کر ۱۸۷۸ء تک ایالت
 پر قائم ہوئے۔ ان کے عہد حکومت میں ۱۸۷۸ء میں ڈھاکے میں میونسپلٹی جاری
 ہوئی اور ۱۸۷۸ء میں وٹالک کی جسٹری کا آئین جاری ہوا۔ ۱۸۷۸ء

میں سرولیم گرے صاحب لفٹنٹ گورنر مقرر ہوئے۔ اور ۱۸۷۸ء تک حکمران رہے۔
 اُن کے وقت میں لارڈ میو نے تعلیم انگریزی کا درجہ بڑھانا چاہا تھا
 مگر گرے صاحب کی سعی سے گھٹنے نہیں پایا ۱۸۷۸ء میں سر جارج
 کبیل صاحب لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ اور ۱۸۷۹ء تک فرمان روا رہے
 اُن کے عہد حکومت میں مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے ڈھاکہ لکھنؤ
 چانگام میں مدرسے جاری ہوئے اور ۱۸۷۹ء میں پہلے مردم شماری ہوئی
 اور اسی سال میں راہ باٹ اور پل وغیرہ کی مرمت اور کھال نالے کھودوانے
 کے لئے روڈ بسس جاری ہوئی اور اسی عہد میں سب ڈیپوٹی اور
 قانون گو کا عہدہ مقرر ہوا اور کلج واسکو نو مین جمناسٹک کی ورزش جاری ہوئی
 ۱۸۷۹ء میں سر ریچرڈ ٹیل صاحب لفٹنٹ گورنر ہوئے
 اور ۱۸۸۰ء تک حکمران رہے اسی عہد کے ۱۸۷۹ء میں زمینداری
 اور تعلقات کی کلکٹری میں نام جاری کرنے کا ائین جاری ہوا ۱۸۷۹ء
 میں سر ایلی ایڈن صاحب لفٹنٹ گورنر ہوئے ۱۸۸۰ء تک فرمان روا
 رہے انکی عہد حکومت میں بنگالہ کے لوگ ولایت شاکر تھوڑے مشاہرہ
 میں سویل سرولیس کا عہدہ پانے کا طریقہ نکلا اور صیفہ تعلیم میں اسٹنٹ
 انسپکٹر کا عہدہ قائم ہوا اور علماں صیفہ تعلیم کے واسطے مشاہرے کا
 گریڈ یعنی سالانہ ترقی کا قاعدہ ہوا اور بہت سے دیہات وغیرہ میں لکھنے

کبیل صاحب

مردم شماری

ٹیل صاحب

نام جاری

ایڈن صاحب

جاری ہوئے شہداء میں ڈاک خانوں میں منی آڈر جاری ہو آجس لوگوں کو روپے بھیجنے میں بڑی آسانی ہوئی۔

۸۲ شہداء میں سر ریورس ٹامس صاحب لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ اور ۸۳ شہداء تک فرمانروا رہے۔ عدلیہ میں ڈسٹرکٹ کلرک کو بہت سے اختیارات دیے گئے اور حقیقت رعایا کا آئین جاری ہوا۔ ۸۴ شہداء میں سر اسٹورڈ کالون ہیلی صاحب لفٹنٹ گورنر مقرر ہوئے اور ۸۹ شہداء تک حکمرانی کی۔

۸۹ شہداء میں سر چارلس ایلٹ صاحب لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ انکے عہد حکومت میں تمام سرشتوں کی درشتگی پورے طور پر ہو گئی۔ اور وہ پانچ برس تک حکمران رہے۔ اور ۹۵ شہداء میں فرصت لی۔ اور ان کے زمانہ فرصت میں سر امی۔ پی میکڈونلڈ صاحب لفٹنٹ گورنر مقرر ہوئے۔ اور تھوڑے روز تک اس عہدہ پر فرمانروا رہے۔

۹۵ شہداء میں سر الیگزینڈر میکنڈی صاحب لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ اور تین برس حکمرانی کر کے ۹۸ شہداء میں انگریز واپس گئے۔ انکے بعد سر جان وڈ برن صاحب لفٹنٹ گورنر مقرر ہوئے۔ لیکن ۱۹۰۲ شہداء میں جناب موصوف نے بعارضہ ہمیش کلکتہ میں انتقال کیا۔

انکے انتقال کے بعد سٹرجی نے بورڈی لین صاحبہ تھوڑے
روز تک لفٹنگ گورنری کا کام انجام کیا۔ اور انکے بعد ۱۹۰۳ء میں
سر اینڈر و فریزر صاحب نے اس عہدے کو زینت دی۔

بورڈی لین

انڈر و فریزر صاحب

انھیں کے زمانہ حکومت میں تقسیم بنگالہ وقوع میں آئی اور
مشرقی بنگال اور آسام کیلئے دوسرے لفٹنگ گورنر مقرر ہوئے۔
سرمفلوٹنگ فلر صاحب پہلے لفٹنگ گورنر مشرقی بنگال اور
آسام کو مقرر ہوئے بعد میں سی لاٹ ہیر صاحب لفٹنگ گورنر مقرر ہو کر
سہو فرما نروائی میں موجود ہیں۔

فلر صاحب

ہیر صاحب

بہرہ نسبت و سوم ذکر نائب ناظم ان ڈھاکہ

بہرہ یا زدمین مذکور ہو چکا کہ نواب جسارت خان بعد حکومت علی ورد
خان مہابت جنگ بعد قتل حسین الدین خان کے نیابت میں ڈھاکہ کے
مقرر ہو کر آئے تھے اور بیس برس تک یہاں نوابی کی۔ میر محمد جعفر خان
کے وقت میں بھی انکی نوابی قائم رہی جس وقت میر محمد قاسم نے مسند
ایالت بنگالہ پر جلوس کیا نواب جسارت خان کو ڈھاکہ سے بلوا کر انکی
رفاقت میں رکھا جب میر قاسم نے انگریزوں سے سرکشی کر کے آوارہ
دشت ادبار ہو کر صوبہ اودھ کی جانب گزیر کی نواب جسارت خان اسکی
ہمراہی چوڑ کر پٹنہ چلے گئے تھے صاحبان انگریز نے انکی سابق حسن



خدمتوں کے باعث انھیں پھر ڈھاکے کی نیابت میں مقرر کر کے بھیجا اور وہ سات سال تک اُس عہدے پر قائم رہے جب سررشتہ نظامت بنگلہ انگریزوں کے ہاتھ آیا اور صاحبان انگریز نیابت میں مقرر ہوئے نواب جسارت خان کا پانچ ہزار روپیہ ماہانہ پنشن مقرر ہوا۔ اس وقت نواب جسارت خان بہت کبیر سن اور ضعیف ہو گئے تھے قریب انتقال کے تھے کہ انہوں نے اپنی بڑے نواسے سید محمد خان المخاطب نواب حشمت جنگ کو اپنی پنشن مقرر کروانے کے واسطے نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں کہہ اُس وقت لارڈ ہیننگس المخاطب عماد الدولہ طاوت جنگ بہادر تھے لکھا گورنر جنرل بہادر نے بلحاظ حسن خدمت اور حقوق نواب جسارت خان کی بمشورت صاحبان کونسل او کی پنشن نواب حشمت جنگ کے نام میں بجالائی اور عزت و صونوابی کی جیسی کہ نواب جسارت خان کی تھی قائم رکھی نواب حشمت جنگ حین حیات میں نواب جسارت خان کو مسند نشین ہوئے اور نواب جسارت خان نے ۱۸۹۰ء میں انتقال کیا اور نواب حشمت جنگ نے مدت ہفت سال مسند نشین رہ کر ۱۸۹۶ء میں اس دار فانی سے نہفت عالم باقی کی کی۔ ۱۸۹۶ء کی دوم فروری مطابق ۱۸۹۲ء بنگلہ سبت سوم ماگھ کو منہجوری نواب گورنر جنرل بہادر کے نواب نہرت جنگ المخاطب بہ انتظام الدولہ نصیر الملک

نواب حشمت جنگ

نواب نہرت جنگ

سید علیخان بہادر نصرت جنگ اپنی بھائی نواب حثمت جنگ کو کشن ہو اور بعد نیابت نہایت
 مقرر ہوئی۔ نواب نصرت جنگ نہایت زیرک اور اقبال مند تھے اپنے وقت میں
 بڑی رعونت اور تحمل کے ساتھ نوابی کی اُس وقت کے لوگ اُن سے
 بہت فیضیاب تھے امیر و فقیر ہر سال انکی شناخوان اور شکر گزار تھے صاحبان
 انگریز سے بھی نہایت اُلفت رکھتے اور اکثر انکی خاطر داریاں کرتے
 تھے سرکار کمپنی میں بھی بڑے نیکنام تھے۔ عمائد شہر سب اُن کے مطیع
 و منقاد اور سب طرح راضی و شاکر تھے۔ نواب ناظم مرشد آباد کے بیان
 بھی اُنکی بڑی قدر و منزلت تھی چنانچہ اپنی چھوٹے بھائی نواب شمس الدولہ
 کی شادی نواب مبارک الدولہ کی لڑکی بدرالنساء بیگم کے ساتھ کوائی
 تھی اور اس شادی میں اُنکا بڑا نام ہوا مرشد آباد جا کر زر کثیر خرچ کیا
 تھا اور نواب ناظم کی سرکار سے بھی بڑے بڑے عطیات اور اعزاز
 و رعبے کی قدر دانیان ہوئی تھیں نواب نصرت جنگ نے ۳۳ سال
 نوابی کی وہ نہایت مندب اور خلیق تھے۔ امیر و غریب سب
 سے خندہ پیشانی اور خوشدلی سے پیش آتے تھے اور فقروں سے
 بہت اُلفت رکھتے تھے خطوط عربی فارسی کے عمدہ خوشخط لکھتے تھے۔
 اور اکثر طلبہ کو تعلیم دست خاص سے لکھ کر دیتے تھے اور ہمیشہ تسبیح و تلاوت
 و وظائف میں مشغول رہتے ہر چند کہ مذہب انکا امامیہ تھا مگر حضرت شاہ

محمدی قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ دائرہ مکہ بازار سر نہایت عقیدت و اخلاص رکھتے تھے جب عمر انکی ترستھ برس کی ہوئی تاریخ دہم ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں بعارضہ اسہال غوی اس دار فانی سے رحلت عالم باقی ہوئی۔ بعد انتقال نواب نصرت جنگ کے ان کا چھوٹا بھائی نواب

نواب شمس الدولہ

شمس الدولہ المخاطب بہ امیر الملک شمس الدولہ سید احمد علی خان بہادر ذوالفقار جنگ نے اپنے بھائی کے جانشین ہونے کے واسطے حفنور میں نواب گورنر جنرل بٹیا اور اہالیان کونسل کے درخواست کی۔ مگر چونکہ وہ بعلت مقدمہ گرفتاری نواب وزیر علی والی اودھ اور دیگر راجہ گان۔ دربارہ قتل انگریزان اور تائید میں بلوانا قوم سپیچ کے۔ سرکار پنی میں بدنام ہوئے تھے۔ اور اسی مقدمہ میں لیکن حیات اپنے بڑے بھائی نواب نصرت جنگ کے ڈھاکے سے قید ہو کر کلکتہ گئے تھے۔ اور سات

سلطرات الاخبار میں کلکتہ کے اس وقت جو تاریخ بیان سے تحریر ہوئی تھی وہ عشرہ ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ ہجری و سبت و یکم ماہ جولائی ۱۸۲۳ء تھی۔ جسکی نقل منہو کلکٹری ڈھاکہ میں موجود ہے جو بذریعہ صاحب کلکٹ کے بھیجی گئی تھی۔

وہاں نظر بند رہے۔ چرچہ کہ اس مقدمہ سے اُن کو رہائی ملی۔
 مگر صاحبانِ انگریز ان سے بدظن تھے۔ اور تفتیشِ حالات اور تحسین
 میں اُنکی کارروائیوں کے رہتے تھے۔ اس لیے اُنکی درخواست
 نامنظور ہوئی۔ مگر اتنا ہوا۔ کہ نواب نصرت جنگ کی تنخواہ سے
 ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہواری اُنکی ذات کے واسطے سرکارِ کمپنی
 سے مقرر ہوا۔ اور نظامت و جاگیر و خالصہ وغیرہ سب بازیاں
 ہو کر حزم و دوراندیشی کی راہ سے ایک پلٹنِ تلنگون کی اور دو
 توپن ڈھاکہ کے میں ہمیشہ رہنے کا حکم ہوا۔ نواب شمس الدولہ
 اپنی ناکامی اور قلتِ مشاہیرہ کے باعث ہمیشہ مغموم اور شکستہ خاطر
 رہتے۔ اور لوگوں سے ملاقات کم کرتے تھے۔ مبلغِ معینہ سرکار

۲۸۔ اگست تاریخ کی گورنر جنرل بہادر کی انگریزی چٹھی جو بیان کے کورٹ
 اپیل کے دوم جج مسٹر جی سی ماسٹر صاحب کے نام اُسوقت آئی تھی۔ اس سے
 ظاہر ہے کہ مبلغ چار ہزار پانسو روپیہ نواب شمس الدولہ کا مشاہیرہ مقرر ہوا۔ جو اُنکی
 خود ذات اور لواحقین نواب نصرت جنگ مغفور کے خرچ کے واسطے تھا۔ اور نظامت
 مرشد آباد سے ایک ہزار روپیہ اُنکی بی بی کے سبب حق و دامادی بہد خرچ پاتے تھے۔
 اور اُنکی بی بی کو پانسو روپیہ خرچ پانڈان کا ملتا تھا۔ مگر ہاں یہ بات اسی چٹھی میں



نواب شمس الدوله

نکو میان

پنی اور حیدر شاہرہ کہ نواب ناظم مرشد آباد کی سرکار
سے حق دامادی ملتا تھا کل مرزا محمد علی عرف نکو میان کے
حوالہ ہوتا تھا۔ یہ شخص سابق سے انکی سرکار کا داروغہ تھا۔
اور وہ جس وقت گرفتار ہو کر کلکتہ گئے تھے یہ شخص ہمیشہ
انکے ساتھ رہا اور انواع حسن خدمات اور جان نثاری
کے سبب اسکو نہایت معتمد الیہ اور خیر خواہ جانتے تھے
دارالہمام سارے کاموں کا کئے تھے۔ چونکہ اُس وقت سب چیزوں کی
ارزانی تھی اور گھر کا سامان پورا تھا مرزا محمد علی اس مبلغ قلیل سے

مذبح تھی۔ کہ مرشد آباد کے نائب ناظمی کا عہدہ ابالشی کیا گیا۔ یہ تنخواہ پنشن کی صورت
میں پائینکے اور عزت و تعظیم اور خطاب وغیرہ بطور سابق بجال رہینگے۔ دیگر فارسی چٹھی۔
مقررہ سیرت درجہ ماہ ستمبر ۱۲۸۵ء۔ خط نواب مستطاب محلی القاب اشرف الاشراف مارکوٹیس آف
ہینکس گورنر جنرل دام اقبالہ بن نواب شمس الدولہ جسکی اخیر عبارت یہ ہے۔ بعد دریافت
بہ حالات سابق دو دمان و کیفیت مقدمہ مرحومہ مال بدین گونہ فراویافتہ کہ برآمد و معاش ان
قدردان باقی ماندگان نواب نفرت جنگ مرحوم و کسانیکہ متوسل و بحق نواب مرحوم بودہ باشند مبلغ چہار ہزار
پانصد روپیہ بطریق ہمواری بموجب فیض مہری ان مشفق کہ بحال سیرس و بزرگ آن خاندان ہستند از کلکٹ
آنجا متودی خواہ شد و مبلغ یک ہزار روپیہ کہ برآ ذات آن مہربان و پانصد روپیہ بابت بدو النسیبیکم حاجت الیہ
آن مہربان کا انتظام مرشد آباد مقروءین است۔ بطور بجال برقرار خواہد بود و چٹھیان شکر کلکٹ کی حکایت میں مذکور

بحسن تدبیر کل اخراجات سرکار کے انجام کرتا تھا۔ اور سارے لواحقین کی تنخواہ دیتا تھا۔ تاریخ نصرت جنگی میں لکھا ہے کہ کارنمایوں سے نواب شمس الدولہ کے یہی ایک کام ہوا کہ مرزا محمد علی کی منک حلالی اور حسن تدبیر اتنی تعریفیں نواب گورنر جنرل اور ہالیان کونسل کے بیان لکھ کر اسکی عزت افزائی چاہی اور حسب استدعا ان کے سرکار کمپنی سے خطاب خان بہادر مع خلعت مرزا محمد علی کو ملا نواب شمس الدولہ ۱۲۳۷ ہجری شہزادی اکچہ مطابق ۱۲۳۷ عریکستھ برس کی عمر میں بمصر اسہال اس سرائے فانی سے انتقال کیا۔

بعد انتقال نواب شمس الدولہ کے انکا بیٹا نواب قمر الدولہ ^{طیٹ} قمر الدولہ شمس الملک سید جلال الدین خان بہادر منصور جنگ اپنے والد کی جگہ مسند نشین ہوا۔ انکی شادی قدسیہ بیگم دختر نواب نصرت جنگ کے ساتھ ہوئی تھی انکے وقت میں میر جیون کہ پہلے اصطبل کا داروغہ تھا مدارالمہام سارے امورات کا ہوا اور نواب قمر الدولہ اس کی لڑکی حسینی بیگم کو کہ نہایت حسینہ تھی اپنے نکاح میں لائے تھے اسلئے اسکی قدر و منزلت بہ نسبت اور متعلقین سرکار کے زیادہ ہوئی اور کل کاروبار سرکار کا مالک ہوا یہ شخص محض مجبور القفل اور خود غرض تھا انتظام امورات سرکار کی حیثیت جیسی کہ مرزا محمد علی کی تھی

نواب قمر الدولہ

نواب محمد الدوله



سکندر عشر بھی نہیں رہا تھا۔ ایسے بندوبست میں کارخانہ جات سرکار کے فورات واقع ہوئے اور نواب صاحب بہت سے مہاجنون کے فرزند ہو گئے متعلقین سرکار اسکی خود غرضی اور بد عملی سے نہایت تنگ ہوئے خصوصاً قدسیہ بیگم زوجہ نواب صاحب کو بڑی تکلیفیں پہنچیں اور ہمیشہ رنج و الم ہی رہا نواب قمر الدولہ دختر میر جیون حسینی بیگم کو لیکر عیش و عشرت میں مصروف رہے اور اشغالِ مسکرات میں اسقدر مائل ہوئے کہ آخر کو دماغی عارضوں میں مبتلا ہو کر خطا کو اس ہو گئے۔

بتاریخ گیارہویں شہر ربیع الاول ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۲۵۳ء میں پہلے قدسیہ بیگم نے انتقال کیا۔ بعد چوبیس دن کے نواب قمر الدولہ نے بھی بادن برس کی عمر میں بعارضہ صداع اس خرابات فانی سے رحلت کی۔ بعد وفات نواب قمر الدولہ کے اونکی بیٹے نواب غازی الدین المخاطب بنجم الدولہ قمر الملک نواب سید غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کہ محض کم سن تھے اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوئے اور چندے میر جیون کی رائے اور رہنمائی پر عمل کیا۔ پہلے ہی میر مذکور نے انکو نوشت و خواند کا شغل موقوف کر نیکی ہدایت کی۔

نواب صاحب کے استاد میر غلام علی کو جو لڑکپن سے انکو تعلیم و تربیت

کرتے تھے اور نواب صاحب انکو بچشم ادب دیکھتے اور ڈرتے تھے حضور
 میں آنے سے منع کروادیا کہتے ہیں کہ میر جیون نے نواب صاحب سے کہا
 کہ اب حضور مسند نشین ہو و حالت صاحبزادگی میں البتہ پڑھنے لکھنے کی ضرورت
 تھی اب کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ ایک شخص کی اطاعت کریں آپ
 خود مختار ہیں چاہیں پڑھیں یا نہ پڑھیں میر غلام علی کے تشدد اور تنبیہ
 کرنے کا وقت نہیں ہے نواب صاحب نے ان باتوں سے دلیر تر ہو کر
 نوشتہ خواند ایک قلم موقوف کر دی اور میر غلام علی کو آفری منع کر دیا۔
 میر جیون فرخند جوانان او باش منش کو نواب صاحب کی مصاحبت
 میں تعین کیا۔ کہ جنگی رسمہونی سے نواب صاحب بخواری و تماش بینی وغیرہ شغالوین
 مصروف ہوئے غیر خواہان قدیم سرکار نواب صاحب جو انکے آبا و اجداد کے وقت سے
 اس گھر کی خیر خواہی کرتے آتے تھے نواب صاحب کو سمجھایا کہ ابھی
 آپ کا مشاہرہ سرکار کمپنی سے تعین نہیں ہوا ہے اور مسند نشینی کا حکم
 بھی نہیں آیا ہے اسوقت اسقدر لاپرواہی اور عیش طلبی آپ کے
 حق میں زہر قاتل ہے مناسب ہے کہ پہلے اپنی مسند نشینی اور بجالی
 مشاہرہ کی تدبیر کریں چنانچہ بصلاح و صواب دید انکے نواب صاحب نے
 آقا عبد العلی کو کہ معتمدون سے سرکار کے تھے ساتھ لیکر اسوقت
 یمان کے ششمنجج کرکیر افٹ صاحب کے پاس گئے صاحب موصوف



Santi Press, Dacca.

کو نواب شمس الدولہ اور قمر الدولہ سب بہت الفت اور اتحاد تھا اور وہ نہایت خیر خواہ
 اس خاندان کے تھے۔ انکو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اخلاق مہربانہ سے پیش
 آئے۔ نواب صاحب نے ہدایت آقا عبد العلی اپنے حالات بیان کئے۔ اور استدعی
 توجہات کر ہوئے۔ کرکیر آفٹ صاحب نہایت رحم دل اور دوست پرست تھے۔
 انکی حالت یکسی اور یتیمی پر رحم فرما کر اور انکے آبا و اجداد کی محبتیں یاد کر کے
 وعدہ کیا۔ کہ جہاں تک کوشش اور تدبیر سمجھے ہو سکیگی دروغ نہیں کریں گے۔ چنانچہ
 صاحب صوف ڈسٹرٹیلین صاحب کمشنر کو موافق کر کے۔ دونوں باتفاق
 نواب صاحب کے بجائی مشاہیرہ سابق یعنی جس قدر کہ نواب نصرت جنگ کو ملتا تھا۔ اور
 حکم نشینی اور خلعت و خطاب کی واسطے گورنمنٹ میں لکھا۔ اور حسب استدعا
 انکے گورنمنٹ نے حکم بجائی مشاہیرہ سابق سو ایلغ پانسورویہ خرچ لنگر خانہ
 کے جسکو گورنمنٹ نو موقوف کر دیا تھا۔ اور خلعت و خطاب حمت فرمایا۔ کہتے ہیں کہ اس
 حکم کے آنے سے کرکیر آفٹ صاحب نہایت خوش ہوئے اور جلسہ
 سند نشینی کے دن خود صاحبان ذیشان مثل کمشنر صاحب ڈاکٹر
 صاحب وغیرہ کو لیکر آئے اور خوشیاں منائیں غرض نواب غازی اللہ
 کو کرکیر آفٹ صاحب کی سعی سے مشاہیرہ ماہانہ ساڑھے چار ہزار روپیہ
 سرکار کپنی سے ملنے لگا اور ان کے بزرگوں کی تعظیم و توقیر بھی ان
 کے واسطے بحال ہوئی نواب صاحب نے حسب ایما کرکیر آفٹ صاحب

کے میر جیون کو حکم خانہ نشینی کا دیکر آقا عبد العلی کو امورات سرکاری کے
 انجام و اہتمام کے واسطے مدار المہام اور میر محمد علی کو انکا معاون مقرر
 کیا ہر چند کہ آقا عبد العلی اور میر محمد علی نے نواب صاحب کی نیک
 اطواری اور امورات سرکار کے حسن انصرام میں بڑی بڑی کوششیں
 کیں مگر کار آمد نہیں ہوئیں سچ ہے وہ خود در طبیعت کدشت
 زرد جز بوقت مرگ از دست نواب صاحب اُن او باش نشون
 کے ساتھ جوان کے مصاحب تھے ہمیشہ صحبت میخواری اور تماشائی
 کی گرم رکھنے لگے اور طائفہ داروں اور ارباب نشاطوں کو العامات زاید اور
 حوصلہ دینے اور اخراجات بجا کرنے لگے اس فضول خرچی میں زر
 مشاہرہ کافی بنیں ہوتا تھا قرض لیا جانے لگا آقا عبد العلی اور میر محمد علی
 نے یہ رنگ دیکھ کر اپنے اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر کنارہ کشی کی پر
 تو اُن بدعاشوں کی خوب بازار گرم ہوئی اور ہر طرح کے او باش
 لوگ آکر نواب صاحب کے رفیق اور شیر بنے اور سارا مال اسباب
 خانہ اور مشاہرہ کا روپیہ لوٹنے لگے متعلقین سرکار کو تنخواہ نہیں ملتی
 تھی اور لواحقین محل کو خور و پوش کی تکلیفیں ہونے لگیں نواب
 صاحب ہر وقت مخمور اور عیش گاہ میں مسرور رہتا اور مصاحبوں
 دست بردار ملازمین اور متعلقین سرکار سب عاجز اور مجبور تھے عمائد شہر کہ

جن سے نوابی مجلس کی رونق تھی عیال و بچہ خونِ آدم و شد ایک قلم
 موقوف کردی صاحبانِ ذیشان یعنی کریکرافٹ صاحب اور کشنٹرین
 صاحب کو جب یہ خبریں پہنچیں نہایت متاسف ہوئے اور نواب صاحب
 سے ملاقات کر کے پند و نصائح اور تنبیہ و تہدید کی نواب صاحب
 بہ غیاشی میں استقدر پابند ہو گئے تھے کہ اُن صاحبوں کا کہنا سماعِ منہ
 نہیں ہوا تلوں طبعی اور بدکرداریاں اُنکی اور بڑھنے لگیں۔ ارزاہوں کو
 داروغگی اور میر سامانی سرکار کی دینے لگے پھر تو یہ حال ہوا کہ جو کوئی ایک
 عورت کو کہ جس پر آپ کی نظر پڑتی تھی حضور میں لایا وہی پیشوا ہوا اور
 دارالہمام سرکار کا بن گیا نواب صاحب کم سنی کے باعث قائم مزاج
 نہیں تھے جس عورت کو محل میں داخل کرتے تھے اسکی حد سے
 زیادہ متدرہ، منزلت بڑھا دیتے اور اُسکے لانے والے کو بہت
 سا اختیار دیتے تھے پھر جب دوسری کوئی عورت مد نظر ہوتی تو پہلی
 عورت کو مع اُسکے لانے والے کے ذلت و خواری سے نکلوا دیتے
 اور نئی عورت اور اُسکے لانے والے کو عزت و توقیر اور اختیارات
 عطا کرتے تھے اسی طرح کتنی عورتیں آئیں اور نکالی گئیں اور اُنکے
 لانے والے بھی اُس بچہ روزہ اختیارات سے معزول کئے گئے
 اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کوئی کسی عورت کو لاتا تھا وہ اور وہ عورت

دونوں پہلے ہی دلیمن ٹھان لیتے تھے کہ جب تک بنے خوب زرکشی کر لیں
آخر کو تو نکالے ہی جائینگے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکتا مال و اسباب زر و
زیور خوب لوٹتے تھے۔ غرض ان افعالوں سے نواب صاحب کا
اسباب خانہ اور زر و جواہر جو کچھ تھا سب لٹ گیا اور ارزاں مرفع حال
ہوئے اور ملازمین و متعلقین سرکار ذلیل و تنگ حال ہوئے۔

یہ حال پڑمال دیکھ کر متعلقان اور متبسان قدیم و مرشد آبادین بد النسیا کم زور
نواب شمس الدولہ کے پاس کہ دادی نواب غازی الدین کی تھیں
عزایض بھیج کر استدعا کی کہ آنے کی کی بیگم صاحبہ نے بیان کا حال سن کر
جذبہ محبت سے اس خاندان کے مجبور ہو کر ڈھاکہ کے مین آئین اور
ہر چند کہ پسند و نصائح اور فکر و تدبیریں اصلاح اطوار نواب غازی الدین
میں بہت کچھ کیں مگر سود مند نہوئیں آخر اپنے آنے سے نخل ہو کر
مرشد آباد کو مراجعت کی اور اپنی سرکار کے داروغہ مولوی عبدالعلیم
کو بیان کی میر سامانی مین چہوڑ گئیں مولوی عبدالعلیم نے چندے سے سرانجام
امورات سرکار اور بندہ بہت اخراجات بہت سعی اور جانفشانی کر کے کسی قدر
انتظام اور تخفیف خرچ کی کی مگر او باشون نے نواب صاحب کو ایسا
اُبھارا کہ مولوی عبدالعلیم سے ناراض ہو کر انکو کام سے معزول کر دیا اور
پھر ارزاں او باش منشون کی گرم بازاری ہوئی اور وہ جو چاہتے کرتے

اور لینے اور یکے بعد دیگرے میر سامانی کرنے لگے جب کارخانہ جات
 سرکاری از حد ابتری ہوئی اور متعلقین کا مشاہرہ یک قلم موقوف ہو گیا
 تو سارے ملازم اور متعلقون نے پھر نواب بدرالنسار بیگم کے یہاں ^{شب} عرضدا
 بجی اونھوں فرزند آباوسی اور نواب صاحب کی والدہ حیات النساء بیگم نے
 دھاکے سے متواتر خطوط نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں بھیجے
 اس سے آنا ہوا کہ لاٹ صاحب نے سرکار کمپنی کی طرف سے انتظام
 امورات سرکار نواب صاحب اور تقسیم مشاہرہ ملازمین اور متعلقین کی واسطے
 میر افضل علی کو داروغہ مقرر کر کے بھیجا۔ میر افضل علی نے یہاں آکر
 انتظام امورات سرکار نواب صاحب کا اس طور پر کیا کہ مشاہرہ نواب
 صاحب کا کلکٹری سے لیکر رے ملازمین اور متعلقین کی تنخواہ اور اخراجات
 سرکار دیگر کسی قدر نواب صاحب کی جیب خرچ کے لیے دیتا اور حسب قدر
 کہ باقی رہتا قرض داروں کو دیتا نواب صاحب چونکہ فصول خرچی کی خوگر
 تھے اس بند و بست سے نہایت ناخوش رہتے۔

انفاقا میر افضل علی کو کنگھی کیلئے مرشد آباد جانا ہوا وہ آقا عبدی کو اپنی جگہ چھوڑ
 اور تاکید کر دی کہ بدون ایمائے کمشنر صاحب کے ایک فلسوس
 بھی نواب صاحب کو زیادہ ندے آقا عبدی ہمیشہ کمشنر صاحب کے
 یہاں جاتے اور حسب ایمائے سارے کاموں کو انجام کرتے اس

عرصے میں سابق کشنر شور صاحب کی تبدیلی ہوئی اور گارڈن صاحب
 یہاں کے کشنر ہو کر آئے انھوں نے نگاہداشت کار بار سرکار نواب
 صاحب کو فضول سمجھ کر گورنمنٹ میں رپورٹ کی کہ مجھے انجام امور
 سرکار سے اس قدر فرصت نہیں کہ انتظام امور ات سرکار نواب صاحب
 کی طرف توجہ کروں بہتر ہے کہ انکا کاروبار انہیں پر چھوڑا جائے چنانچہ
 یہ رپورٹ گورنمنٹ میں منظور ہوئی اور اقا عبد العلی اپنے عہدے سے
 برخاست ہوئے ملازمین متعلقین سرکار نواب صاحب پھر ذلت میں پڑے اور ازرا
 بدکرداروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھانے لگے چند روز میں اوباشوں
 کی لوٹ مار نواب صاحب کو بھی خرچ کی تنگی ہوئی تب میر محمد اسمعیل کو کہہ پیشتر بھی ایک بار
 میر سامانی میں مقرر ہوئے تھے بلو اگر داروغہ مقرر کیا یہ اخیر داروغہ
 ہیں کہ جنکے سبب سے نسل اس خاندان کا ایک بار بیخ و بنیاد سے منقطع اور نام
 نشان منہدم ہو گیا میر اسمعیل چونکہ کار آزمودہ اور نواب صاحب
 کا مزاج دان تھا بسہولت سارا کام انجام دیا اور ملازمان متعلقان
 سرکار کو بھی کسی قدر مشاہرہ دینے لگا اس میں نواب صاحب
 کی تلون طبعی کے باعث میر اسمعیل چند روز کے واسطے مغزول
 ہوئے اور منشی عنایت علی کہ میر منشی سرکار کے تھے داروغہ
 مقرر ہوئے مگر ان سے عہدہ برای نہیں ہو سکی آخر پھر میر اسمعیل

اُس عہد پر بحال کیا اس مرتبہ میر نکو نواب صاحب کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگا اور اصراف بجا حد سے زیادہ ہونے لگے۔ اس لیے انتظام امور سرکار میں نہایت ابتری ہونے لگی اور ملازمین و خطیقین کا مشاہرہ ایک قلم موقوف ہو گیا ناچار اُن لوگوں نے مشہور باد میں نواب صاحب کی دادی بدر النساء بیگم کے پاس پھر عرضیاں بھیجیں اور اُنکے لکھنے سے گورنمنٹ کی طرف سے چشم نمائی نواب صاحب پر ہوئی دیگر کچھ کار آمد نہیں ہوا اور وہ اپنی حرکات بجا سے بازمین آئے آخر ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۲ء ماہ اگست نواب صاحب نے بعارضہ ساجھ و مصرع اٹھائیس برس کی عمر میں اس عالم فانی سے سراسر جاو دانی میں رحلت کی۔

نواب غازی الدین بعد انتقال نواب قمر الدولہ کے نو برس و درپانچ مہینے زندہ رہے۔ اُنکے انتقال کے بعد حقیقات ہوئی کہ انکو نسل سے کوئی اولاد ہے یا نہیں نواب صاحب کی والدہ حیات النساء بیگم نے اظہار کیا کہ سماء امیر النساء ممتوعہ نواب صاحب چار مہینے کے حمل سے ہے مگر صاحبان انگریز کو یہ بات یقین نہیں ہوئی کیونکہ میر اسمعیل داروغہ سرکار نواب صاحب کی زبانی معلوم کر چکے تھے کہ نواب صاحب کے کوئی منکومہ یا ممتوعہ کسی طرف سے کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ کوئی حمل سے ہے اس لیے

یہاں کے صاحبان انگریز نے نواب صاحب کی کوئی اولاد اور وارث کی حالت گورنمنٹ میں لکھی گورنمنٹ نے مشاہرہ نواب صاحب کا زمین و تالاب صرف کئی ایک مستورات محل کے واسطے کچھ پینشن مقرر کی نواب صاحب کا و اطراف ڈھاکہ کی والدہ کی بھی پینشن مقرر ہوئی اُنھوں نے نواب غازی الدین کی زمین اور ہزاروں لوگ کے محل کا حال بدرالمنہار بیگم کو لکھا بیگم صاحبہ نے اس عورت کو - فرار شریف کے کنارے مرشد آباد میں بلوایا حبیب او سکے لڑکا پیدا ہوا بہ حفاظت تمام پرورش فرمایا لائے اور اس جگہ لگین اور بحالی مشاہرہ نواب غازی الدین کے بارے میں بھی کوئی اطلاع نہ مل سکی کی مگر وہ لڑکا سن بلوغ کے قریب پہونچ کر انتقال کر گیا اور امیرات فرما دیں لکھا جائے گا نوابی ڈھاکہ ایک قلم منقطع ہو گئی۔

بہرہ بست و چهارم در ذکر اولیاء اہل کھٹک

حضرت شاہ علی بغدادی قدس سرہ کس زمانہ میں بیان آئے بخود نہیں ہوتا ہے مگر قدیم لوگوں سے سنا گیا ہے کہ سلطنت اسلامیہ چالیس او لیابنگالے میں آئے تھے اُنھیں سے شاہ علی بغدادی قدس سرہ نے اور شاہ جلال قدس سرہ نے سلطنت میں اقامت اختیار فرمائی اور شاہ علی بغدادی قدس سرہ نے کون صاحب کد معر گئے اور کہاں قیام فرمایا شاہ علی بغدادی قدس سرہ کا مزار شہر سے تھینا آٹھ دن اس کے چھ

شاہ علی بغدادی

جناب امین میرپور و گنبدین باڑی کے واقع ہے اور بڑا عالیشان گنبد دار
مظہر ہے اور اسکے پائین مین وسیع زمین و تالاب اور مکانات مین بہر
برسات کے دنوں مین ڈھاکہ و اطراف ڈھاکہ سے سیکڑوں کشتیان
وہت مندوں کی آتی ہیں اور ہزاروں لوگ وہاں زیارت کے لیے
جاتے ہیں اور بڑا مجمع ہوتا ہے۔ مزار شریف کے کتا بہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ ایک ششہ مین یہاں تشریف لائے اور اس جگہ پہلے ایک مسجد تھی
اس مین مقیم رہے اور بعد ازاں وہ مین مدفون بھی ہوئے جس کا سارا بیان
برداشت و نعم ذکر عمارات قدیم مین لکھا جائے گا۔

شاہ جلال

شاہ نعمت اللہ

شاہ ملک پیر

حضرت شاہ جلال دکنی قدس سرہ۔ حضرت ملک پیر اور حضرت
نعمت اللہ بت شکن کے مزار شہر کے اندر پُرانی پلٹن کی سرحد کے پورب
اور آگر الگ الگ واقع ہیں یہ حضرت کس زمانہ مین یہاں تشریف لائے
رہے رحلت فرمائی کچھ انکا حال معلوم نہیں ہوا حضرت شاہ جلال دکنی
اور گنبد دار بنا ہوا ہے اور حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن اور حضرت
شاہ ملک پیر کے مزار کھلے ہوئے ہیں حضرت شاہ نعمت اللہ بت شکن کے
مزار کا احاطہ بہت بڑا ہے اور ایک سہ گنبدی مسجد بھی بنی ہوئی ہے جس مین
وہ مہنوز نماز پڑھتے ہیں اور بھی بہت سی پکی قبریں اس احاطے مین ہیں
حضرت شاہ ملک پیر کے مزار کو دو بڑے درختوں کی جڑوں نے ایسا

گھیر ہے۔ کہ قدرتی دیوار میں بن گئی ہیں۔

شاہ پیر جھگی

حضرت شاہ پیر جھگی صاحبِ قدس سرہ کامزار شہر کے اوتر پور ب سمت
کچھ فاصلہ پر ایک جھگی میں واقع ہے۔ کتبہ میں کہ حضرت مع گھوڑا وہاں مدفون ہیں
ہیں۔ صورتِ قبر کی طرف ایک مٹی کی دیوار جس پر ایک شخص گھوڑے پر نظر آتی ہے۔ یہاں
اکثر لوگ زیارت کو آتے ہیں۔

شاہ نگر

حضرت شاہ نگر صاحبِ قدس سرہ کامزار شہر کا نو نہیں واقع
ہے یہ مزار بھی قدیم پختہ بنا ہوا ہے۔ اور ستون سنگی لگے ہوئے ہیں جسے

ایک ستون سے ہمیشہ پانی ٹپکتا ہے۔ یہ بھی بڑے صاحبِ کمال
درویش مشہور تھے۔ اور انکی بہت سی تعزفات لوگوں میں مشہور ہیں۔

شاہ عبدالرحیم شہید

حضرت شاہ عبدالرحیم شہید رحمۃ اللہ کامزار شہر کے اندر محلہ میدان
میان صاحبِ مین واقع ہے اور یہ محلہ انھیں کے نام سے مشہور ہے
یہ حضرت جس وقت اس شہر میں تشریف لائے۔ یہ محض بالکل ویران
میدان تھا آپ کے آنے سے آباد ہوا یہاں کے لوگ آپ کو میانہ

کہتے تھے اس لیے اس محلے کا نام میدان میان صاحب ہوا انکو کسی
دیوانے نے شہید کیا تھا سو وقت عمر شریف آپ کی چور آشی برس کی تھی
نقشبندی طریقہ رکھتے تھے آپ کے انتقال کی تاریخ میں اختلاف ہے
اس خالوادہ کی ایک بیاض میں لکھا ہے جسکی نقل یہ ہے حضرت

شاہ کین زبدۃ الاولیائین
سید نقی سرہ مفتی شعبان
شہر بدین شریف ایشان از
شہر بدین شریف ایشان از
شہر بدین شریف ایشان از
شہر بدین شریف ایشان از

پیران فیض
از میدان
چراپہان

شاہ کین زبدۃ الاولیائین
سید نقی سرہ مفتی شعبان
شہر بدین شریف ایشان از
شہر بدین شریف ایشان از

شاہ کین زبدۃ الاولیائین
سید نقی سرہ مفتی شعبان
شہر بدین شریف ایشان از
شہر بدین شریف ایشان از

حقان و ارشاد پناہ قدوۃ السالکین زبدۃ الواصلین شہید فی سبیل اللہ حضرت
 مولیٰ شاہ عبدالرحیم نقشبندی قدس سرہ ہفتم شعبان ۷۸۰ھ ہجری مابین عصر و
 مغرب ہفت زخم شمشیر منتشر بر بدن شریف ایشان از دست دیوانہ رسیدہ بود
 یکماہ و سہ روز صاحب فراش بودند و نهم ماہ رمضان المبارک شب پنجشنبہ
 اول وقت غشا انتقال فرمودند و بتاریخ دہم رمضان مدفون گشتند۔

قطعہ تاریخ

پیر از فیض خداوند کریم است اثر میداشت از سینہ بسینہ چرا پنہان کنم بیشک ولی بود	ار شاہ دین عبدالرحیم است بہ روشن دل صاحب سکینہ از آفتاب گرامت منجلی بود
--	---

سن تدفین از روئے وفائے
 دہم رمضان بود آمدندائے
 ۷۸۰ھ

انکے مزار شریف میں کوئی کتاب لکھا ہوا نہیں ہے انکے بعد انکے بھتیجے
 شاہ نجم الدین قدس سرہ سجادہ نشین اسی خانوادہ کے ہوئے اور اس
 شریفین یہ پہلا صوفی خانوادہ ہے بعد شاہ نجم الدین کے انکے بیٹے
 شاہ بدیع الدین قدس سرہ سجادہ نشین ہوئے وہ بظاہر عالم و

فاضل اور بیاطن عارف کامل تھے اُن سے خلائق کو فیوضات و
 ودنیوی دونوں حاصل تھے۔ بعد اُنکے تیسری بیٹے شاہ نصیر الدین سجاد
 ہوئے اُنکے بعد اُنکے بھائی شاہ قمر الدین سجاد و نشین رہے۔ اور بعد ازان
 نواسے صوفی سید عبداللہ بالاتفاق اہالیان شہر و نواب صاحب دُعا
 کے سجادہ نشین ہوئے جو ہنوز قائم اور اس خانوادہ کے چشم و چراغ
 حضرت شاہ نوری قدس اللہ سرہ کا مزار شہر کے اوتر سمت
 مگ بازار میں واقع ہے یہ حضرت شاہ باگودیان قدس سرہ
 مرید۔ تھے جو اپنے مرشد کے حکم سے دُعا کے مین آکر مگ بازار میں
 اُسوقت ایک ویرانہ بستی تھی ساکونت پذیر ہوئے تھے اُنکے آ۔
 سے وہ جگہ آباد اور ایک بڑی بستی ہو گئی اور استانہ شریف
 مکانات و مسجد وغیرہ تعمیر ہوئے آپ کی بڑی بڑی کراماتیں مشہور
 بڑے صاحب کمال عارف باللہ تھے اُنکی وفات کی تاریخ کسی شاعر
 لکھی ہے۔

شاہ نوری

تفویضات

رباعی

بر تربت او یارب باران کرم باد	محمد حنفی کہ شہ نوری از ملک فنا بگدشت
آرام گیر و خوش گلزار ارم باد	از رطبت او ہوائ غیب چنین گفتم
اُنکے بیٹے حضرت شاہ محمدی قدس سرہ نے علم عرفان	

شاہ محمدی

بات کمال پیدا کیا تھا انکو دولت دینی و دنیاوی دونو حاصل تھیں انکی
 بڑی بڑی کراٹیں لوگوں میں مذکور ہیں انھوں نے امیری کے ساتھ
 بڑی کی اہلیان شہر کیا امیر کیا غیب اسوقت کے نواب صاحب تک
 بے آنے معتقد تھے اور ارادت دلی رکھتے تھے آپ کو تقویٰ کی بڑی
 بڑی تھی کسی وقت بے وضو نہیں رہتے تھے اور نہ کوئی انکی مجلس
 بے وضو جاسکتا تھا آپ صایم الدہر بھی تھے بہت سے عالم فاضل فط
 شان آپ کے یہاں ہمیشہ رہتے تھے ہر شخص کے واسطے مکان
 اور خاوند کو سب کا کھانا خاوندوں میں سجا کر انکے مکانوں میں بھیجا جاتا
 تھا کو سب آپکے دسترخوان کے شریک ہوتے تھے اقسام طرح کا امیر
 تیار ہوتا تھا اور سب تناول کرتے تھے۔ آپ صرف دال روٹی یا سا
 دال وال خشک یا ساگ خشک بس یہی تناول فرماتے تھے دوسری
 چیز نہیں چھوتے داد دہش ہی امیرانہ تھی سیکڑوں مساکین پرورش
 کرتے تھے اور مسافروں کی بڑی قدر کرتے تھے۔

صوفی محمد داہم

حضرت صوفی محمد داہم قدس اللہ سرہ جنکا مزار شہر کے گچھ پسم
 کے محلہ اعظم پورہ میں واقع ہے اور انہیں سے یہ صوفی خاواؤ
 پر بڑے کا قایم ہوا ہے بڑے صاحب کمال شخص تھے انکے بعد
 حضرت شاہ لقیست اللہ قدس سرہ سجادہ نشین اس خاواؤہ کے ہوئے

یہ بڑے عارف کامل اور صوفی صاحب دل تھے انھوں نے بھی امیر
 کے ساتھ فقیری کی چالنگام نواکھائی اور مکملہ کے اکثر اشخاص آپ کے مرنے
 انکے بعد اونکے لڑکے شاہ صوفی ولی اللہ قدس سرہ اس خاندان کے سجادہ نشین
 ہوئے انھوں نے حج کے واسطے مکہ معظمہ جا کر وہیں انتقال فرمایا۔
 چچیدے بھائی حضرت شاہ صوفی وجہہ اللہ قدس سرہ بڑے صاحب
 کمال و فاضل مدیم المثال تھے وہ بھی زیارت حرمین شریفین کو
 لیگے اور وہیں قالب اُتھی کیا اسوقت دائرہ شریف اعظم پور۔
 میں حضرت شاہ صوفی ولی اللہ قدس سرہ کے لڑکے حضرت
 صوفی خلیل اللہ صاحب سجادہ نشین ہیں۔

حضرت شاہ صوفی

حضرت شاہ مسعود عرف قاضی صاحب کا مزار شہر کے پور
 تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے یہ مزار بھی قدیم زمانے
 ہوا اور پر سے کھلا ہوا ہے احاطے میں نچتہ مکان اور بھی بنے ہو۔
 تھے جو اسوقت نہایت شکستہ حالت میں ہیں نواب احسن اللہ
 کی قدر مرست کرادی ہے یہ بھی بڑے صاحب کمال شخص مشہور
 اس مزار پر بھی اکثر شہر کے لوگ عورت و مرد برسات کے دنوں
 کشتیوں پر جاتے ہیں اور خوب جمع ہوتا ہے کہتے ہیں کہ یہ حضرت
 بقاءد کے قاضی اور بڑے عالم شخص تھے۔

ستان شاہ

حضرت ستان شاہ قدس سرہ جنکی قبر فرید آباد میں پل آہنی کے
دوب پار سڑک کے کچھ طرف واقع ہے یہ بھی ایک بالکال مجذوب شخص
نے اور بہت سے مرہیں آپ سے فیضیاب ہوتے تھے۔

گوگشاہ

حضرت گوگشاہ قدس سرہ انکا زمانہ تخمیناً پچاس سال سے
موجود ہے۔ اب بھی بہت سے لوگ ہین جنھوں نے انکو دیکھا ہے۔
معلوم نہیں یہ حضرت کمان سے تشریف لائے تھے اور کمان کے
شاہ تھے کسی سے بات نہیں کرتے تھے اور نہ نام انکا کوئی جانتا
قابات نہ کرنے کی وجہ سے لوگ انکو گوگشاہ کہتے تھے فرید آباد
میں پوست گولہ کی پُرانی ایک مسجد میں آپ رہتے تھے نہ کسی
سے بولتے تھے نہ کسی سے کچھ لیتے تھے بڑے صاحب کمال مجذوب شخص
نے مزار غلام پیر مرحوم کے بیان سے ہر روز کھانا آتا تھا اگر جی میں آیا تو
اسی روز دو ایک لقمہ تناول کر لے نہیں تو جو کھانا لیکر آتا تھا سب کھانا
پنے گھر لے جاتا تھا سن تشریف انکا قریب اسی برس کے ہوا تھا۔
اسی مسجد میں انتقال فرمایا اور مزار تشریف اسی مسجد کے صحن میں
ہے۔ جو ہنوز گوگشاہ کا مزار مشہور ہے۔

شاہ ابراہیم دہلوی

سناہ گانوں میں حضرت شاہ ابراہیم دہلوی قدس سرہ ایک
بہت صاحب کمال شخص گذرے ہیں۔ جنکا مزار ہنوز مگرہ پاڑے میں

جسکو اسوقت صاحب باڑی کہتے ہیں۔ موجود ہے حضرت شاہ ابراہیم
 دانشمند کے اس مقام میں آنے اور رہنے کا حال یوں بیان کرنا
 ہیں کہ مگرہ پاڑے میں ایک دیو رہتا تھا جسکا نام مگر تھا اور یہ بتی کہ ہاں مکان کے احاطہ
 نام سے مشہور تھی وہ اپنے تابعین بہت سے دیوؤں کے ساتھ ان کے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے
 مقام میں رہتا تھا کسی نبی نوع انسان کو بیان آنے کی مجال نہیں تھا اس احاطہ کے اندر تھا
 اسلام کے ابتدائے زمانے میں اکثر بادشاہوں نے اس پر حملے کیے نام کا یہ جو شہر کا بڑا مشہور
 مگر کامیاب نہیں ہو سکے آخر سلطان فتح شاہ کے عہد میں شاہ ابراہیم دہلوی بن۔ یہ تحقیق
 دانشمند بغداد سے بیان آئے اور اپنی کرامات کے زور سے انہوں نے داری میں بیان آکر مسکن
 دیو کو مار کر اس جگہ کو دیوؤں کے قبضے سے چھوڑ دیا۔ فتح شاہ دہلوی داری میں سلطان
 اس سرزمین کو اپنا دار السلطنت بنایا اور اپنی لڑکی کو حضرت شاہ ابراہیم دہلوی سے اور
 ابراہیم دانشمند کے نکاح میں دیا ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو
 نام شیخ محمد رکھا اور اسکا لڑکا خوند کار محمد یوسف جو مشہور خوند کار
 سنارگانوں کے تھے جنکا مزار منہوز وہاں مشہور ہے اور انکی اولاد
 اب تک وہاں موجود ہے۔

بہرہ بستی و پنجم ذکر عمایدہ و رؤساء قدیم ڈھاکہ

عہد صوبہ داری میں اس شہر کو عمایدہ سے آقا صادق ایک بڑے

آقا صادق

منول اور نامور شخص تھے۔ جنکے نام سے محلہ بازار آقا صادق مشہور ہے۔
 مکان اُنکا اسی محلہ میں تھا اسوقت اُسکا کوئی نشان باقی نہیں ہے صرف
 بڑے تین اندارے جو اُس مکان کے احاطے کے اندر تھے موجود
 ہیں اُن انداروں کے فاصلے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے احاطے کا مکان تھا۔
 اور محلہ بازار آقا صادق تمام اس احاطے کے اندر تھا ایک مقبرہ بھی اسی محلے
 میں ایک آقا صادق کے نام کا ہے جو شہر کا بڑا مشہور گورستان ہے۔
 ہزاروں مُردے اُس میں مدفون ہیں۔ یہ تحقیق معلوم نہیں کہ یہ شخص کس
 زمانے اور کسکے عہد صوبہ داری میں یہاں آکر مسکن گزین ہوئے تھے۔ قدیم
 زمانے سے سنا گیا ہے کہ عہد صوبہ داری میں سلطان شجاع کے آقا صادق
 ان زمین آکر مقیم ہوئے تھے یہ شخص ایرانی تھے اور تجارت کے ذریعہ
 مال کثافت اپنی پیدا کی تھی۔ اُنکا بھائی آقا مسیح بھی اس شہر میں نامور امیر
 کا بیٹے نام سے محلہ دیوڑھی آقا مسیح کی مشہور ہے۔

محمد یقیم

محمد یقیم جسے شہر کے بھری میں ایک کڑہ اس شہر کے چوک کے
 رست بنوایا تھا جو بنام یقیم کا کڑہ مشہور تھا اسوقت وہ منہدم ہو کر وہاں
 بازار لیا ہے یہ شخص عہد صوبہ داری میں نواب احشام الدولہ شہامت
 شاہ واد علی وردی خان مہابت جنگ کے نوارٹیکاداروغہ تھا اُسکا
 محلہ پرانی پلٹن کے دھن جانب واقع تھا اسوقت اُسکے مکان کا کوئی نشان

باقی نہیں ہے صرف دو تالاب جو اسکے مکان کے باہر اور اندر کے قطع
میں تھے موجود ہیں تالاب جو کچھ دکن طرف میدان پلٹن کے بنام بازار کا
تالاب مشہور ہے اسکے مکان کے باہر حصے کا تالاب تھا۔ اور دوسرا تالاب میدان
پورب دکن جانب واقع ہے زمانہ محکم لایا جو اس وقت احاطہ مکان نوابی کا تھا کہ گاندھارا
مشہور ہے کہ محمد مقیم بڑے متمول شخص تھے۔ انکے صرف ایک
اور ایک لڑکی تھی لڑکے کے واسطے روزانہ ہزار روپیہ خرچ کے
ایک سو بیس برس عمر کی حساب سے نقد جمع کر دیا گیا تھا۔ ق
خدا سے اس لڑکے کے کان میں ایک مرض ایسا پیدا ہوا کہ جب تک
اسکے کان کے سامنے زر رفت کپڑے تماش مشہور اور کھواب کے
قینچی سے کترے جاتے تھے وہ آرام سے رہتا تھا نہیں تو بچپن
تھا چنانچہ شب و روز ہزاروں روپے کے پیش قیمت کپڑوں کے تھا
کان کے سامنے پرزے اڑاے جاتے تھے آخر تانبے چند سال
وہ سب دولت صرف ہو گئی اب درخت کے پتے کترنے کی نوبت پڑی
جب سارا مکان او اٹاٹا البیت بھی جاتا رہا اور گدائی کی نوبت
تو وہ بیماری بھی جانی رہی۔

محمد مقیم کی لڑکی جسکے واسطے وہ روزانہ پانستور روپیہ خرچ
حساب سے ایک سو بیس برس کا نقد روپیہ رکھ گیا تھا دیوانی نکلی اس سے ایک عورت کے

یہ مرق ہو کہ زمانہ مکان میں جو تالاب تھا ہر روز اس کے کنارے جا کر بیٹھتی اور
 ایک ایک زیور بدن سے اتار کر پانی میں ڈالتی تھی زیور کو مچھلی کی طرح ہلتے
 ہوئے پانی کے نیچے جاتے دیکھ کر نہایت خوش ہوتی تھی اور تمام بدن کو زیور
 کی طرح تالاب میں ڈالتی تھی۔ دوسرے روز پھر نیاز زیور ہنپ کر آتی اور اسی طرح
 پانی میں ڈالتی یہاں تک کہ جو کچھ اس کا نقد و جنس مال و اسباب تھا سب
 ہی تماشے میں صرف ہو گیا آخر جب کچھ نہ رہا ہوش میں آئی اور چند روز
 تک یہ تکلیف رہی ملک عدم ہوئی۔

شیخ عنایت اللہ

شیخ عنایت اللہ زمیندار پر گنہ جلال پور جسکی زمینداری اس وقت
 مالک فرید پور اور برسیال تین ضلعوں میں تقسیم ہو گئی ہے یہ شخص بھی
 ہندو بہداری میں بڑا دولت مند اور صاحب حشمت زمیندار تھا جسکی
 زمینداری کا صدر خزانہ سالانہ نولاکھ نینانوے ہزار نو سو نو روپیہ سرکار
 کو ادا ہوتا تھا اسکا بیٹا شیخ میطیع اللہ نواب جسارت خان کے ہم عصر
 تھا۔ قدیم لوگوں سے سنا گیا ہے کہ شیخ عنایت اللہ بڑا شوین
 اور لباس شخص تھا ایک نہایت عمدہ رنگ محل بنوایا تھا جس میں بہت
 سی سین عورتوں کو لباس فاخرہ اور عمدہ زیورات سے آراستہ
 رکھتا تھا۔

ان عورتوں میں سے ایک عورت کے حسن و جمال کا شہرہ منکر

اس وقت کا صوبہ دار جو ملقب بہ فوجدار تھا عاشق ہوا۔ شیخ صاحب سے
 اور اُس سے دوستی تھی ایک روز شہنشاہ نے شیخ صاحب کی دعوت کی
 اپنے مکان میں ناچ رنگ کی محفل کر کے دیر تک انکو تماشا دیکھایا اور
 بڑی خاطر داری سے پیش آیا جب رات زائد ہوئی شیخ صاحب رخصت
 ہو کر اپنے گھر چلے راہ میں فوجدار کے مسلح سپاہیوں نے جو اُس کام کیسے
 متعین تھے انکو گھیر لیا شیخ صاحب پالکی پر سوار تھے سپاہیوں نے
 کر کے انکو زخمی کیا وہ زخون سے چوراہہ زخون سے تر مکان پر پہنچتے
 بچپارے مر گئے شیخ صاحب کے انتقال کے دوسرے روز
 نے اس عورت کے واسطے سواری بھیجی اور پیغام بھیجا کہ تمہارا چاہنے
 تو اب بنین رہا اب وہاں رہ کر کیا راحت ہوگی یہاں تمہارا
 سب طرح کی قدر اور خاطر داری کی جاسیگی بہتر ہے کہ چلی آؤ۔
 اس عورت کو فوجدار کی اس حرکت سے نہایت رنج ہوا۔
 انگشتی کے ہیرے کو کوٹ کر شربت میں ڈالا اور پی کر سوار ہو
 فوجدار کے محل تک پہنچنے کی بھی نوبت نہ ہوئی کہ رستے ہی میں تمام ہو
 جب سواری پہنچی فوجدار نے خود سواری کھول کر دیکھا تو وہ مردہ
 یہ دیکھ کر وہ اپنی حرکت پر بہت نادام ہوا۔
 شیخ عنایت اللہ کا مکان محلہ اسلام پور کھارٹوئی میں لب و لہجہ
 اپنے ہمراہ چند اشخاص

واقع تھا اور گل محلہ کٹھار ٹولی اسکے مکان کے احاطے کے اندر تھا۔
 فرانسیس کی کوٹھی جسکو خواجہ علیم الدین مغفور نے خرید کی تھی یہی مکان شیخ
 عنایت الدین کا رنگ محل تھا جسکو اسکے بیٹے شیخ مطیع الدین نے فرانسیس کے
 ہنزدخت کیا تھا اسوقت اسکے مکان کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔
 اس مکان کی زمین پر نواب سر عبدالغنی بہادر کا بنایا ہوا احسن منزل
 کی مالیشان مکان واقع ہے۔ فرانسیس کی کوٹھی کی بھی شکل بہت
 مل گئی ہے اب وہ کوٹھی توڑ کر وہاں نواب صاحب کا زمانہ محل تعمیر
 ہے۔ نواب صاحب کے اصطلیل کے صحن میں شیخ عنایت الدین کا
 دروازہ ایک مقبرہ تھا جو چند سال ہوئے کہ منہدم ہو گیا۔

میر علی نقی خان

میر علی نقی خان اس شہر میں ایک نامی زمیندار اور بڑا فیاض
 شخص تھا جسکے نام سے محلہ ڈیوڑھی علی نقی خان مشہور ہے معلوم نہیں
 کہ کس خاندان سے تھا یا تاریخ بنگالہ سے اتنا دریافت ہوتا ہے۔
 وہ حسین قلین خان نائب ڈھاکہ کے وقت میں رہا تھا اور حسین
 قلین خان کے بیٹے حسین الدین خان کے قتل کے زمانے میں وہ یہاں کا
 زمیندار تھا۔ جسے بعد قتل حسین الدین خان کے اسکے قاتل محمد صادق
 کو قتل کرنے کے لیے اپنے ہمراہ چند اشخاص شہر کے اور افواج لیکر
 قلعہ پرتاخت کی تھی۔

مرزا فضل علی

آقا مرزا فضل علی یہ بھی اس شہر میں ایک نامور اور متمول شخص تھا اور زمینداروں میں
نام سے بازار آقا فضل علی مشہور ہے معلوم نہیں یہ شخص کس زمانے میں آباد ہوئے تھے بلکہ زمینداری ضلع میں
کس عہد حکومت میں تھے۔

آقا نواب

آقا نواب یہ بھی ایک نامی زمیندار تھے جنکے نام سے محلہ ڈھان پڑی بڑی عالیشان عمارتیں
آقا نواب مشہور ہے اس ڈیوڑھی کا کسی قدر آثار مہنوز باقی ہے میں نے مرن ایک مقبرہ ہے جس
ہوتا ہے کہ وہ محلہ بالکل انکا مکان تھا۔

ابوسعید

ابوسعید یہ شخص بھی اس شہر کے نامی زمینداروں میں بڑے نامور اور زمیندار تھے جسکے نام سے محلہ آل ابوسعید مشہور ہے اور اس کی پوری زمین سرکار
اور بابو بازار کی مسجد انکی تعمیر کی ہوئی ہے اور اس مسجد کے صحن میں ابھی تک انکی قبر اور لاکھون روپے
گنبد دار مقبرہ بھی بنا ہوا ہے۔

مرزا آغا

مرزا آغا یہ شخص نواب ابراہیم خان فتح جنگ کے زمانے
بہت بڑے متمول اور مشہور شخص تھے انکی شہ زوری کی نقل پہلو
ڈھاکہ کے بیان میں لکھی گئی ہے محلہ مرزا آغا کی ڈیوڑھی انھیں
نام سے مشہور ہے اس محلے میں انکا بڑا عالیشان مکان تھا جسکے
نشان اسوقت باقی نہیں ہے۔

بہرہ بہت و ششم ذکر رُوسائے معصیر
نواب نصرت جنگ بہادر از تاریخ نصرت جنگی

نواب نمرت جنگ بہادر کے معاصر اور زمینداروں میں میرا شرف علی
 پور اور باجست زمیندار تھے جنکی زمینداری ضلع پتہ کے متعلق گرنہ
 کا زمین میں ہزار روپیہ ہوا آمدنی کی بھی مکان انکار منہ کے قریب
 پور میں تھا جس میں بڑی بڑی عالیشان عمارتیں تھیں اسوقت
 کوئی نشان باقی نہیں ہے صرف ایک مقبرہ ہے جس میں چند بکی قبریں
 ان کے دو لڑکے سید علی مہدی خان بہادر اور سید مد علی خان یا علی حسن
 بہادر تھے ان دونوں کو سرکار کمپنی سے خطاب خان بہادری کا ملا
 میرا شرف علی نے رنگون کی پہلی لڑائی میں سرکاری فوج کی رسد
 کے بارے میں بڑی تائید کی تھی اور لاکھوں روپے دیئے تھے سیلئے
 ان سے ان کے لڑکوں کو خطاب خان بہادر کا عطا ہوا تھا میرا شرف علی
 ان کے بڑے ذی عزت اور صاحب حوصلہ شخص تھے سیکڑوں
 سرکار میں پرورش پاتے تھے اور داد و دہش بھی اعلیٰ درجہ کی
 زمینداری ان کے لڑکوں کی حین حیات میں سرکاری مالگنداری
 ان کے سبب سے بنیلا م ہو گئی۔ سید علی حسن خان دریا میں غرق ہو کر مر گئے
 سید علی خان کے نام میں کچھ بچ کا تعلق تھا اسکی آمدنی سے انھوں
 کو شالی کے ساتھ زندگی بسر کی ان کے دو بیٹے سید امیر الدین حیدر
 سید اسد الدین حیدر تھے سید اسد الدین حیدر کے دو بیٹے

میرا شرف علی

ایک سید محمود جو فارسی کے بڑے ادیب اور نامی شاعر تھے اور دوسرے
سید محمد جو مدت دراز تک ڈیپوٹی مجسٹریٹ و ڈیپوٹی کلکٹر رہے۔ اور
خوبی سے اپنے کار منصبی کو انجام دیا۔ جس کے عوض میں گورنمنٹ سے ۲۶ روپے
کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ اور ۲۸ جنوری ۱۹۰۹ء کو انسپکٹر جنرل جیسٹیشن
مقرر ہوئے۔ یکم جنوری ۱۹۰۹ء کو نوابی کا معزز خطاب عطا ہوا۔ آپ
بڑے لائق و فائق بلکہ فخر و عاکہ ہیں۔

سید نواب زمیندار پرگنہ عبداللہ پور اور انیسہ جنگی ماہواری آمدنی تانہ دار پرگنہ مجلس پور وغیرہ
روپے کی تھی۔ ہر چند کہ آمدنی کم تھی مگر بڑے صاحبِ عرصہ شخص تھے۔ انکا امامہ بھی بڑی وفادار تھیں
اس شہر میں لاثانی تھا۔ محرم میں بڑی طعام داری کیساتھ مجلسین ہوتی تھیں۔ انکا نشان پرانے نماس میں
مسکان بھی عالیشان اور آراستہ تھا۔ اسوقت اسکا کوئی نشان اور نہ کوئی
باقی ہر زمینداری انکی منشی گنج کو علاقہ میں تھی جو اسوقت رام سوار اور شا کر قبضے میں
مرزا محمد کاظم خان بھی زمیندار پرگنہ بردہ کھا کر تھے۔ آمدنی انکی ماہواری تانہ دار موجود ہیں مگر وہ شہر

تین ہزار روپے کی تھی جس سال نواب نصرت جنگ بہادر کا انتقال ہوا
وہ بھی مانگ گنج کو قریب کشتی سے دریا میں گر کر اپنی ملک عدم ہوئے۔ ہر چند کہ جس
اور دریا میں جال ڈلو کر کئی روز تک تلاش کیا مگر نقشِ ننین ملی۔ انکے لڑکے
محمد خان نامی زمیندار و ننین اس شہر کے تھے۔ مسکان انکا محلہ دیوڑھی
میں مہنوز قائم ہے۔ انکے لڑکے مرزا محمد جعفر خان کچھ معیون الطبع تھے۔ انکی

بن کردہ امارت باقی نہیں ہے۔

میر عطاء الرحمن زمیندار پرگنہ بلیانی آمدنی انکی ماہواری دو ہزار روپے
 باقی بزرگ زمیندار پرگنہ اور متقی شخص تھو گم بازار کہ حضرت شاہ محمدی قدس سرہ
 کے بیوی بن تھو۔ اولاد میں انکی کوئی نہیں رہا اور مکان پر نشان ہو گیا۔ انکی زمیندار
 پرگنہ بلیانی کہ ساہوکار وکر قبضہ میں ہے۔ اور بہت شریک ہیں۔ آمدنی زمینداری کی
 دولت اس قدر بھی ہے کہ ہر شریک کو دو تین ہزار روپہ کی ماہواری آمد ہے۔

مرزا حسن علی زمیندار پرگنہ مجلس پور وغیرہ کے تھے آمدنی انکی
 ماہواری دو ہزار روپہ کی تھی بڑے وضع دار تشرع اور کفایت شعار
 نے انکا مکان نہایت عالیشان پرانے نحاس میں تھا انکے بیٹے مرزا لطیف
 حسین نے محلہ تلاب میر عیدہ میں مکان بنوا کر سکونت اختیار کی تھی
 سابق مکان اپنے چچا مرزا زین الدین حسین کے واسطے چھوڑ دیا تھا
 انکی اولاد کے ورثا مہنوز موجود ہیں مگر وہ ثروت اب نہیں ہے۔

مرزا حیدر علی زمیندار پرگنہ پھلو علاقہ ضلع باقر گنج کی نامی زمینداروں
 میں اس شہر کے تھے انکا مکان محلہ بیگم بازار میں بڑی شان و شوکت
 کا تھا انکا امام باڑہ بھی مشہور ہے اور محرم کی مجلسوں کا بڑا نام تھا انکی
 کوئی اولاد نہیں تھی انکے چھوٹے بھائی مرزا امجدی نے مالک ہو کر میر
 پناہ وقت نامواری کے ساتھ گزارا انکے بیٹے مرزا فتح علی کے بعد مکانات

میر عطاء الرحمن

مرزا حسن علی

مرزا حیدر علی

وزمندیاری بالکل جاتی رہی۔

راجہ پرسورام

راجہ پرسورام اصل زاد بوم انکی ضلع پیروہہ اور راجہ پیروہہ کو قرابت از مندیاری کے جاری ہیں
تھے انکا مکان ہنوز موجود ہے اور محلہ راجہ کی ڈیوڑھی انھیں کی ڈیوڑھی پرانی پہلی لڑائی میں
نام سے مشہور ہے نواب نصرت جنگ بہادر کے دربار میں انکی بڑی بڑی فوج دھاکے کی طرف آ
و منزلت تھی اولاد انکی اب تک ہے مگر وہ شہوت اور جاہ و شہرت نہیں رہے جو انکی کاکتہ کی طرف چلے
بھیکن لال ٹھاکر قوم کا گوڑ برہمن بعدہ دیوانی تجارت کمپنی انکی لاکھ روپے نقد جو سرکار کمپ
کی اس شہر میں اگر بڑی ہوشیاری اور خیر خواہی کے ساتھ اپنے عہدہ پر لگے بھیکن لال ٹھاکر نے
کے کاموں کو انجام کر کے سرکار کمپنی میں بہت نیک نام ہوئے۔ ان کی لاکھ روپے نقد جو سرکار کمپ
مشاہرہ انکا ماہواری ایک ہزار روپیہ تھا۔ بڑے فقیہ دوست ان میں آئی وہ صرف ایک
سادھو منشی شخص تھے ہمیشہ فقرا سا و صوفیوں اور مہنتوں کی خدمت میں آتے تھے ان کا تعلق تاراج چائی تھی
کیا کرتے تھے انکا مکان محلہ بھیکن ٹھاکر کی بازار میں جو انکے نام سے مشہور ہے ہنوز موجود ہے
انکی زمندیاری زراعت گنج اور چربخت وغیرہ ہے۔ یہ ایک ٹھاکر بنام لکھی زراعت جو کسی مہنت نے دیا
اپنے مکان میں رکھ کر اسکی پرستش کرتے تھے اور اپنی کل جائیداد مکان وزمندیاری وغیرہ اسی ٹھاکر کے نام میں ہیہ کر کے خود شیوک
مینجر کی طور پر زمندیاری وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ زراعت گنج اسی ٹھاکر کے نام سے نام زد ہے بعد اسکے انکی اولاد نے بھی اسی طور پر شیوک
اور انکی اولاد نے بھی اسی طور پر شیوک اور انکی اولاد نے بھی اسی طور پر شیوک اور انکی اولاد نے بھی اسی طور پر شیوک

بھیکن لال ٹھاکر

میں نے سب کام انجام دیا کیسکہ ملک کے انتقال کا اختیار نہیں تھا چنانچہ مہنہ
درج سب کاروبار زمینداری کے جاری ہیں۔

مشہور ہے کہ جسوقت برہا کی پہلی لڑائی میں انگریزوں کو نہریت
مقامی یہ خبرائی کہ برہما اور راکنی فوج ڈھا کے کیطرف آ رہی ہے اس خبر
سننے ہی صاحبان انگریز شہر چھوڑ کر کلکتہ کی طرف چلے گئے اور لاکھوں
پے کا مال تجارت اور کئی لاکھ روپے نقد جو سرکار کمپنی کی تجارتی کوٹھی
میں موجود تھے یہیں چھوڑ گئے بھیکن لال ٹھاکر نے بہت سے کوئین
دار وہ سب مال اور نقد روپے دفن کروا دیے۔ برہما اور
ان فوج اس طرف نہیں آئی وہ خبر صرف ایک افواہ تھی شہری
میں عاشقوں نے اکثر جگہ لوٹ تاراج مچائی تھی مگر سرکاری کوئی
مہم نہیں ہوا تھا جب شہر میں امن ہو گئی اور صاحبان انگریز شہر
واپس آئے اور سرکاری کوٹھی کو خالی پایا بہت ہراسان ہوئے
بھیکن لال ٹھاکر نے سبکی تشفی کی اور سب گڑا ہوا مال اور
یہ ملو کر حوالہ کیا صاحبان انگریز نہایت خوش ہوئے اور اس کی
ای کامال صدر میں لکھا اور منہ مانگا انعام دینے کا حکم منگوایا۔
بھیکن لال ٹھاکر سے کہا کہ تمہاری خیر خواہی اور نیک نیتی سے سرکار
نہایت خوش ہوئی اور تمکو تمہاری خواہش کے مطابق انعام دینے

کا حکم دیا ہے۔

بھیکن لال ٹھاکر نے سُکر یہ کہا کہ اگر سرکار کی یہی مرضی ہو تو میں شخص تھا اگلے نو سو
 عنایت کی نظر ہے تو میں دو چیز چاہتا ہوں ایک یہ کہ میں ضعیف آدمی تھا لڑکاشن پرش
 کے لائق ہو گیا ہوں مجھے جو نیشن ملنے والی ہے وہ میرے ٹھاکر لکھن بہت روپیہ اڑا دیا
 کے نام میں جب تک وہ رہیں ملا کرے میری حیات پر منحصر ہو دیکھتے رہیں روپیہ لیا اس
 یہ کہ جو کچھ ملک اور زمینداری میری ہے وہ سب ٹھاکر جی دلا دینا رہی ایک قلم
 میں نے لکھ دیا ہے اسکی مالگداری معاف کر کے لاخراج مال ہے۔
 جاے۔ صاحبان انگریز یہ بات سُکر بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ لال ٹھاکر بھیکن لال
 انعام مانگتے ہو ایسی کوئی چیز چاہو کہ جس سے تم اور تمھاری اولاد اپنے وقت میں بڑا
 ہو جائیں۔ اسنے کہا کہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔ اگر نشان نہیں ہے صرف ایک
 کو انعام دینا منظور ہے تو بس جو میں چاہتا ہوں وہ مجھے ملے مالگستان کے اتر جانب
 انگریز نے افسوس کے ساتھ اسکی درخواست صدر میں بھیجی اور ان دنوں وہ باغ نہیں ہے
 کا حکم آگیا۔ حقیقت میں وہ بڑا دشمن اور دورانیش شخص تھا جو انگریز کو رستان
 کر گیا ہے منور وہ قائم ہے ہزار روپیہ سکہ مشاہرہ کا نصف پانسم
 روپیہ کمپنی ماہواری اب تک سرکار سے لکھی نرائن ٹھاکر جی کو ملتا ہے
 سرکاری مالگداری بھی معاف ہے جو کچھ روپیہ تحصیل ہوتا ہے سب
 ہے۔ زمینداری کی آمدنی بھی ماہواری ہزار روپیہ سے زائد ہے

اولاد اراجات ٹھاکر شیوہ سب کے مالک ہیں اسکا بیٹا گوپال پرشاد
 پڑا شو قین صاحب حوصلہ شخص تھا اگلے نواب صاحبان ڈھاکہ کے
 زمین اسکی بڑی عزت تھی اسکا لڑکا کشن پرشاد عرف راجہ بابو نے
 پاشی اور قمار بازی میں بہت روپیہ اڑا دیا اور ٹھاکر کی زمینداری
 انجانہ ادا مقرر کی لکن بہت روپیہ لیا اس لیے آمدنی سابق سے
 گئی ہے اسکی کوئی اولاد نہیں رہی ایک قبیلے لڑکا جو اسکی جوڑنے
 والا اسوقت مالک خوش حال ہے۔

دیوان رام دولال

دیوان رام دولال یہ شخص بھیکن لال ٹھاکر کے قبل کمپنی کی
 پاشی کوٹھی کا دیوان اور اپنے وقت میں بڑا نامی متمول شخص تھا
 مکان کا کوئی نشان نہیں ہے صرف ایک باغ اور تالاب محلہ
 رومی میں انگریزی گورستان کے اتر جانب ہنوز موجود اور اسکے
 سے مشہور ہے اسوقت وہ باغ نہیں ہے صرف زمین اور تالاب
 ہے اسکی بہت سی زمین انگریزی گورستان کے اندر لے لی گئی ہے
 جس سے گورستان کی وسعت دوئی ہو گئی ہے۔

شیخ غلام نبی

شیخ غلام نبی زمیندار پرگنہ ٹورہ علاقہ ضلع تپڑا انکی زمینداری
 سالانہ آمدنی قریب لاکھ روپے کے تھی انکا مکان اس شہر کے
 بازار میں ہنوز موجود ہے جسکے ساتھ ایک بڑا ترپولیس

بنام شیخ غلام بنی کا ترپولہ قائم اور مشہور ہے وہ دیوان رام دو دربار میں چنداں دخل نہیں
 ہمعصر تھے اور انکی زمینداری اسی دیوان کی توجہ سے خریدی گئی تھی۔
 نواب جسارت خان کے وقت میں یہ ایک نامی زمیندار تھے
 چار لڑکے شیخ غلام علی شیخ غلام مصطفیٰ شیخ غلام محمد اور شیخ غلام ربیع
 تھے بعد انتقال شیخ غلام بنی کے چاروں بھائی جب جدا ہوئے تو ہر ایک نے اپنے وقت
 شیخ غلام محمد نے محلہ سنگت ٹولہ میں پرکلیس کی کوٹھی خرید کر
 اسکے شامل اور مکانات اور باغ بنوا کر سکونت اختیار کی تھی
 نے بھی اسی محلہ سنگت ٹولہ میں ایک عالیشان مکان تیار کر
 بود و باش اختیار کی شیخ غلام مصطفیٰ نے محلہ اکرام پور میں میاں
 کے میدان کے قریب ایک مکان تعمیر کرا کے اقامت گزین
 شیخ غلام علی جو سب بھائیوں میں بڑے تھے اپنے والد کے قریب
 میں رہے شیخ غلام علی لا ولد تھے انکی بی بی نے اپنی بہن کا
 شیخ تصدق علی عرف پھکومیان کو پرورش کر کے کل املاک کا مالک
 کر دیا اور اسی محلہ بنگلہ بازار میں شیخ غلام بنی کے مکان کے قریب
 نیامکان اور مسجد بنوا دی جس میں وہ اپنی حیات تک رہے انکے دو
 احمد علی اور لطف علی تھے احمد علی کچھ عیاش نکلا اور جوانی میں لا ولد
 کیا۔ لطف علی اپنے بھائی کی بی بی کو نکاح میں لا کر کل املاک کا مالک
 بن گیا۔

راست طلبی تھی سب کام کار پردازوں پر چھوڑا دیا چند روز میں
ت روپے کا مقروض ہو کر زمینداری اور مکان وغیرہ برباد کر کے
دارم کی اختیار کی۔

شیخ غلام محمد عرف منگل میان اپنے وقت میں اچھے زمیندار تھے
ان نے زاین گنج کے محاذی لکھیانہ کی پورب پار قدم رسول
گاہ کا نقارخانہ اور گھاٹ بنوایا اور ہر سال ربیع الاول کے مہینے
میں ان بڑی طعما داری غربا و مساکین اور اہل شہر و دیہات کی کیا
تھے۔ وہ بھی لا ولد تھے ان کے انتقال کے بعد انکی بی بی نے ایک
سجدائے مکان کے دھن طرف بنوائی اور کسی سید زادے
سے فرزند کے پرورش کر کے اور غلام احمد نام رکھ کر کل املاک
اس کو دیا بعد انتقال غلام احمد کے اسکا لڑکا غلام امجد مالک ہوا
ان کا اولاد محکمہ سنگت ٹوٹے میں شیخ غلام محمد عرف منگل میان کے
خان میں ہنوز رہتے ہیں۔ مگر زمینداری وغیرہ سب جاتی رہی،
شیخ غلام امجد طے کی طرف ایک لڑکی تھی جسکو حاجی جان
زمیندار نے جنکا مکان محلہ امام گنج میں تھا شادی کی تھی ان کے
اولاد میں تھی انکی بی بی نے ایک لڑکی پالی تھی اسکو اپنی زمیند

شیخ غلام

شیخ غلام

شیخ غلام رسول

غیرہ ہبہ کردی تھی جو ہنوز اُنکے وارثوں کے ارث میں ہے۔
 شیخ غلام رسول کی بھی ایک ہی لڑکی تھی جسکی عظیم آباد۔
 نامی حکیم میر حیدر بخش سے شادی ہوئی تھی حکیم حیدر بخش بہ۔
 قابل اور حکیم حاذق تھے نواب شمس الدولہ کی سرکار کے حکیم۔
 اور بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے اُنکے بھی اولاد کوئی نہیں تھی۔
 صاحب کے انتقال کے بعد انکی بی بی سے ضلع تپہ کے باشندے اس عالم اور حافظہ قرا۔
 مولوی عبدالعلیم وکیل عدالت دیوانی شہر ڈھاکہ نے نکاح کر کے۔
 املاک کے مالک ہوئے تھے اُنکے انتقال کے بعد انکے ورثا بہمن کی تالیفی مین مامور تھے۔
 کامکان فروخت کر کے ضلع تپہ اپنے مورث کے وطن مین چلے۔
 زمینداری کا سید قدر حصہ ہنوز اُنکے قبضے میں ہے۔

شیخ محمد جان

شیخ محمد جان عرف میان جان میان یہ شخص بھی اس شہر کی لڑکی سے۔
 ایک نامی زمیندار تھے اُنھوں نے تجارت کے ذریعہ سے اچھی۔
 حاصل کر کے پرگنہ ٹورہ وغیرہ کا حصہ خرید کیا تھا۔ مکان انکا محلہ۔
 مین تھا اپنے وقت کے نامی زمینداروں مین تھے کشیدہ کا کار۔
 بھی جاری تھا مکان نہایت عمدہ بنوایا تھا اُنکے لڑکے شیخ محمد علی۔
 بڑے لائق اور عربی فارسی کی اچھی حیثیت رکھتے تھے مگ با۔
 کے حضرت شاہ محمدی قدس سرہ کے مریدوں مین تھے انکی۔

لڑکی کو مولف کے والد ماجد منشی سبحان علی ابن منشی وارث علی جن کے
 رگوں اور غلام آباد کے مولانا ابوالمعالی کی اولاد تھے شادی کی تھی جو والدہ
 بہرہ مولف کی تھیں مولف کے جد ماجد منشی وارث علی بذریعہ تجارت
 شہر مین آکر نواب نصرت جنگ بہادر کے استاد حافظ زین الدین
 لڑکی سے شادی کی تھی جنگی بطن سے مولف کے والد ماجد تولد ہوئے
 حافظ زین الدین بڑے عالم اور حافظہ قرآن تھے نواب جسارت
 کو دربار مین انکی بڑی توقیر تھی انکے نواسے نواب حسنت جنگ
 اور نواب نصرت جنگ کی اتالیقی مین مامور تھے انکا مکان محلہ
 نسل باغ مین شایستہ خانی قلعہ کے قریب تھا۔ انکے کوئی لڑکا
 نہ تھا۔ مولف کے جد ماجد اسی مکان مین تھے۔ مولف کے
 والد ماجد نے شیخ محمد عارف کی لڑکی سے شادی کی تھی۔
 جب انہوں نے کوئی لڑکے کے شیخ صاحب نے بارز و داماد کو اپنے بیان رکھا
 مین بود و باش اختیار کی اور انکے کل کائنات کے مالک ہوئے۔
 انکا انتقال شیخ محمد عارف کے انکی دوسری لڑکی کی شادی اس شہر کے
 اعلیٰ درجے کے عدالت کے محرم منشی سید نور علی سے ہوئی اور ملک وغیرہ
 تسلیم ہو گئی۔

کے اکثر شہروں سے یہاں آکر رہے تھے اور اکثر صراف مہاجن اور تاجرانہ
پیشہ تھے کاروبار کے ذریعہ سے بہت کچھ کمایا ان میں بعض زمیندار
زمینداری خرید کی تھی اور ناظون کے دربار میں رسائی پیدا کر
ناموری حاصل کی اور رؤسا شہر کے شامل ہو گئے تھے۔ انکی اوا
مین بابو برج رون۔ لالہ کرت چند جو مسلمان ہوئے تھے نامی
تھے اور نواب نصرت جنگ بہادر کے دربار میں انکی بڑی عزت
تھی بابو برج رون کے کوئی اولاد نہیں تھی بابو مترجیت
اسکے متنبی تھے زمینداری انکی ضلع باقر گنج کے متعلق اچھی آمد
کی تھی اسوقت ان کے نواسے کی اولاد ہیں کسیتدر زمیندار
بھی ہے انکا مکان بخشی بازار محلہ مین مہنوز موجود ہے۔

بہرہ بستی و سہتم ذکر رؤسا ڈھاکہ جو بعد نواب

نصرت جنگ بہادر کے اس شہین تھے اور بخشی اولاد مہنوز موجود ہے

مرزا غلام پیر اس شہر کے خاندانی زمینداروں میں بڑے نامور
شعور اکو العزم اور قدم زمیندار ابو سعید کے نواسے تھے ان کے
مرزا جان بہت راحت طلب اور خلوت پسند تھے۔ زمینداری کار
میں زیادہ تر توجہ نہیں کرتے تھے اسلئے زمینداری کی آمدنی بستی

مرزا غلام پیر

ہمال کے اُنکے لڑکے مرزا
 ہمالی کی آمدنی کی ترقی دی
 بہت روپے صرف کئے غریب
 یہ کی بڑے امیرانہ طور سے اپنے
 سے حالت کی برسیاں کے

تاریخ

رفت ازبھا
 سال وفات

۱۲۸۳ ہجری

اور ازبک طبیعت اور آرام طلب
 سب زمینداری اور مکانات
 اور زار کلکتے میں چند
 اور نشان کوٹا گئے انکا لڑکی
 تھی نہیں ہے۔

اورین علاقہ ضلع تیرہ کے سو
 کے ذریعہ سے بہت کچھ سرمایہ



Santi Press, Dacca.

موتی بعد انتقال مرزا جان کے اُنکے لڑکے مرزا غلام پیر نے اپنی زیر کی
 اور اعلیٰ سے زمینداری کی آمدنی کی ترقی دی اور بڑے بڑے مکان
 کے کارخیزین بہت روپے صرف کئے غزاپوری اور مسافر نوازی
 کی بڑی ناموری پیدا کی بڑے امیرانہ طور سے اپنا وقت گزارا اور ۱۲ ص
 اس دار فانی سے رحلت کی بریساں کے مولوی محمد فاضل نے
 کی تاریخ لکھی ہے۔

تاریخ

رفت از جهان گلشن فردوس دلپذیر	دعا کہ بے فروغ چو مرزا غلام پیر
سال وفات اسم شریف غلام پیر	آتشید و از سر آفسوس واہ گفت

۱۲۸۳ھ ہجری

انکار کا محمد مرزا عیاش طبیعت اور آرام طلب ہوا۔ شراب خواری
 پیش و عشرت میں سب زمینداری اور مکانات اور گل کائنات چند سا
 ربا و کردی اور بجال زار کلکتے میں چندے رکھ کر جان بحق تسلیم ہو
 اپنے بزرگوار کا نام و نشان کو مٹا گئے انکار کا احمد مرزا اس وقت
 مت ہے مگر حالت اچھی نہیں ہے۔

داروغہ امیر الدین

داروغہ امیر الدین علاقہ ضلع تیرہ کے موضع رتن پور کے باشند
 سرکاری نوکری کے ذریعہ سے بہت کچھ سرمایہ فراہم کیا تھا اور ضلع تیرہ

مین بڑی زمینداری پیدا کر لی تھی اور اس شہر کے محلہ بابو بازار میں لیسہ
ایک بہت خوبصورت مکان اور مسجد تعمیر کر کے بڑی ناموری سے
رہتے تھے۔ اُنکے دو لڑکے تھے۔ ایک منشی دلاور علی دوسرے منشی
اور دو لڑکیاں تھیں ایک موضع سرائی کے دیوان نور علی اور دوسرے تاریخ وفات

مولوی وزیر علی سے شادی ہوئی تھی بعد انتقال داروغہ امیر الدین
اُنکی اولاد سب خوشحال تھی منشی دلاور علی لا ولد گذرے منشی یوسف
کے بیٹے منشی غلام موئی تھے۔ جنکے وقت میں بالکل زمینداری رہ
بر باد ہو گئی تو دیوان نور علی اور مولوی وزیر علی کی اولاد میں ہنوز سلام
اور اُنکی کسب قدر زمینداری باقی ہے جسکی آمدنی سے خوشحال ہیں۔
یہ محب علی اس شہر میں ایک نامی اور خوشحال زمیندار تھے۔

یہ محب علی

کوئی لڑکانہ تھا۔ لڑکیاں تھیں جو زمینداری کی مالک ہوئیں۔ انکا مکان
سپانچی پان دیسے میں تھا اب اُنکی اولاد میں کوئی نہیں ہے۔ زمیندار
و مکان وغیرہ بھی نہیں رہا۔ اُنکے داماد منشی فیض علی نے اپنا وقت
طرح اچھا گزارا اُنکی اولاد کو جو کچھ ارث ملا تھا برباد کر کے تباہ حال
منشی عنایت علی بھی اس شہر میں نامی زمیندار اور بڑے
اور مہذب شخص تھے عربی اور فارسی کی اچھی لیاقت رکھتے تھے اُنکے
منشی عبدالسمحان ڈھاکہ میں کورٹ اپیل کے سر رشته دار تھے مکان

منشی عنایت علی

بان در یہ مین ہنوز موجود ہے انکی کوئی اولاد نہیں ہے اسوقت
 ابی مالک بن منشی عنایت علی کی رحلت ۱۲۹۳ ہجری مین ہوئی تھی
 کے مولوی محمد فاضل نے انکی وفات کی تاریخ لکھی ہے۔

قطعه تاریخ وفات

منشی عنایت علی	شناساے سہ خفی و جلی
زادے بڑھا کہ نمادہ کسے	کہ رایش کُتد مشکلی منخلی
فاضل زاتش غم بسوخت	کہ مرد آن چپان متقی دولی
تا پے سال ترحیل او	مرد آہ منشی عنایت علی

۱۲۹۳ ہجری

مولوی عبدالحی

مولوی عبدالحی شیخ شخص اس ضلع کو بہت بڑے نامی زمینداروں
 تھے انکے والد مولوی برکت اللہ خان بھی بڑے نامی گرامی شخص
 انکی زمینداری اس ضلع کے متعلق تھانہ نواب گنج۔ مانک گنج۔
 ہری رام پور مین اور ضلع پٹنہ کے متعلق محکمہ سراج گنج مین تھی۔
 زمینداری کی تخمیناً پانچ چھ ہزار روپے ماہواری کی تھی مولوی
 علی درانگ دل اور سخت گیر تھے زمینداری مین انکا بڑا رعب
 شمس آمدنی کی بہت ترقی ہوئی تھی اصل مکان انکا تھانہ ہری پور

کے علاقہ موضع نیاباڑی میں تھا ڈھاکے میں چوک کے قریب
 گلی میں بھی ایک مکان تھا جس میں وہ اکثر رہا کرتے تھے۔ ڈھاکہ
 مولوی بازار جہاں کسی زمانے میں مقیم کا کڑھ تھا انھیں کاب
 اور انھیں کے نام سے مشہور ہے۔ انکا پہلا لڑکا مولوی واحی الدی بریلوی کے قریب
 انکی حین حیات ہی میں راہی ملک عدم ہوا تھا۔ بعد انتقال مولوی آسانی ہوتی ہے راجہ
 کے انکی دوسری بی بی امیر النساء خاتون اور اس لڑکے کی بہن کے ساتھ گزارا انکے لڑکے
 تنازع ہو کر بہت سے مقدمات عدالت اور فوجداری میں راجہ کا خطاب ملا تھا اگرچہ
 کی وجہ زمینداری اور ملکیت کو سخت نقصان پہونچا۔ آخر حسب راجت طلب اور عیش
 رہا انکی بی بی امیر النساء خاتون اور انکا دوسرا لڑکا عبدالحی مولوی کے حوالے کر دیا تھا
 مالک ہوئے جو ہنوز متصرف ہیں۔

راجہ کالی نرائن

راجہ کالی نرائن راے پرگنہ ہوال وغیرہ کے زمیندار
 یہ زمینداری انکو اپنے والد گولک نرائن راے سے ارث میں ہندو زمینداروں میں
 یہ لوگ قوم کے برہمن اور قدیم زمیندار تھے مکان انکا پرگنہ بھونیشور تھا زمینداری کی آمد
 جدید پور میں واقع ہے راجہ کالی نرائن راے بہت زیر کد و تاب نصرت جنگ بہادر
 صاحب حوصلہ شخص تھے انھوں نے اپنی زمینداری کو بہت
 اچھی آمدنی پیدا کی تھی اور کار خیر میں بہت کچھ صرف کرتے تھے
 بہادر کو زکیر شہزاد دیکر راجہ کا معزز خطاب حاصل کیا تھا۔ اپنے
 بازار میں ہنوز موجود

ان صاحبان انگریز کی ہمانداری کے لئے آراستہ کر رکھا تھا جس میں
 ب ہمانداری کا موجود رہتا تھا صاحبان انگریز اکثر شکار کھیلنے
 کے بحوال کے جنگلوں میں جاتے اور ان کے ہمان ہوتے تھے انھوں
 نے اپنی پل ٹونگی ندی پر سابق پل کے قریب بنوایا ہے جس سے
 وادہ میں بہت بڑی آسانی ہوتی ہے راجہ کالی نراین نے
 بہت ناموری کے ساتھ گزارا ان کے لڑکے راجہ راجندر نے
 لوہی سرکار سے راجہ کا خطاب ملا تھا اگرچہ وہ ذی شعور اور
 جتھے مگر نہایت راحت طلب اور عیش پسند بھی تھے اور
 اس کا سارا کاروبار منیجر کے حوالے کر دیا تھا۔ انھوں نے عین
 میں انتقال کیا اور اس وقت ان کے دو لڑکے نابالغ کل کائنات
 میں تھے۔

جیون کشن رائے ہندو زمینداروں میں اس شہر کے بڑا
 صاحب حوصلہ شخص تھا۔ زمینداری کی آمدنی بھی اچھی تھی اس کے
 ہاتھ تھا اس نے نواب نصرت جنگ بہادر اور نواب شمس الدولہ
 بریل میں اپنی رسائی اور عزت پیدا کی تھی اور سرکار کینپی میں
 کی قدر تھی حاکمان انگریز اس کی توقیر کرتے تھے مکان اس کا محلہ
 کے متعلق وال بازار میں ہنوز موجود ہے دی پو جے

جیون کشن رائے

مین بڑا جلسہ ہوتا تھا۔ عمائد شہر سب رونق افروز ہوتے تھے اس
اولاد نین تھی اُسکے بھائی کی اولاد اس وقت زمینداری اور مکا
کے مالک ہیں اور سب خوش حال ہیں۔

مستمر ایومین

اس شہر کے ساہوکاروں میں متھرا موہن فوطہ دار ایک
 دھنی شخص تھا جو کاکہ کلکتہ مرشد آباد اور پٹنہ میں اسکا مہاجنی کا
 جاری تھا اور بہت سی زمینداری بھی خرید کی تھی مکان اسکا
 کے متعلق سبھی محل میں واقع ہے۔ لاکھوں روپے کا سرمایہ
 اور زمینداری سے حاصل کیا تھا کار خیر میں نہارون روپیہ
 کیا کاشی و بندرا بن میں مکانات بنوائے اور بہت کچھ خیرات
 صرف کیا اس شہر میں بھی غریب اور مساکین کے واسطے خیرات
 تھا اسکے دو بیٹے تھے گوک فوطہ دار اور سروپ چندر داس
 فوطہ دار کا بیٹا۔ مدھو سودن داس عرف مدھو بابو نے بہت بڑی
 حاکمان وقت کے یہاں قدر و منزلت حاصل کی تھی اسکے
 موہنی موہن داس نے غیاشی میں بہت سا روپیہ برباد کیا تھا اسکی
 بھائیوں کی کوئی اولاد نہیں رہی صرف سب سے چھوٹے بھائی
 نابالغ لڑکا ہر بابو سروپ چندر داس کے تین لڑکے بابو سوناتن داس بابو
 اور بابو گھوناتن داس ہنوز سلامت ہیں یہ لوگ بہت صاحب

زمینداروں اور کاروبار میں اچھی ترقی کی ہے اور حکام کے
 بھی بڑی قدر ہے۔

آقا غلام علی عرف
 آغا جان

آقا غلام علی عرف آغا جان زمینداران ڈھاکہ میں بڑے
 اور اور ذی عزت شخص تھے انکی زمینداری اطراف ڈھاکہ کے
 اچھی آمدنی کی تھی اپنے وقت کے بڑے صاحب حوصلہ اور مہذب
 شخص تھے انکے والد حاجی شمس الدین ایرانی تھے نواب شمس الدولہ
 در کے مدار المہام مرزا محمد علی خان عرف شکو میان کی لڑکی سے آقا
 غلام علی نے شادی کی تھی چونکہ مرزا محمد علی خان کا کوئی لڑکا نہیں تھا
 بیٹے انکی بی بی حور النساء خاتم نے انکی لڑکی کو آقا غلام علی کو شادی
 کے کل زمینداری اور مکان وغیرہ کا انکو مالک کر دیا تھا اس شہر کے
 قلم امام گنج میں نواب شمس الدولہ کا مکان جو مرزا محمد علی خان کو نواب
 صاحب دے گئے تھے اُسی مکان میں آقا غلام علی امیرانہ طور سے رہتے
 تھے بہت سے ایرانی مغل ہمیشہ ان کی صحبت اور زلفت میں رہا کرتے
 تھے سب کی طعانداری اور سب طرح خاطر داری کرتے تھے انکا کوئی
 لڑکا نہیں تھا انکی دوسری بی بی اور لڑکیاں کل زمینداری وغیرہ
 کی مالک ہوئیں جنکے ورثا اس وقت مالک ہیں۔

سیر نجف علی

سیر نجف علی سابق نوابی خاندان کے شخص تھے زمینداری

انکی اگرچہ زیادہ آمدنی کی بنین تھی مگر خوشحال تھے مکان انکا بھی مہیا ہوئے۔ انکو فارسی کی
 امام گنج مین تھا علم و لیاقت کے سوا حرفہ اور صنعت میں بھی بہت
 دست قدرت رکھتے تھے اور اسکا بڑا شوق تھا دروگری زرگری کا وغیرہ عمدہ دارال
 اور مہرکئی وغیرہ کا بہت سا کام جانتے تھے اور عمدہ عمدہ چیزیں بناتے تھے اس شہر کے مولوی میرعباس
 اپنے مکان کو اپنی دست کاری کی چیزوں سے سجاتا انکا لڑکا
 میرشجاعت علی نہایت مہموال لطیعت اور بدشوق تھا۔ اُسکو کبیر
 بازی۔ مرغ بازی۔ مینڈھے اور بیل کی لڑائی وغیرہ کا نہایت شوق
 تھا۔ اسمین اپنی کل کائنات برباد کر دیا اور اپنے بزرگوار کا نام
 و نشان مٹا کر راہی ملک عدم ہو گیا۔

میر محمد تقی

میر محمد تقی نے ایران سے یہاں آکر بذریعہ تجارت اچھی
 حاصل کر کے زمینداری خرید کی تھی اور ناموری کے ساتھ امیر
 طور سے رہتے تھے مکان انکا محلہ نلگوئے مین ہنوز موجود ہے
 محرم کی مجلسین بڑے رونق سے ہوتی تھیں انکے دو لڑکے تھے
 سید جان اور سید محمد باقر سید جان نے بعد انتقال میر محمد تقی کے
 اپنے والد کی کائنات پر قابض مستقیم ہو کر کل امورات بدستور
 اپنے والد کے انصرام کر کے عین جوانی میں انتقال کیا۔ سید محمد باقر
 بذریعہ تجارت شام اور ایران وغیرہ کی سیر کر کے پھر ڈھاکہ کے مین آئے

وراپنے والد کی جائیداد پر قائم ہوئے۔ انکو فارسی کی اچھی لیاقت ہے اور
پاشا عہدین۔

مسلمان حکام وغیرہ عہدہ داران ڈھاکہ

مسلمان حاکمون میں اس شہر کے مولوی میرعباس علی خان بہادر صدر
یہاں کے سابق صدر امین اعلیٰ اور بڑے نامور اور اعلیٰ درجہ کے حاکم تھے
اصل وطن ضلع فریدپور میں تھا خاندانی سید اور بڑے شان و شکوت کے
تھے اور نہایت عدل و انصاف کے ساتھ مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے
مہائی کورٹ کے نزدیک انکی لیاقت اور معاملہ فہمی کی بڑی قدر تھی و
اور گورنمنٹ میں بہت نیکنام تھے انکا مکان رُسنی ٹولہ میں تھا اور امیرانہ
رستے رہتے تھے انکا انتقال کراچیاں کے ورثا اس مکان کو فروخت کر کے
فریدپور کے قدیم مکان میں چلے گئے اور وہاں کی معاش سے خوشحال
مسلمان کا مکان اسوقت نج کورٹ کے وکیل بابواندرائے کے
میں ہے جسکو از سر نو انھوں نے تعمیر کرا کے نہایت خوشنما بنالیا ہے۔

مولوی محمدناظم

مولوی محمدناظم خان بہادر بھی اس شہر کے صدر امین اعلیٰ
بڑے عالم اور قابل شخص تھے انکی بھی جُزسی معاملہ فہمی۔ اور عدل و
صاف کا بڑا شہرہ ہے بڑے عالی دماغ۔ زیرک۔ اور نیکنام۔ حاکم تھے
انکا مکان محلہ پچھرام کی ڈیوڑھی میں منور قائم ہے جس میں انکے ورثا رہتے ہیں

اُنھوں نے کچھ زمینداری بھی خرید کی تھی اور خچہ قطعہ مکان اسی محلہ میں کے مالک ہیں اور سب اپنے مکان کے قریب بنوائے تھے جسکی آمدنی سے اُنکے ورثہ میں ضلع تیرہ کے مولوی خوشحال ہیں۔

مولوی جلال الدین

مولوی جلال الدین احمد اس شہر کے شہر قاضی اور بڑے عالم و فاضل بے بدل اور حکیم حاذق تھے اصل وطن اُنکا ضلع سلسرہ تھا اس شہر میں بعد تفصیل علوم کے سرکار بہادر کی طرف سے شہر قاضی کا عہدہ پا کر یہاں مقیم ہوئے سابق میں شہر قاضی کا عہدہ بڑا جلیل منصب تھا اور مشاہیرہ بھی کثیر ملتا تھا ابالیان شہر اور نواب صاحب بھی اُنکی قدر کرتے تھے اور بڑے فیاض اور غریب پرور بھی تھے مرلیو کو ہر روز مفت دوا دیتے اور سب طرح سے خبر گیری کرتے تھے اور عیدین کی نماز بھی چوک کی مسجد میں پڑھاتے تھے جس میں کے نواب صاحب ڈھاکہ بڑے دھوم دھام کی سواری کے ساتھ شہر کو لیکر شریک ہوتے تھے وہ اپنے وطن کے بھی شریف اور مغرور اُنکی معاش بھی اچھی تھی اس ضلع میں زمینداری وغیرہ خرید کر اُنکا مکان اس شہر کے محلہ ساپخی پاندریہ میں منہوز قائم ہے اُنکوئی اولاد نہیں تھی اُنکے بھائی مولوی شمس الدین احمد کے لڑکے مولوی ضیاء الدین مولوی رضی الدین اور مولوی مصباح الدین اسوہ

مولوی عدالت پڑ

زمینداری اور کائنات کے مالک ہیں اور سب خوشحال و ربا و قار ہیں

مولوی سعادت
علی خان

مولوی سعادت علی خان ضلع پٹہرہ کے مولوی عدالت اور بڑے

ضلع اور عالم باعمل تھے انکا مکان محلہ ڈیوڑھی بچھارام میں ہنوز موجود

ہے انکے لڑکے مولوی محفوظ علی اور مولوی منصور علی اس مکان میں

پہنچے ہیں یہ دونوں بھی قابل شخص ہیں مولوی محفوظ علی کو عربی و فارسی

بھی لیاقت ہے نواب صاحب ڈھا کے کی سرکار میں معزز عہد پر

اور مولوی منصور علی ٹیلیگراف و پیار ٹنٹ کے ہیڈ سگنیلر کے

رہے تھے اسوقت پنشن پاتے ہیں دونوں خوشحال اور باعزت

و قار ہیں۔

ڈیپوٹی مین الدین
حیدر

ڈیپوٹی مین الدین حیدر جو ڈیپوٹی کلکٹر اور اس شہر کے

ہون میں بڑے نامی گرامی شخص تھے انکی زمینداری اس ضلع اور

مین سنگہ کے متعلق اچھی آمدنی کی تھی انکا مکان محلہ مہاوت ٹولی

غلام پیر مرحوم کے سابق مکان کے محاذی ہنوز موجود ہے انکا

مولوی ابوالخیرات محمد اسوقت مالک ہے اگرچہ کسیدقدر زمینداری

ت دیں فروخت ہو گئی ہے مگر جس قدر باقی ہے اُس کی آمدنی

خوشحال ہیں۔

مولوی رکن الدین

مولوی رکن الدین مولوی عدالت بڑے فاضل اور صاحب

تھے مکان انکا اس ضلع کے متعلق قصبہ الاچی پور میں تھا وہ بھی
 شہر میں مولوی عدالت تھے بہت سے ضلعوں میں رہ کر اخیر کو اس شہر کے فوجداری عدالت
 میں آئے تھے انکی اولاد کا حال معلوم نہیں انکے بھائی مولوی آغا کے یہاں انکی بڑی
 بھی مولوی عدالت تھے الاچی پور میں اور بھی بہت بڑے بڑے ملازمہ لباس پہنتے اور نہایت
 گرامی عالم و فاضل اور حکام تھے جنکی اولاد میں مہنوز و بان میں مولوی عبدالکرم منشی عبدالغفور
 وہ قصبہ کل شریفون کی بستی ہے۔

منشی معتمد باسد

منشی معتمد باسد بھی الاچی پور کے باشندے شریف اور باسد اور اسی عہد سے
 لایق اور انشا پردازی میں نہایت فایق شخص تھے عربی فارسی کے ان میں سے واپس آ کر اذکار
 قابلیت رکھتے تھے اس شہر میں سیکڑون طلبہ کو درس دیتے تھے ان میں سے مولوی عبدالغفور
 حکیم بھی تھے اخیر میں کمشنر آفس کے محافظ مقرر ہوئے تھے اور ان کی ناموری کے ساتھ رہے
 اسی عہدے میں تاحیات رہے ۱۲۳۰ ہجری میں انکا انتقال
 بریال کے مولوی محمد فاضل نے تاریخ لکھی ہے۔

تاریخ

مرگیا آہ معتمد باسد	عادل وقابل و خدا آگاہ
سال ترحیل یوں کہا فاضل	آیا جنت میں معتمد باسد

۱۲۳۰ ہجری

منشی عبدالعظیم

منشی عبدالعظیم عرف گرائی میان یہ بھی الاچی پور کے باشندے
 لیون مین تھے اس شہر کے فوجداری عدالت کی محوری مین نامور
 تھے البان شہر اور رؤسا کے یہاں انکی بڑی قدر تھی بڑے لائق
 و فدا شخص تھے عمدہ لباس پہنتے اور نہایت تکلف سے رہتے تھے
 انکے دوڑ کے تھے مولوی عبدالکریم منشی عبدالنعیم مولوی عبدالکریم
 ناضل اور مولوی عدالت تھے جب عمدہ مولوی عدالت کا باش
 ڈپوٹی مجسٹریٹ ہوئے اور اسی عہدے سے پنشن لیکر حج کو گئے
 زیارت حرمین شریفین سے واپس آکر اذکار الہی مین اوقات گزاری
 والد تھے منشی عبدالنعیم اپنے والد کے عمدہ محوری مین نامور
 اس شہر مین بڑی ناموری کے ساتھ رہے عمائد شہر اور نواب
 سب دھاکہ کے یہاں انکی بڑی عزت تھی اور فارسی کے اچھی منشی
 تھے انکے انتقال کے بعد انکا بڑا لڑکا منشی عبدالسلام اپنے
 کے عہدے پر مقرر ہوا اور چھوٹا بھائی انکا ام اے کا امتحان پاس
 ڈپوٹی مجسٹریٹ ہوا اور دونوں خوشحال مین۔

رام سردار

اس شہر کے تانقی قوم مین جو بیساکھ مشہور مین اکثر متمول اور
 بدار و تجارت پیشہ تھے ان مین رام سردار ایک نامی شخص گذرا ہے
 تجارت کے ذریعہ سے بہت سی دولت کما کر زمینداری اور بہت

کچھ معاش پیدا کی تھی اس شہر میں صاحبان انگریز کے رہنے کی کوہا کے چھوٹے وائز جو یہاں
اکثر ایسی تھیں سو اسے زمینداری اور تجارت کے شہر میں بہت مال کا سودا اینڈ ٹریڈنگ
زمین اور مکانات اس کے تھے ہزاروں روپے کی ماہواری آمد تھی بہت محبوب کارکن ایکسٹ
نہایت بخیل مشہور تھا اس کے رہنے کا مکان محلہ کلتہ بازار میں ہنوز ان ہی تاجروں کو دھاکے
ہے جس میں اس کے ورثا رہتے ہیں اس کو مرنے کے بعد اس کے لڑکوں نے کچھ مال سے ارمنی تاجر
یعنی شوقینی کی تھی اس وقت اس کا ایک لڑکا اور دوسرے لڑکوں کا قتل یہ لوگ تیرگاٹو
اولادین سب خوشحال ہیں۔

کشن چرن موہار

کشن چرن سرائی بھی قوم بیساکھ میں متول شخص تھا اس کی بھی مال داری سودا گری کی قبر ہے جس
اور زمینداری کی اچھی آمدنی تھی اس کا مکان محلہ تانتی بازار میں ہے۔
قائم ہے جس میں اس کے ورثا رہتے ہیں کشن جنم یعنی جنم شمش کی سواران نے دھاکے میں تجارت
تانتی بازار سے نکلتی ہے اس میں کل خرچ اسی شخص کا ہوتا ہے اور بڑے بڑے مکان
ہزاروں روپے اس سواری میں خرچ کے واسطے جمع کر دئے گئے ہیں دھاکے میں
جس کے سود سے ہر سال سواری کا خرچ انجام ہوتا ہے نواب پور
سے جو سواری نکلتی ہے اس کا خرچ وہاں کے سب بیساکھ چن
دیتے ہیں یہ دونوں سواریاں بھادون کے مہینے میں نکلتی ہیں
نام ہر شہر و دیار میں مشہور ہے۔

ارمنی

دھاکے میں ارمنی قوم کس زمانے میں آکر بسی ہے

حال معلوم نہیں ہے ڈاکٹر جیمس وائز جو یہاں کے سیول سرجن
 ٹوس آف دی ریسرکاسٹس اینڈ ٹریڈس آف اسٹرن
 مین لکھتے ہیں کہ جب مسٹر جوہ کارنک ایکسٹ انڈیا کمپنی کے
 نے ۱۶۹۸ء میں ارمنی تاجروں کو ڈھاکے میں کاروبار
 سے بلوایا تھا اسی زمانے سے ارمنی تاجر ڈھاکے میں آئے
 معلوم ہوتا ہے کہ اسکے قبل یہ لوگ تینر گائون میں جو ڈھاکے
 بہت ہے کاروبار پھیلائے ہوئے تھے چنانچہ تینر گائون کے
 ۱۶۹۸ء میں ایک ارمنی سوداگر کی قبر ہے جس میں ۱۶۹۸ء عیسوی
 اسٹ تاریخ لکھی ہے۔

ارمنی تاجروں نے ڈھاکے میں تجارت کر کے بڑی بڑی
 اسی خرید کی تھی اور بڑے بڑے مکانات بنوائے تھے
 ان کی مردم شماری میں بھی ڈھاکے میں ایک سو تیرہ ارمنی
 ۱۶۹۸ء میں مسٹر آئی۔ جی۔ این۔ پوگوز نے جو اس وقت قوم
 رئیس تھے شمار کیا تھا کہ ڈھاکے میں ایک سو سات ارمنی
 ۳۹ مرد ۲ عورت اور ۵ لڑکے تھے ان میں ایک پادری
 زمیندار تین سوداگر ایک بار مسٹر پانچ دوکان کے گماشتے۔
 پادری سرکاری ملازم تھے نوابی عملداری میں بھی یہ لوگ بہت سے

سرکاری عہدوں پر تھے۔

ثوقین ارطون

ارمنی زمینداروں میں خواجہ ارطون جو "ثوقین"

مشہور تھا۔ جسکی زمینداری ضلع مین سنگھ کے متعلق پرگنہ حسن

میں تھی بڑا ثوقین اور صاحب حوصلہ شخص تھا اور اچھی

داد و دہش اور غبا پروری میں مشہور تھا اور ہر طرح کا شہ

ناچ رنگ۔ سیر تماشا۔ مرغ بازی۔ کبوتر بازی۔ تلنگی

لگاؤ وغیرہ کا نہایت شوق تھا کوئی لڑکا نہیں تھا دو لڑکیاں

جنہیں اسکی زمینداری تقسیم ہو گئی جو ہنوز انکے ورثا کے قبضہ

اور سب خوشحال ہیں۔ ان لوگوں نے اس وقت کلکتہ اور

شہر ون میں رہنا اختیار کیا ہے مکان خواجہ ارطون کا اس

محلوہ فراسٹ گنج کے متعلق دال بازار میں لب دریا تھا جس

سارکس صاحب تھے اسوقت وہ مکان روپ لال اور

دغل میں ہے جس میں اور بھی نئے مکان بنے ہیں۔

اس شہر میں قوم ارمنی کے اور بھی بہت سے زمین

دار تھے خواجہ مانوک جسکا مکان اسوقت نواب صاحب

دیوان کا مکان ہے ان پی پو گوز صاحب بہت روز اس

میں رہے تھے۔ خواجہ اسٹیفین جسکا مکان ارمنی ٹوے میں

میں کی ہمیشہ کامکان ہے خواجہ پیروس اور خواجہ بگڈیسیر جسکے
 بگڈیسیر مشہور ہے انکے مکانات ارنی ٹوے مین تھے جو اس وقت
 یون کے دغل مین ہیں اخیر زمینداروں مین سارکس صاحب
 پوگوز نیکی پوگوز۔ اور اسٹیفن تھے اس وقت انہیں کوئی نہیں
 لئے ورنہ اس شہر مین ہیں۔

اطباء و صحاک

یہ وہ داری کے زمانے مین یہاں کون کون نامی حکیم تھے
 معلوم نہیں نواب نصرت جنگ بہادر کے وقت مین حکیم مزائی
 اس قابل طبیب حاذق نواب صاحب کی سرکار کے حکیم تھے
 اس شہر سب اُن سے رجوع تھے انکی طبابت کا بڑا نام تھا
 صاحب کے اونکے شاگرد حکیم قربان علی اپنے وقت کے
 فن و فایز اور حکیم حاذق تھے فن طبابت مین اچھی دستگاہ
 تھے اور صاحب علم بھی تھے۔ اہالیان شہر سب رجوع لائے تھے
 صاحب کی سرکار سے بھی تنخواہ مقرر تھی انکا لڑکا حکیم واحد علی بھی
 اور لایق طبیب ہوا تھا۔ مگر جوانی مین انتقال کر گیا۔
 حکیم قربان علی کے شاگرد حکیم نبی بخش بھی اچھے طبیب تھے

حکیم مزائی

حکیم قربان علی

واحد علی

حکیم نبی بخش

انکا بھی مطب جاری تھا اور بہت لوگ رجوع ہوتے تھے۔ حکیم بہت کم لوگ جانتے سابق وضع کے نہایت مہذب شخص تھے۔ انکے لڑکے حکیم اتنی بخشش طیب ہیں چونکہ اس وقت اہلیان شہر اکثر ڈاکٹروں کے معقد ہیں اس طبات کو زیادہ فروغ نہیں ہے۔

حکیم نعمت اللہ

حکیم نعمت اللہ محلہ نیم تلی میں رہتے تھے یہ بھی حکیم قربان ہمعصر اور اچھے طبیب تھے اور بہت لوگ ان سے بھی رجوع تھے۔ علم زیادہ نہ تھا مگر نسخہ جات انکے بہت مجرب تھے اور کشتہ تیار کرنے میں دستگاہ تھی عمدہ کشتہ بناتے تھے انکو بہت سے نسخے اتیت جوگی سے ملے تھے انکی اولاد کوئی ہے نہ کوئی نامی شاگرد رہا۔

ڈاکٹر کلینتی قوم کا پر کلیس تھا اور نواب نصرت جنگ بہادر زمانے میں اسکی ڈاکٹری خوب چمکی ہوئی تھی یہ اچھا جراح تھا اور اس سے مدد کرتے تھے بھی اسکی عمدہ تھین قدیم لوگوں سے سنا گیا ہے کہ اسکے دونوں تمام دواخانے زمیندار اور بڑے بڑے میں پھرتے اور جتنے درخت دیکھتے اسکے پتے لے آتے تھے ایک بڑا سا ہوا اسکے اطراف شہر ہر وقت گرم پانی سے بہری ہوئی چوٹے پر چڑھی رہتی تھی جتنے پتے و سب اس آتے اور شفا پاتے سب تھے انہیں ڈالے جاتے ہر روز جو شیدہ پتے پھینکے جاتے وہ سال تھیں کڑی عمدہ بھی تپتے ڈالے جاتے تھے اس عرق کو وہ ہر مریض کو دیا کرتا تھا اسکے سامنے روزگار کیا مگر بڑا صاحب جو چاہئے دوا بھی دیتا تھا مگر اس عرق کی ایک بوتل سب کو ضرور دیتا تھا اور غریبوں پروری

وہی اُس وقت اس شہر میں بہت کم لوگ جانتے تھے اُس نے اس فن میں
 روپے کمائے شہر کے ارمنی۔ گریک اور اضلاع بنگالہ کے بڑے
 زمیندار وغیرہ واپایان شہر سب معتقد تھے اس نے بھی چھٹی دہائی کی
 خرید کی تھی کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے بچھونے کے نیچے ہزاروں
 روپے بچا کر رکھتا تھا اور اُسی پر موتا بیٹھتا تھا شاید یہ بھی کوئی حکمت تھی
 کہ کان بگم بازار میں تھا۔ جو اس وقت منہدم ہو گیا ہے اسکے ورثا منہ
 است ہیں اور زمینداری بھی کسی قدر باقی ہے جس سے اُنکی پرورش
 ہوتی ہے۔

نبیو ڈاکٹر

نبیو ڈاکٹر ہر چند کہ محض لاعلم تھا مگر نہایت تجربہ کار اور اپنے
 ہاتھ کا دل شخص تھا اللہ نے دست شفا اسکو ایسا بخشا تھا کہ بڑے بڑے
 رسول اور نبیوں سے حسد کرتے تھے اپنے وقت میں بڑا
 ڈاکٹر تھا شہر کے ارمنی زمیندار اور بڑے بڑے ہندو زمیندار سب کے
 سے مشاہیر مقرر تھے اسوا اسکے اطراف شہر اور دوسرے اضلاع
 میں ہزاروں مریض اسکے پاس آتے اور شفا پاتے تھے جراحی اور طبابت
 دونوں میں اُسکو کمال تھا سرکاری عہدہ بھی رکھتا تھا یعنی جیل کا ڈاکٹر
 ہوا۔ روپے کا اسنے روزگار کیا مگر بڑا صاحب حوصلہ شخص تھا ہمیشہ
 ان کی طعام داری مسافر نوازی اور غربا پروری میں ہزاروں روپے

صرف کیا کرتا تھا اسکا مکان محلہ بنگلہ بازار کے شال پوڑا محلے میں
 اور پوٹوالوی میں بھی برسر راہ دو منزلہ مکان تھا جسکے نیچے اسکی دسپیناں اسکے یہاں آتے تھے بسکے
 (دواخانہ) تھی اسکے تین ٹرکے تھے مگر تینوں ناشایستہ ہوئے املاک بیان جاتا تھا اسکے ٹرکے
 کو تباہ کر کے اوارہ ہو گئے۔

کبیراج

سابق میں نلیبر کبیراج بڑا مشہور شخص تھا اور اچھا علم
 فن میں کمال رکھتا تھا بہت لوگ اس سے بھی رجوع تھے
 کبیراجی خوب چمکی ہوئی تھی ایک نالکی پر ہمیشہ سوار ہو کر مریضوں کے
 تھا اسکا بھتیجا رام کمار بھی مشہور اور اچھا کبیراج تھا اسنے کلکتہ جا کر بڑا
 کیا اور بڑے بڑے لوگ اس سے رجوع لائے اور بہت روپیہ کمایا
 امرنائن کبیراج یہ شخص بھی اچھا کبیراج تھا اگرچہ کروڑوں روپے کا
 نہیں تھا مگر اپنے فن کا بڑا استاد اور صاحب علم تھا خاص و عام سے
 سے رجوع لائے تھے عمدہ علاج کرتا تھا اور بڑا غزبانواز تھا غریبوں
 مسکینوں کو مفت دوا دیتا تھا اور جو اسکے بیان نہ آسکتے خود جا کر دے
 بہت رحم دل اور سادہ منس شخص تھا۔

امرنائن

کالی ٹار

ڈھاکے میں کالی ٹار سب کبیراجوں میں
 کبیراجی شاستر میں بہت لائق اور بڑے تجربہ کار کبیراج تھا بہت
 اس سے رجوع لاتے تھے خصوصاً قوم ہنود کے بڑے بڑے لوگ شہر و

سب اس کے علاج کے مقرر تھے یہ بھی غربانواز سقا صبح سے نو بجے
 یہ سب سکین جو مرلیض اسکے یہاں آتے تھے بسکو دیکھ کر دوا دیتا تھا
 ازان اور مرلیضوں کے بیان جاتا تھا اسکے لڑکے بھی اچھے کبیراج
 ہیں اور اپنے باپ سے تعلیم پائی ہے۔

وکلاے ڈھاکہ

وکیلون مین اس شہر کے منشی نندلال دت نامی وکیل تھے
 ان روپے پیدا کئے اور بڑی آمدنی کی زمینداری خرید کی تھی انکا
 محلہ شاہ اوجیال نگر مین ہنوز موجود ہے انکے بیان درگا پوجا
 کی رسوم وھام سے ہوتا تھا ناچ گھر بہت وسیع اور خوبصورت بنا ہوا
 ہر گھٹ بجلیں ہوتی تھیں رؤسا شہر۔ امرا اور صاحبان انگریز سب
 ان کو فروز ہوا کرتے تھے۔ انکے لڑکے بابو گو بند چندر دت بھی جج کوٹ
 وکیل تھے مگر انھوں نے وکالت بہت دن نہیں کی زمینداری وغیرہ
 کاموں مین مصروف رہے انکی کوئی اولاد نہیں تھی زمینداری
 زمینداری و غیرہ وقف کر کے انتقال کر گئے بعد انکے دو بھانجے مالک
 اور گروہ کر دھرمین ہیں ناچ گھر بھی ۱۸۹۷ء کے زلزلے مین شکست
 کا شکار نہ ہوا۔

منشی نندلال

گو بند بابو

مولوی عبدالعلیم

مولوی عبدالعلیم ضلع تپہ کے باشندے اور اس شہر کے بھی اس شہر کے حج
 کورٹ کے سابق وکیل تھے فارسی اور عربی کی اچھی لیاقت تھی اور تھے فارسی کی اچھی
 تھے اپنے وقت کے نامی وکیل تھے حکیم حیدر بخش کی بی بی سے منورہ بزداری میں بڑی قابل
 کر کے محلہ سنگت ٹولے میں اُس بی بی کے مکان میں امیرانہ طور پر زمینداری وغیرہ پیدا کی
 رہتے تھے اور اُسی بی بی کی زمینداری کا پرگنہ ٹورہ میں کچھ حصہ بھی ان کا تھا جس بھار کے متعلق
 ہوئے تھے اس بی بی کی بطن سے کوئی اولاد نہیں تھی اُن کے اتنے دربار رہتے ہیں۔
 کے بعد انکی پہلی بی بی کے لڑکے بیان کا مکان وغیرہ فروخت کر کے الدین محمد اس شہر کی عدالت
 اپنے وطن میں چلے گئے۔

گوگل منشی

گوگل منشی بھی اس شہر میں عدالت جج کے نامی وکیل
 اور فارسی کی اچھی لیاقت تھی بہت وضع دار شخص تھے اور لباس
 پہنتے تھے اُن کا مکان کوچہ زندہ بہار میں منورہ موجود ہے اُن کے
 بھی وکیل ہیں اُسی مکان میں رہتے ہیں گوگل منشی کی معاشی
 اچھی ہے سب خوشحال ہیں۔

ہری کشور را

ہری کشور را بھی اس شہر کے وکلا میں نامی شخص
 فارسی کے اچھے منشی تھے ان کا مکان محلہ بچھارام کی ڈیوڑھی میں
 قائم ہے اصل مکان ان کا پرگنہ بکرم پور میں ہے اُن کے آبا و اجداد
 زمیندار تھے اور اچھی زمینداری ہے جس کے اُن کے ورثا منورہ مالک
 مولوی امیر الدین کے مر

برہ کنکر راے

برہ کنکر راے یہ بھی اس شہر کے جج کورٹ کے بڑے نامی
ہیں اور بہت خوش تقریر تھے فارسی کی اچھی لیاقت تھی تحریر ات
نی مشہور ہے مسودہ پرداز میں بڑی قابلیت تھی وکالت کے ذریعہ
بہت کچھ املاک و زمینداری وغیرہ پیدا کی تھی جسکے مالک اس وقت
نئے ورثا ہیں مکان انکا تھانہ سبھار کے متعلق سواپور میں ہنوز
روہ ہے جس میں انکے ورثا رہتے ہیں۔

مولوی امیر الدین محمد

مولوی امیر الدین محمد اس شہر کی عدالت ججی کے بڑے نامی
ہیں اور بہت لائق شخص تھے عربی فارسی کی قابلیت اچھی رکھتے تھے
پہلے نواب میں علم عربی کی تحصیل کی تھی اور حج بھی کیا تھا عربی بولنے
کی اچھی محارت تھی اردو اور فارسی میں نہایت خوش تقریر اور غصلا
رہے کے ادیب اور بڑے فیاض وہی خواہ مسلمانان اور مرجع خاص
عام تھے وکالت انکی اچھی چمکی ہوئی تھی مکانات اور زمینداری وغیرہ
بہت کچھ کائنات پیدا کی تھی۔ نواب سر عبدالغنی بہادر کے مشیر خاص و
ایم باخلاص تھے انکی سرکار سے مشاہرہ مقرر تھا اور بڑی قدر و شرف
تھی۔ انکا مکان محلہ بھپارام کی ڈیوڑھی میں ہنوز موجود ہے انکے لڑکے
مولوی عبدالسد بھی عربی اور فارسی کی اچھی لیاقت رکھتے ہیں اور حکیم
ہیں بعد انتقال مولوی امیر الدین کے مولوی عبدالسد اپنے والد کی

کل کائنات کے مالک ہوئے اور خوش حال ہیں۔

منشی غلام عباس وکیل عدالت ججی یہ پرانی وضع کے شخص تھے انکو فارسی کی اچھی لیاقت تھی اور اپنے وقت کے لائق وکیل تھے۔

انکا مکان حسینی دالان کے قریب تھا نہایت مہذب اور با وضع اور ان کے انتقال کے بعد مکانات وغیرہ برباد کر کے آوارگی اختیار کی تھی۔

منشی سید غلام مصطفیٰ وکیل عدالت ججی یہ بڑے معزز اور سہ ماہی نسب تھے فارسی کے بڑے ادیب اور اچھے منشی ہوئے ہیں انکی تحریرات نہایت عمدہ ہوتی تھی۔ عمر شریف انکی قریب تلواریں تھے انکا اصل وطن ضلع کے پہونچی تھی وکالت کے علاوہ زمینداری کی معقول آمدنی تھی۔

جس سے خوشحال تھے انکا مکان بھی بچھارام کی ڈیوڑھی میں ہے بڑا لڑکا سید عبدالباری بہت قابل اور عربی فارسی میں بڑا لائق تھے جسے عین جوانی میں انتقال کیا انکے دوسرے لڑکے سید عبدالعزیز تھے اور اگرچہ علم و لیاقت میں چند ان نامی نہیں ہیں مگر بہت سعید اور خوش اطوار ہیں۔

اکمل خان اس شہر کے ایک نامی زمیندار اور بزرگ شخص تھے انکی زمینداری قریب شہر کے اچھی آمدنی کی تھی باغ کا انکو بڑا شوق

منشی غلام عباس

منشی سید غلام مصطفیٰ

اکمل خان

مقام شام پور میں لب دریا بہت عمدہ اور پُر فضا باغ لگایا تھا اور ایک
کان بھی اُس باغ میں نہایت خوبصورت بنوایا تھا اکثر لوگ اوسکے دیکھنے
کو وہاں جاتے تھے آپ کو شطرنج کھیلنے کا بڑا شوق تھا اور اچھے شاطر تھے
انجامکان محلہ ساپنچی پان دریا بہمن داروغہ امیر الدین کے مکان اور مسجد
کے محاذی مہنوز موجود ہے لڑکا کوئی نہ تھا دو لڑکیاں تھیں جنکی اولاد اسوقت
کی کل کائنات کی مالک ہوئیں اور خوشحال ہیں۔

مولوی غلام مخدوم

مولوی غلام مخدوم بعد قاضی جلال الدین مرحوم کے قاضی
شہر تقرر ہوئے تھے بہت صاحب علم اور بڑے فاضل تھے عمائد
سب انکی تعظیم کرتے تھے آپکا اصل وطن ضلع فریدپور کے متعلق تھا
پان محلہ اسلام پور کو چہ عاشق جعدار میں انجامکان مہنوز قائم ہے جس میں انوکھ تین
کے مولوی ظہور الحق۔ مولوی ظہیر الحق اور مولوی منظر الحق۔ رہتے ہیں
مولوی ظہور الحق عربی میں بہت متا بل اور انگریزی میں بی۔ اے
ال۔ ال۔ ال۔ پہلے بیان وکالت کرتے تھے اور نواب صاحب ڈھاکہ کی
سروسے ہی انکو تعلق تھا اسوقت ہائی کورٹ کے ایڈیشنل جج کے عہدے
پر مامور ہیں اور کلکتہ میں رہتے ہیں مولوی ظہیر الحق بھی قابل شخص
ہیں مدرسہ ہاک کے دوم ماسٹر تھے اس وقت چانگام کے مدرسہ میں ماسٹر
ہیں اور مولوی منظر الحق ضلع پٹنہ میں سب رجسٹرار ہیں۔ قاضی مولوی

اس کی بقدر معاش تھی اس

غلام مخدوم بعد اباش ہونے عمدہ قاضی شہر ڈیوٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے تھے۔ بہت روز اس شہر میں حکومت کے عہدے پر رہے اور خاص وہ میں ہر دلعزیز رہے اور نہایت مہذب اور خلیق تھے نواب سر عبد الغنی لاہوری جج رجسٹرار تھے بہادر آپ کی بڑی قدر کرتے تھے اور عمائد شہر سب انکی فضیلت کا بیان قائل تھے۔

ان کی یہ گھوڑا سال کے

اس ضلع کے اتر حصے پر گنہ بھوال کے شامل موضع گھوڑا باغ میں بھی تھی کوئی عہد میں جو قدیم سے مسلمان شریفوں کی بستی ہے اور بڑے بڑے ملازمین اور فلاح عام میں اور وفائق اور عالم لوگ وہاں رہتے تھے ان میں مولوی عبد الوہاب جج رجسٹرار مقرر ہوئے قابل اور فاضل بے بدل تھے اکثر شہر میں بھی تشریف رکھتے تھے مہاراجا لیاقت علی اولاد غلام پیر مرحوم اور بھی بہت سے اشخاص اس شہر کے ان کے شاگرد ہیں۔

تھے اور سب عمائد شہر انکی تعظیم اور توقیر کرتے تھے سن شریف بھی قمر گھوڑا سال کے شہر انتی سال کے ہوا تھا اخیر عمر میں حج کو گئے تھے اور زیارت حرمین کیا اور وفات کے عہدے شریفین سے واپس آکر اپنے وطن میں رہے کچھ معاش تھی اس خوش حالی کے ساتھ عمر بسر کی۔

مولوی وارث علی بھی گھوڑا سال کے شریف خاندان کے بڑے عالم و فاضل اور ہر علم میں کامل تھے۔ کلکتہ میں میسوری شاہزادہ نوش نوسیان ڈو کے مدرسہ میں مدرس اول کے عہدے پر مدت دراز تک رہے اخیر

بہادر کے زمانے میں

مولوی عبد الوہاب

مولوی وارث علی

میں دن اگر عزت اختیار کی کس قدر معاش تھی اسی سے بخوش حالی اوقات
انکی اولاد کوئی نہیں تھی انکے بھائی مولوی بہا الدین جو اس ضلع میں تھانہ
رہے پورہ کے قاضی اور میرج رحبڑار تھے انکی اولاد ہیں۔ اور
بہا دین میں خوشحال ہیں۔

مولوی ولی اشرف یہ گھوڑا سال کے شریفون میں بڑے
اور عالم شخص تھے معاش بھی اچھی تھی کوئی عمدہ سرکاری نہیں اختیار
فرمانت درس و تدریس اور فلاح عام میں اوقات گذاری اخیر عمر میں
نوابیہ کے قاضی اور میرج رحبڑار مقرر ہوئے تھے چونکہ یہ کام گھر
پر کرنا ہوتا تھا اسلئے قبول کر لیا تھا انکی اولاد اس وقت انکی جائداد کے
مالک اور سب خوشحال ہیں۔

داروغہ عبد الحمید گھوڑا سال کے شرفا میں تھے فارسی عربی
بھی لیاقت تھی پہلے داروغگی کے عہدے پر مامور تھے بعد ازاں
نواب صاحب باندہا کے بیان میں نشی مقرر ہو کر بہت روز وہاں رہے
پت جالاک خوش تقریر اور وضع دار شخص تھے اخیر وقت میں وطن
میں اگر انتقال کیا معلوم نہیں انکی اولاد میں کوئی ہے یا نہیں۔

خوش نوسیان ڈھاکہ

نواب نصرت جنگ بہادر کے زمانے میں آقا عبد العلی عربی و فارسی

داروغہ
عبد الحمید

خفی اور جلی ہر قسم کے خطوط لکھنے میں بڑے خوش نویس مشہور تھے انکی
 ہوئی تعلیمین اور اشعار و آیات اُمر اپنے مکانوں میں بشوق آئینہ
 لگا کر آویزاں کرتے تھے کتابین اور قرآن مجید انکے ہاتھ کے لکھے
 خط ولایت سے بڑھکر تھے نواب نصرت جنگ بہادر خود بھی نہایت
 تھے اکثر انکی تعلیمین لوگوں کے پاس یادگار ہیں آقا عبد العلی کی
 قدر کرتے تھے اور امرائے شہر بھی انکی توقیر کرتے تھے۔

لالہ مدنی

لالہ مدنی موہن اس شہر کے ہندوستانی کالیستھون کے خاندانی
 سے تھے اچھے منشی تھے نستعلیق بہت عمدہ لکھتے تھے اکثر لوگ انکی
 تعلیم لیا کرتے تھے جلی خط کی تعلیم نہایت عمدہ ہوتی تھیں ہنوز انکی
 بہت لوگوں کے پاس موجود ہیں ہر چند کہ اس وقت دہلی اور لکھنؤ
 چھاپے کی تعلیمین بہت شایع ہوتی ہیں مگر وہ صفائی اور نزاکت
 مدنی موہن کی تعلیم میں تھی کسی میں نہیں ہے۔

منشی ارحم

منشی ارحم خط شکست کے استاد تھے نہایت خوشخط اور
 تعلیمین لکھتے تھے اکثر لوگ انکی تعلیم دیکھکر شوق کرتے اور خوشنویس
 ہو جاتے تھے خط ارحمی مشہور تھا گو کہ اس زمانے میں اور بھی شکستہ
 لکھنے والے بہت خوش نویس تھے مگر منشی ارحم صاحب کا خط اس
 الگ اور نہایت خوشخط تھا اپنے وقت کے بڑے نامی خوشنویس

منشی نواب جان

منشی نواب جان عربی خط بہت عمدہ لکھتے تھے آقا عبد العلی کے
 ہاتھ انکی بھی عربی خط کی تعلیمیں مشہور ہیں انکے ہاتھ کا لکھا ہوا
 بیچ سورہ درود اکبر وغیرہ اکثر لوگوں کے پاس ہنوز موجود ہیں
 روایت کے مقابل بلکہ بعض سے بہتر ہے۔ اونکا کوئی شاگرد نہیں
 ابوقت ڈھاکہ کے مین خوش نویس کوئی نہیں ہے۔

منشی
میر نور علی

منشی میر نور علی بانی حسینی دالان میر مراد کے بھائی میر یعقوب
 نامین نامی منشی تھے فارسی کی اچھی لیاقت تھی صاحبان انگریز کو
 اور اردو پڑھاتے تھے۔ نستعلیق لکھنے میں بڑے نامی خوش نویس
 عربی خط بہت عمدہ لکھتے تھے انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں ہنوز لوگوں
 کے پاس موجود ہیں طلائی جدول کے ساتھ نہایت خوش خط لکھی ہوئی ہیں۔
 اب وہ زمانہ ہے نہ وہ خوش نویس ہیں۔ ڈھاکہ کے کی خوشنویسی انھیں
 ساتھ ختم ہو گئی۔

ہندو حکام و عمدہ داران کا

اس ضلع کا پر گنہ بکرم پور بھی ایک عجیب خط مبارک و ترقی خیز
 علم و فنون ہے کہ جہاں کی اکثر قوم ہندو نے جس قدر علوم و
 فنون ترقی کی ہے۔ کسی ضلع یا ملک کی کسی قوم نے نہ کی ہوگی۔ اور

ہندوستان میں بہت کم شہر اور ضلع ایسے ہونگے جہاں بکرم پور۔
 لوگ حاکم یا وکیل ڈاکٹر یا اور عمدہ پر نہیں ہیں۔ - نج۔ سب
 منصف۔ مجسٹریٹ۔ دیوٹی کلکٹر۔ وکیل۔ بارسٹر اور ڈاکٹر تو سیکرٹری
 ہیں۔ پولیس کے سب انسپکٹر۔ انسپکٹر۔ کرانی پوسٹ ماسٹر اور عہدہ دار کے نامی بوس خاندان
 تو ہزاروں ہونگے انکے ابا و اجداد عمدہ شاہی میں سب اہل قلم۔
 انگریزی عمدہ میں بھی انکی اولاد نے ایسی ترقی کی کہ انکلیڈ تک
 کا نام مشہور ہے ولایت جا کر سیول سروس۔ بارسٹری۔ اور دیگر عہدہ دار یا ہنوز موجود
 کے بڑے بڑے امتحان میں کامیاب ہوئے بلکہ بعض بعض انگریز
 پر بھی سبقت لے گئے اس شہر میں بھی عمال اور پولیس وغیرہ۔
 عمدہ دار کل بکرم پور ہی کے لوگ ہیں اور اکثر حکام بھی ہیں۔
 ان میں بابو اچھے کمار راے بادر اس شہر میں چھوٹی
 کے نامی نج تھے مشہور ہے کہ وہ پہلے کسی عدالت کے محکمہ تھے نہ
 ذکی اور اولوالعزم تھے جسکے باعث سے ایسی ترقی کی تھی کہ رفتہ
 نج ہو گئے نہایت منصف مزاج معاملہ فہم اور بڑے قابل
 نامی حاکم تھے۔

بابو اچھے کمار
 راے بہادر

بابو ہریش چندر
 بوس

بابو ہریش چندر بوس ڈیوٹی کلکٹر یہ سابق زمانے میں ڈیوٹی
 کلکٹر تھے فارسی کی اچھی لیاقت تھی بہت روز اس شہر میں رہے۔

نہیں اور جس شخص تھے مگر بہت نیکنام اور اعلیٰ درجہ کے ڈیوٹی کلکٹر تھے
کارکان ہنوز محلہ بنگلہ بازار میں موجود ہے جسکے مالک انکے ورثاہین۔

بابو رام کمار
بوس

رام کمار بوس ڈیوٹی کلکٹر و ڈیوٹی مجسٹریٹ اس شہر میں
بہت روز حاکم رہے بکرم پور کے نامی بوس خاندان کے شریف تھے تھانہ کی
اور عالم اور نامور حاکم تھے اپنے ہم عصر حاکموں سے نیک نامی میں بہت
نیت حاصل کی تھی نہایت حلیم اور خوش اخلاق اور غریب نواز بھی تھے
کارکان محلہ فراس گنج میں لب دریا ہنوز موجود ہے جسکے مالک انکے
ورثاہین۔

بابو برج سندر
راے

بابو برج سندر راے یہ بھی اس شہر میں ڈیوٹی کلکٹر و ڈیوٹی
مجسٹریٹ تھے سن انکا اگرچہ قریب ساٹھ کے تھا مگر نہایت سچے مزاج
بڑے کار اور منصف اور عادل حاکم تھے یہ پہلے بہت سے اضلاع میں
مکرم فیروز میں بیان آئے اور اپنی قوم کے شریف اور نہایت خوش اخلاق
شخص تھے۔

منشی مرتبہ دت

منشی مرتبہ دت اس شہر کے عدالت ججی کے سررشتہ دار
نے فارسی میں اچھی استعداد تھی پرانے وضع دار و خوش لباس اور عالی
درجہ شخص تھے انکارعب اپنے ماتحتوں پر اس قدر غالب تھا کہ کوئی آٹھ
تھانہ کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا بڑی شان و شوکت کے ساتھ

سر کے۔ جی۔ گپتا۔ سی۔ ا۔

انھوں نے سرشتہ داری کی حکام بھی انکی بہت قدر کرتے تھے وہ محاذوزن کے ایک گانوار
بکرم پور ہی کے باشندے تھے شہر میں بھی محلہ اسلام پور کو چہ عاشوراکالی زین گپتا ایک زہ
جمعدار میں انکا ایک بہت بڑا مکان ہنوز موجود ہے جس میں وہ رہتے۔ ان اسکول میں تعلیم پاتے
اسوقت انکے ورثا رہتے ہیں انکے لڑکے بھی بہت قابل ہوئے ایک لکھنؤ اور شہرہ عین
تو ڈیوٹی کلکٹر و ڈیوٹی مجسٹریٹ اور دوسرے جج کورٹ کے مترجم ہیں انکا کالج سے ان
منشی جگنا تھے اس شہر میں فوجداری کے پیشکار اور بڑے منشی روپیہ کا وظیفہ حاصل
قابل شخص تھے بڑی بے ریائی کے ساتھ انھوں نے پیشکاری کا کورس پڑھا۔ شہرہ
حکام انکی بڑی قدر کرتے تھے عربی فارسی کی اچھی لیاقت تھی اور انکا ہندوستان پاس کیا۔ اور
ادیب تھے عربی و فارسی میں انکی تصنیفات و تالیفات مشہور ہیں انکی بی بیلیں کی حیثیت سے
بیان درس بھی جاری تھا بہت سے طلباء پڑھنے آتے تھے پرائی و منشی تھے۔ اور متعدد عہد
کے لوگوں میں تھے دربار میں جامہ اور کھڑکی دار پگڑی پہنکر تھے۔ انکا بیکاری۔ ڈیوٹی
تھے نہایت حلیم و خلیق اور اسی شہر کے باشندے تھے انکا
محلہ نواب پور میں ہنوز موجود ہے جس میں انکے ورثا رہتے ہیں انکا
باغ کا بڑا شوق تھا شہر کے باہر دو عمدہ باغ اور مکانات بنوائے
تھے جس میں اکثر رہا کرتے تھے انکے لڑکے بابو برج ناتھ بھی فوجدار
کے محرم تھے فارسی میں اچھی استعداد تھی۔ اسوقت نیشن لیکر خانہ نشین
ہیں کچھ معاش بھی ہے خوش حال ہیں۔

منشی جگنا تھے

مسٹر کے جی گپتا
ممبر انڈیا کونسل

آنرل مسٹر کے جی گپتا سی۔ ایس۔ آئی۔ مسٹر کرشنا گوبند
نراجن گنج سب ڈویژن کے ایک کانٹون بھاٹ پاڑا نامی مین پیدا
ہوئے تھے۔ انکے والد کالی نرائن گپتا ایک زمیندار تھے۔ اوائل عمر میں
گپتا مین سنگھ ضلع اسکول مین تعلیم پاتے رہے۔ پھر ڈھاکہ آکر اور
پور اسکول مین نام لکھایا۔ اور سٹہ اع مین امتحان انیسٹریس میں کیا
اس کی سٹہ اع مین ڈھاکہ کالج سے اے۔ اے۔ کا امتحان پاس
ہوا اور مبلغ پچیس روپیہ کا وظیفہ حاصل کیا۔ اسی کالج میں م
ضیفہ بی۔ اے کا کورس پڑھا۔ سٹہ اع مین انگلستان گئے سٹہ
سول سروس کا امتحان پاس کیا۔ اور سٹہ اع مین ہندوستان
پس آئے۔ ایک سیولین کی حیثیت سے تین ماہ ۳ سال مختلف
مہینوں میں انجام دیتے رہے۔ اور متعدد عہدوں پر ممتاز رہے۔
اس کام ضلع کمشنر آبکاری۔ ڈیویژنل کمشنر۔ ممبر بورڈ
ممبر یونیورسٹی اور ممتاز عہدوں کی انجام دہی میں اپنے کو
ایک کامیاب مدبر ہی نہیں ثابت کیا بلکہ ایک ہر دلعزیز اور نیک
ہونے کا فخر بھی حاصل کیا۔ بحیثیت ممبری انڈیا کونسل (جیسا کہ
لارڈ رولز نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا ہے) آپ نے وزیر اعظم کو نہایت
فی اور بے بہا امداد دی ہے۔ برہمن سماج کے ایک ممبر ہونے

کے حیثیت سے آپ نے ملک کی تمدنی و معاشرتی اور مذہبی ترقی میں وکالت شروع کی۔ بہت کچھ معاونت فرمائی ہے۔ تعلیم نسوان کے متعلق آپ کی سرگزراں عہدہ ڈپٹی مجسٹریٹ محتاج بیان نہیں۔ بحیثیت پریسڈنٹ انجمن تعمیر برہموگرل اسکول ہنسلی ہوکر ہائی کورٹ واقع شہر کلکتہ میں آپ نے جو سرگرمی اور کوشش فرمائی اوسے وکالت کرنے لگے نتیجہ تھا کہ ایک وسیع قطع اراضی پر درس گاہ مذکورہ کی موجودہ جد استقلال نے اونکو عمارت کے تعمیر کے لئے کافی سرمایہ پبلک چندہ اور گورنمنٹ کے عہدہ جی کی صورت میں جمع ہو گیا۔ جناب موصوف کا قیام فی الحال اسلٹنڈن میں ہے۔ جہاں آپ صاحب وزیر ہند بالقابہ کو اکثر اور ضروری اور اہم معاملات ملکی اور سیاسی میں اپنے پیش بہا اور گرفتار دن سے مدد دیتے رہتے ہیں۔

سر چندر مادھب گھوش

سر چندر مادھب گھوش۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سابق جج جسٹس ہائی کورٹ کلکتہ۔ آپ کی پیدائش ۱۸۳۷ء میں بمقام سولہ گھر پر بکرم پور میں ہوئی۔ آپ ایک معزز اور نامی ڈپٹی مجسٹریٹ رائے دُرگاپر شاد گھوس کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ نے انٹرنس اُس سال کیا جس سال ہندو کالج پریسڈنسی کالج کے نام سے نامزد ہوا۔ اسی سال قانون پڑھنا شروع کیا۔ اور آپ پروفیسر بیرسٹر میٹ شاگرد رشید تھے۔ آپ نے ۱۸۶۷ء میں امتحان قانون کا پاس کیا

اور ضلع بردوان میں وکالت شروع کی۔ بعد چند ماہ کے سرکاری کیس
 ہوئے۔ بعد ازان لکھنؤ ڈپٹی مجسٹریٹ سرفراز ہوئے اور بعد
 اس سے مستعفی ہو کر ہائی کورٹ میں جو اس وقت صدر دیوانہ
 کے نام سے نامزد تھا۔ وکالت کرنے لگے۔ صاحب ممدوح کے
 وقت۔ دیانت اور استقلال نے ان کو اس قدر پایہ رفعت اور عروج
 پہنچایا کہ آپ کو گورنمنٹ نے عمدہ ججی ہائیکورٹ پر مقرر کیا اور
 اس کے لیے آپ چیف جسٹس بھی رہے۔ اور بھٹیاب (سرفراز)
 آپ نے اپنے قریہ میں ایک خیراتی ہسپتال قائم کیا ہے۔
 آپ نیشن لیکر کلکتہ میں اقامت پذیر ہیں۔

جسٹس لال
 موہن داس

آزمل جسٹس لال موہن داس۔ جج ہائیکورٹ کلکتہ۔ مسٹر لال موہن
 اپنے موروثی مکان واقع شہر ڈھاکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے
 نام سورج موہن داس تھا۔ جو بالوادیہ چندر داس کے صاحبزادے
 بالوادیہ چندر داس نواب ناظم مرشد آباد کے دربار میں ملازم
 تھے۔ جہاں آپ کا سید اعجاز و احترام کیا جاتا تھا۔ انٹرنس کا امتحان لکھا
 اور مرشد آباد سے پاس کرنے کے بعد بالوادیہ موہن داس پریسبی
 کلکتہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں بی۔ اے۔ کا امتحان پاس
 اور اس کے بعد ایک سو پچاس کا بردوان اسکالرشپ حاصل کیا۔ دوسرے

فلسفہ میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں اُن کا نام فہرست
 وکلاء ہائیکورٹ میں درج کیا گیا۔ ابتداً کچھ ایسی زیادہ کامیابی نہیں
 ہوئی۔ مگر رفتہ رفتہ اپنے استقلال اور قانونی مصروفیت کی مدد سے
 ایسی کچھ ترقی کی کہ اس صوبہ بنگالہ کے سب سے بڑے سربراہ اور
 مقنن یعنی (قانون دان) مانے جانے لگے۔ ۱۹۲۹ء میں یگور لائیٹ
 کا عہدہ آپ کو تفویض ہوا۔ کچھ دنوں ہائیکورٹ کے سرکاری وکیل
 مگر اس عہدے سے جلد ہی مستعفی ہو گئے۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں
 تقرر ہائیکورٹ کی ججی کے معزز عہدہ پر ہوا۔ اس مبارک تقرر پر
 مسرت و اطمینان کرنے کے لیے عمائد و رؤسائے ڈھاکہ کا ایک شا
 جلسہ نار تھ بروک ہال میں منعقد ہوا۔ آپ آجکل اپنے اہل
 کے ساتھ کالمکتہ میں مقیم ہیں۔

و دیاسا گراہی کالی
 پرشنا گھوش بہادر

و دیاسا گراہی کالی پرشنا گھوش بہادر سی۔ آئی۔
 راہ کالی پرشنا گھوش ۱۲۵۸ بنگلہ میں موضع بہار پر
 بکرم پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد بابو شیب ناتھ گھو
 ولد بابو پران کرشن گھوش ساکن جسور تھے۔ آپ کے جد بزرگوار
 پران کرشن گھوش نے جس کی اقامت ترک کر کے مقام بکرم
 سکونت اختیار کی۔ آپ کے دو بھائی ہیں ایک مکتب تھام

بنین برس کے سن میں داخل ہوئے۔ پانچ برس کے سن میں پوری
 ان ازبر کر لی۔ اسکے بعد ڈھاکہ چلے آئے۔ اور ڈھاکہ کالج میں
 سکول میں داخل ہوئے۔ جہاں انٹرنس کلاس تک تعلیم حاصل کی
 گئی۔ انٹرنس کا امتحان بھی نہیں پاس کیا۔ مگر با این ہمہ بڑے سے بڑے
 علم و ادب میں نہایت اعلیٰ اور فصیح انگلش میں تقریر فرماتے ہیں اور
 حقیقت مشرقی بنگال کے ایک بڑے اور متمم باشندان مقرر سمجھے
 جاتے ہیں۔ پہلے آپ انگریزی ہی میں لکچر دیا کرتے تھے۔ مگر اب کی
 تمام مکتبہ کے دوران میں مسٹرنیٹل نے آپ کو صلاح دی کہ آپ
 اپنے ادبی زبان میں تقریر فرمایا کریں۔ جب سے آپ علی العموم
 لکھ زبان میں لکچر دیا کرتے ہیں۔ اپنے زمانہ طالب علمی میں
 آپ نے زبان سنسکرت میں بڑی اعلیٰ مہارت پیدا کی۔ آپ کی
 شاہد داری بنگلہ زبان میں اعلیٰ انشا پر دازی کا بہترین نمونہ
 کہی جاتی ہے۔ آپ کا سن اسوقت ۷۷ سال کا ہے مگر آج تک
 آپ کے قلم کی روانی نہیں رُکی ہے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف
 ہیں۔ بنگلہ اون کے ناری جاتی بیشک پرستاب ہندو پلرٹ وغیرہ
 کتابیں آپ کے طراوش قلم کے نتیجے ہیں۔

مانگ گنج بڈوزین مین پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام گوگل چندر
 گوگل منشی۔ ساکن موضع دسرا۔ پرگنہ مانگ گنج مین تھا۔ آپ نے
 مغل اسکول سے انٹرنس پاس کیا۔ اور جو نیر اسکا لرشپ پایا۔ اس کے
 بعد کالج مین داخل ہوئے۔ اور اسی کالج سے امتحان بی۔ اے۔
 ٹریک ہوئے۔ مگر بد قسمتی سے ناکامیاب رہے۔ کالج ترک کر کے
 کالجسٹ اسکول کے ٹیچروں کے زمرے مین داخل ہوئے ایک
 سال نادرل اسکول کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ اسی عہدہ سے ترقی کر کے
 جسٹ انسپکٹر۔ پھر جاسٹ انسپکٹر۔ بعدہ انسپکٹر آف اسکول مشرقی
 ہوئے۔ انسپکٹری اسکول کے دوران مین گورنمنٹ کی اجازت
 پر دونوں مہاراجہ تپیر کے وزیر رہے۔ لیکن تھوڑی ہی دن کے
 بعد پہلے عہدہ پر لوٹ آئے۔ آپ نے تین درسی کتابیں لکھی ہیں۔
 اداوان پر نالی۔ مانوشک گونونا۔ بونگو دیش اواشا سیر سکھیتہ سیرن
 رانہ مین آپ برہم ہو گئے۔ اور برہم سماجی مندر کے تعمیر میں
 سرگرمی اور کوشش فرمائی۔ لیکن اپنے زندگی کے آخری ایام مین
 عہدہ سے تائب ہو گئے۔ اپنے علم موسیقی مین ایک کتاب لاجواب
 ہے اپنا نیدھان کا ترجمہ کیا ہے۔ اور ہمیشہ نئی نئی چیزوں کے
 کوشش کرتے تھے۔ آپ نے ۹۸۸ مین وفات پائی۔

مستر لال موہن گھوش

مستر لال موہن گھوش مسٹر من موہن گھوش کے چھوٹے بھائی

آپ ۱۹۰۵ء میں انگلینڈ گئے۔ قانون کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔

بعد چند سال واپس آنے کے آپ محکمہ اس امر کے ہوئے کہ ہندوستان

میں سول سروس کا امتحان ہو اور اسکو تحریک کرنے کے لئے بام

برٹش انڈیا سوسیشن آپ بارتھانی انگلینڈ تشریف لے گئے اور اس

تقریریں کیں جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ اسٹیوٹیری سول سروس ہندوستان

ہونے لگا اور دایسرای ہند لارڈز پرین کے زمانہ میں یہ احکام بذریعہ

البرٹ بل کے جاری کیا کہ ہندوستانی جج بھی بطور انگلش جج

مقامات انگریزوں کے فیصلہ کیا کریں اسپرانگریزوں نے

زور و زور سے مخالفت کی۔ اب پھر یہ سہ بارہ یعنی تیسری

انگلینڈ گئے اور یہ کوشش کی کہ ممبر پارلیمنٹ کے ہون مگر ناکام

رہے۔ آپ نے ماسٹر مد ہوشون کی میٹنگز تاہم بدنامی مشہور کی تاکہ قائم ہے انکے یہ

کا بزبان انگریزی ترجمہ کیا ہے ۱۹۰۵ء کے عظیم الشان قومی

میں آپ صدر انجمن رہے۔ ۱۹۰۵ء میں آپ نے انتقال کیا۔

سے بالوبرج موہن راہ

سے رانا سویت مالک ہیں

سے کوئن مٹراس شہر کے

سے راجگان کے قرابت

اس سے رہتے تھے قد

ہندو زمینداران

پرگنہ بکرم پور میں سری نگر کو بابوان قدیم زمیندار ہیں اور اچھی آمدنی
 زمینداری ہے دادو و ہیش مسافر پروری اور غربانوازی انکے بزرگوں کو
 دیتے پر ہوز جاری ہے بڑے رعب و داب کے زمیندار ہیں حکام
 ان کے یہاں بھی قدر و منزلت ہے تھانہ سری نگر کے علاقے میں ان کی
 زمینداری ہے۔

بابو برج موہن راے سمہار کے متعلق روائیل کے خاندانی
 زمیندار اور قوم کے برہمن تھے روائیل میں انکا بڑا عالی شان پختہ
 مکان ہے جو راج باڑی کے نام سے مشہور ہے اور بڑا
 باغ اور باغ کے ساتھ قائم ہے انکے یہاں بھی مسافر نوازی اور غربا
 نوازی سابق سے جاری ہے اور اچھی آمدنی کی زمینداری اور
 بڑے سامان ہے بابو برج موہن راے اور سر بوموہن راے
 دونوں بھائی کے ورثا اس وقت مالک ہیں۔

بابو نبی لوچن مترا اس شہر کے باشندے ہندو زمیندار اور
 بھو کیلاس کے راجگان کے قرابت دار تھے اور بڑی شان و شوکت
 کے ساتھ امیرانہ طور سے رہتے تھے قدیم نواب صاحبان ڈھاکہ کے یہاں

بابو نبی لوچن
 مترا

بڑی عزت و توقیر تھی حکام وقت بھی قدر کرتے تھے انکا مکان محلہ
مین ہنوز موجود ہے جس میں انکے ورثہ رہتے ہیں اور زمینداری بھی اُن
آدمی کی ہے سب خوشحال ہیں محلہ پھولپڑیا میں بہت سی زمین انکی
جس میں رعایا بسے ہوئے ہیں۔

پہلوانان ڈھاکہ

صوبہ داری عہد میں مرزا منٹا بڑے شہزور قوی مہیکل اور خوں
جوان تھے کہتے ہیں کہ وہ ہر روز دس سیر پلاؤ ایک وقت میں نوشجا
کرتے اور کاٹھ کی چوکی پر بیٹھ سکتے تھے انکے جسم کے بوجہ سے
چوکی دب جاتی تھی پتھر کی چوکی پر بیٹھتے تھے دریا میں تیرنے کی ہمت
مہارت تھی کہ بوڑھی گنگاندی کو آب سانی تیر کر پار ہو جاتے اور
پھر تیر کر واپس آتے مرزا منٹا نواب ابراہیم خان فتح جنگ کے وقت
میں تھے نقل ہے کہ ایک روز نواب ابراہیم خان شہر کے محاذ
بوڑھی گنگاندی کے دکھن پار مقام جزیرہ کے بالا خانہ پر جو لپ د
تھا اپنے اجباب کے ساتھ بیٹھے تھے مرزا منٹا بھی اُس مجلس میں جا
تھے اتفاقاً ایک بہت بڑا مگر عین نواب صاحب کے بالا خانہ کے نیچے
پانی پر نمودار ہوا۔ اہل مجلس نے دیکھ کر مذاق مرزا منٹا سے کہا کہ اگر

دیکھتے ہو انھوں نے کہا بان دیکھئے کیا کرتا ہوں یہ کہہ کر ہاتھ میں ایک
 خنجر لیکر بالاخانہ سے دریائین کو دپڑے گرتے ہی وہ مگر انکو نگل گیا
 سب کو نہایت تاسف ہوا کہ اس شخص نے محض احتلاط کی بات پر اپنی
 جان دیدی۔ مگر انکو نگل کرتے اب ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد کچھ دور سے
 مرزا متا تیرتے ہوئے دریائین نظر آئے لوگ متحیر دیکھتے تھے کہ اتنومین
 وہ مگر بھی پانی پر نظر آیا۔ مرزا متا تیر کر اس مکان پر آئے اور کہنے لگے کہ
 مگر کام تمام کر دیا کشتی دوڑا کر اسے اٹھوا منگو ایسے اسی وقت کشتی
 آئی اور مگر کو باندھ کر لے آئے خشکی پر اٹھا کر دیکھا کہ اسکا شکم چاک ہے
 مرزا متا نے بیان کیا کہ جو وقت مگر نے مجھے نگل لیا اُسکے شکم میں جاتی ہی
 جھکو سخت گرمی معلوم ہوئی اور اُلٹی سانسین لینے لگا بہ شکل اپنے
 سب بے حال کر خنجر سے اسکا شکم چاک کر کے نکل آیا اور پانی پر آکر سانس
 لیا۔ اللہ رب شہزوری در عالی عہتی پہلوانی اسیکو کہتے ہیں انکا ذکر
 اس بہرہ میں آگے بھی ہوا ہے۔ امیر شخص تھے۔ ایک ہاتھی دانستے کے
 نڈے کو دونوں ہاتھوں سے دبا کر توڑا تھا جس ہوانکے تمام بدن کے
 رگوں سے خون جاری ہوا اور مر گئے۔

موجودہ پہلوانوں میں رگھوناتھ سکھیری بھی اپنے وقت کا بڑا
 پہلوان اور تیار شخص تھا سب اسکو رگھویر کہتے تھے ہندوستان کے

اکثر صوبے کے بڑے پہلوان ڈھا کے مین آکر اس سے کشتی
 مگر سب زیر ہوئے اسکو خدا دوزور تھا اور فن کشتی میں بھی اچھی
 تھی اسکا شاگرد ڈومن خلیفہ جسے ہنومان سنگھ ایک سپر مارڈیٹر سب اس
 پہلوان کو جو ہزار جوان کا سردار تھا کشتی میں بچھاڑا تھا۔ ڈومن کو انعام دیا۔
 قد و قامت میں نہایت پست اور منہنی شخص تھا وہ جسوقت ہنومان سے ملتا تھا
 کے مقابل میں آیا تو اُسکے سینے کے برابر بھی نہ تھا مگر اپنے کرتب
 اُسے زیر کیا۔ حال یہ تھا کہ دو گھنٹے کے پیرے میں بھی ہنومان
 اسکو پکڑ نہیں سکا جب پکڑنا چاہتا بھی اسکے پہلو سے کبھی ٹانگے
 نیچے سے نکل جاتا اور کبھی اسکے شانوں پر سے اُچک کر پیچھے چلا آتا صاحب
 انگریز جو باہن میں تھے شور کرتے تھے کہ جلدی کرو ہنومان سنگھ
 ہو کر کتنا تھا صاحب کس بندر سے لڑواتے ہیں یہ تو ہاتھ ہی نہیں
 جب دو گھنٹے گزرے اور ہنومان سنگھ کا دم بھر آیا اور بانپنے لگا
 ڈومن خلیفہ خود گرفت میں ہنومان سنگھ کے آگیا اور ہنومان سنگھ نے
 پکڑتے ہی سر پٹھا لیا چاہتا تھا کہ زمین پر پٹکے اتنے میں وہ اُسکی گردن
 بیٹھ گیا اور دونوں پیرے اُسکے گلے میں ایسا گل بھنس لگایا کہ جس
 ہنومان سنگھ کا دم گھٹنے لگا اور زبان نکل پڑی سر گھوم گیا بیخود
 زمین پر گر پڑا۔ گرتے ہی ڈومن خلیفہ اسکے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ کشتی مار

میں ہوا شہر کے پہلوانوں نے اسکو کندھے پر اٹھالیا اور وہ مارا کی
 دھمکے کرتے ہوئے اکھاڑے سے نکل آئے یہ کشتی پلٹن میں ہوئی
 اس صاحبان انگریز اور عمائد شہر سب اس دنگل میں موجود تھے سب نے
 اس تعریف کی اور بہت کچھ انعام دیا۔

اس شہر میں اور بھی بہت سے نامی پہلوان تھے حسنو خلیفہ جسکا
 والد متصل حسینی دالان کے نامور اکھاڑا تھا سیکڑون پہلوان شاگرد
 تھے رجبی خلیفہ۔ فتی۔ و خیراتی۔ بھاگرت ٹھاکر۔ سانو خلیفہ۔ یہ لوگ
 حسینی دالان اور اردو اور چوک کے اطراف میں مشہور پہلوان تھے
 ان کے پورب کی سمت ڈوسن خلیفہ کا شاگرد امیر الدین پہلوان ٹھو
 پل۔ امیر خان وغیرہ نامی پہلوان تھے امیر خان کا شاگرد عمر پہلوان۔
 تیار اور قوی ہیکل شخص تھا جس نے مرزا نامی ایک پنجابی پہلوان
 کو مین زیر کیا تھا سابق میں لوگوں کو کشتی اور شہروری کا بڑا شوق
 تھا ہر محلے میں دو ایک اکھاڑ تھے جس میں لوگ ڈنڈ کشتی کیا کرتے اور
 اس لوگ اپنے مکان میں ورزش کرتے تھے۔

نامی کلاونت ڈھاکہ

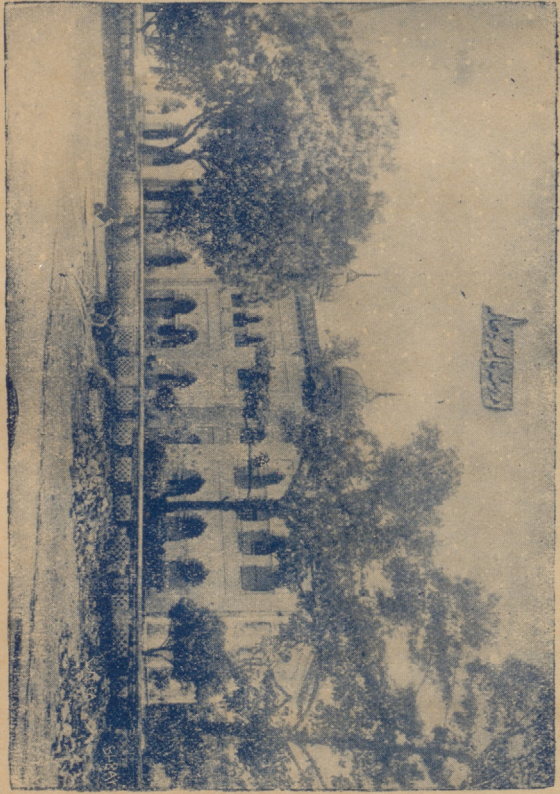
اس شہر کے نامی کلاوتوں میں امام بخش و رحیم بخش دو بھائی

جو دہلی سے آئے ہوئے تھے بڑے نامی تھے امام بخش خیال و
 کانامی استاد تھا رحیم بخش پٹا گانے میں بڑا شاق اور نہایت خوش
 آواز تھا اور فن موسیقی میں دونوں کامل تھے اس وقت امرائے
 نواب صاحب کو گانا سننے کا نہایت شوق تھا انکی بہت قدر کرتے۔
 ان دونوں نے اسی شہر میں زندگی بسر کی امام بخش کا شاگرد مٹھ
 خیال اور دھرتی کا بڑا استاد اور نامی شخص تھا اسکے زمانے میں
 گوالیار۔ اور پنجاب۔ وغیرہ کے اکثر استاد گویئے یہاں آئے اور سہ
 اسکو استاد مانا وہ اپنے وقت کا تالیسین مشہور تھا۔ اکثر مرشد آباد
 جاتا تھا وہاں بھی اسکی بڑی قدر تھی۔ نواب پور کے ہندو تاتو
 میں اور اکرام پور کے ٹھاکروں میں بھی اکثر اس فن کے بڑے بڑے
 استاد تھے پٹا گانے میں رحیم بخش کا شاگرد میان حبیب نہایت خوش
 آواز اور اچھے استاد تھے انکے گانے میں یہ اثر تھا کہ اکثر سمجھنے و
 سمجھو ہو جاتے تھے گویا نامی ایک شخص ہندو بھی پٹا گانے میں
 استاد اور خوش آواز تھا یہ دونوں اس شہر میں تالیسین اور سچو
 مشہور تھے میان حبیب نے کلکتہ میں بھی بڑا نام کیا وہاں بھی آ
 بڑی قدر سہوئی اخیر عمر میں حج اور زیارت حرمین و شریفین سے
 انتقال کیا۔ پیشتر اسودگی کا زمانہ تھا ہر کوچہ و بازار میں گانے بجا

میرفت اپنے کاموں
پہچھے گئے ہوتے
نکاحا سوانگ
پراسیقہ رکھتے ہیں

مدارس

ملاورنگالہ سرچار
ہم کے واسطے
مدرسہ کے مولوی
فارسی انگریزی
ملاورنگالہ سرچار
مدرسہ کے مولوی
فارسی انگریزی
ملاورنگالہ سرچار
مدرسہ کے مولوی
فارسی انگریزی



راپ چا تھا لوگ بعد فراغت اپنے کاموں کے دو چار گھڑی اسکا بھی شغل
رتے تھے اور اچھے اچھے گوئے ہوتے تھے۔ اسوقت بھی شہر کے عام
دولت مند و مسلمان گانا بجانا سوانگ جاترا ہونی گانا اور مرثیہ خوانی وغیرہ
میں مشہور ہیں اور اچھا سلیقہ رکھتے ہیں۔

مدرسہ ڈھاکہ

لفٹنٹ گورنر بنگالہ سر جارج کیمل صاحب کی توجہ سے
مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے ۱۸۸۷ء میں مدرسہ ڈھاکہ کا جاری ہوا
اور پہلے پرنسپل مدرسہ کے مولوی عبید اللہ عبیدی مقرر ہو کر آئے
اس مدرسے میں عربی فارسی انگریزی اردو اور بنگالہ کی تعلیم ہوتی ہوگی
بلکہ مسلمان ہیں اور کوئی قوم نہیں ہے۔

مولوی عبید اللہ
عبیدی

مولوی عبید اللہ عبیدی پرنسپل پور صوبہ بڑیسہ کے باشندے
اور شریف خاندان کے تھے وہ پہلے ہوگلی کالج میں عربی کے پروفیسر تھے
۱۸۸۷ء میں مدرسہ ڈھاکہ کے پرنسپل مقرر ہو کر آئے عربی اور فارسی
میں اعلیٰ درجے کی قابلیت اور انگریزی کی بھی اچھی لیاقت تھی سنسکرت
اور بنگالہ و عربی زبان بھی جانتے تھے فارسی اور اردو کے بڑے ادیب
اور مکتبہ شاعر تھے فارسی اور اردو میں ان کے دیوان موجود ہیں اور انکی تصنیفات

سے عربی و فارسی کی کتابیں اکثر مدرسہ کے نصاب میں داخل ہیں جن میں بردوان کے مدرسہ ڈھاکہ کے عہد پر پیرنٹنڈنٹی میں گیارہ سال رہے نہایت خلیق اور نیک تھے۔
 مخیر مزاج تھے ہر شخص سے محسن سلوک اور بہ تواضع پیش آتے تھے اور آئے۔ عربی و فارسی
 عمائد شہر اور نواب سر عبدالغنی بہادر کے یہاں بڑی قدر تھے حاکمان وقت کے علم و طبع اور خوش مزاج
 بہت عزت کرتے تھے چونکہ خیر انکا ڈھاکہ کے ہی میں تھا۔ شہر کے ہی میں تھا۔ شہر کے ہی میں تھا۔
 کو انتقال ہوا اور لعل باغ کی شاہی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے۔
 مولوی عبدالسلام صاحب خاندانی فاضل ہیں انکے والد کا نام ڈھاکہ کے پیرنٹنڈنٹی
 بڑے عالم اور صاحب باطن تھے مفتی محمد مراد جو بکا نام ہندوستان کے عربی و فارسی میں ان
 بنگالے میں اظہر من الشمس ہے آپ کے بزرگوں میں تھے وطن ان خوش مزاج اور خوش
 ضلع فرید پور ہے عربی و فارسی کی لیاقت اور فقہ و اصول حدیث و تفسیر کے بڑے قدر کرتے
 وغیرہ علوم میں بڑے فاضل اور عالم باعمل ہیں وہ پہلے ڈھاکہ کالج کے پرنسپل اسکول کی اچھی
 عربی و فارسی کے پروفیسر تھے شہر میں مدرسہ ڈھاکہ کے مدرس تھے ان کا مکان بنا اور
 مقرر ہوئے اور تا ایام پیش اس عہدے پر رہے اس وقت پشپن لیس
 زاویہ نشین ہیں اور اسی شہر میں رہتے ہیں آپ نے حج اور زیارت
 حرمین شریفین بھی کی ہے نہایت خلیق اور مخیر مزاج دوست نوا
 اور مرجع خاص و عام ہیں عمائد شہر اور نواب صاحبان ڈھاکہ انکی
 اور بڑی قدر کرتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے بھی ماشاء اللہ سب لائق اور سعید ہیں

مولوی عبدالسلام

مولوی تصدق حسین

مولوی تصدق حسین بردوان کے باشندے اور شریف زادے تھے پہلے مدرسہ ہوگلی کے مدرس تھے ۱۸۷۴ء عین مدرسہ ڈھاکہ کے دوم مدرس مقرر ہو کر آئے۔ عربی و فارسی کی اچھی لیاقت تھی اور اچھے فاضل نہایت سلیم الطبع اور خوش مزاج تھے عمائد شہر انکی بھی بڑی قدر کرتے تھے چونکہ خمیر انکا بھی ڈھاکہ کا تھا یہیں انتقال کیا۔

مولوی ابو الخیر
محمد صدیق

بعد انتقال مولوی عبید اللہ عبیدی کے مولوی ابو الخیر محمد صدیق ام۔ اے۔ ۱۸۸۷ء عین مدرسہ ڈھاکہ کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہو کر آئے یہ بھی پہلے ہوگلی کالج کے عربی پروفیسر تھے عربی و فارسی میں ام۔ اے۔ اور انگریزی کی اچھی لیاقت تھی نہایت حلیم خوش مزاج اور خوش وضع تھے عمائد شہر اور نواب سراج حسن اللہ بہادر انکی بہت قدر کرتے تھے انکے وقت میں مدرسہ ڈھاکہ کا انگریزی بہرہ یعنی اسکول کی اچھی ترقی ہوئی کلاس بڑھے جبکہ واسطے مدرسہ کی اتر جانب نیا مکان بنا اور عربی جماعتوں میں تغیر و تبدل ہوا مولوی ابو الخیر قریب پندرہ برس مدرسہ ڈھاکہ کے سپرنٹنڈنٹ رہ کر پہلے انسپکٹری عہدے پر ترقی پائی بعد ازاں کلکتہ پریسڈنسی کالج کے عربی پروفیسر ہوئے اسی عہدے پر چند روز رہ کر فوت ہوئے۔

مولوی عبدالکریم

مولوی عبدالمنعم

بعد مولوی ابو الخیر کے چند روز مولوی عبدالکریم مدرسہ ڈھاکہ کے سپرنٹنڈنٹ رہ کر اپنے عہدہ انسپکٹری پر چلے گئے اور مدرسہ چانگام کو سپرنٹنڈنٹ مولوی عبدالمنعم صاحب

۱۹۹۹ء میں مدرسہ ڈھاکہ کے پرنسپل مقرر ہو کر آئے آپ ضلع سلہٹ کے مشہور
خاندان سے ہیں عربی کو بڑے ادیب اور شاعر بھی ہیں اور جمیع علوم میں اچھی قلم
اور فارسی انگریزی کی بھی عمدہ لیاقت رکھتے ہیں اور نہایت خوش رو خوشنوا و
ہیں ان کے وقت میں بھی مدرسہ کی بہت ترقی ہوئی اور اسکے متصل ڈفرن مسلم ہوسٹل
بنا ڈالی گئی۔ سنگ ساس ہرجان اوڈرن صاحب لفٹ گورنر بہادر نے
جولائی ۱۹۷۷ء میں اپنی ہاتھ سیر کھا۔ اور بڑا جلسہ ہوا۔ عہدید شہر اور نواب صاحب
سب ان سے خوش تھے اور قدر کرتے تھے۔ ۲۹۔ اگست ۱۹۷۵ء کو ہو گئی کالج کو پروفیسر
اور عمل العلماء ابو نصر محمد واحد انکی جگہ پرنسپل مقرر ہوئے آپ بہت بڑی سیاح ہیں اور
ہندوستان کو بہت سی جگہوں کی سیڑ کی ہے آپ کا وطن سلہٹ ہے عربی میں بہت بڑی ادیب

بہرہ بست و شہم ذکر نواب صاحبان ڈھاکہ

خواجہ حفیظ المعروف بہ مولوی حفیظ اللہ خاندان نواب
صاحبان ڈھاکہ کے پہلے شخص تھے جنھوں نے زمانہ نائب نظام
نواب نصرت جنگ بہادر کے بذریعہ تجارت کشمیر سے تشریف لا کر شہر ڈھ
میں سکونت اختیار کی تھی انکو علوم دینیہ میں اچھی قابلیت تھی
طریقہ پیری مریدی کا بھی جاری تھا۔ اور اس شہر کے اکثر لوگ آ
مرید بھی ہوئے تھے۔ انکے آبا و اجداد کشمیر میں علوم دینی اور دنیوی

خواجہ حفیظ

میں اور وائی کشمیر کے یہاں
 بیٹا سعد نے اس شہر میں
 میں اور ضلع میں سنگہ میں پر
 میں خرید کر کے امیرانہ طور پر
 کے بیٹے خواجہ عبدالغفور اپنے
 کے دریا کے تفریق میں ہے
 کے لئے بڑے بھائی خواجہ
 میں تھے اپنے ایک لڑکے
 کے لئے لکھنؤ کو ہجرت کر گئے تھے
 کے اپنے چچا کے پاس رہ کر تھے
 میں دولت فراہم کر کے ضلع
 کے اور بھی بہت سی کائنات
 میں فرانسیس کی کوٹھی خیر
 میں سے بھی انکو قدر و
 میں امیر و کبیر اور رئیس عظم
 میں انکی زمینداری غریبا و
 میں سے سیکڑوں بندگا



نواب سر خواجہ عبدالغنی بہادر کی سی سی سی

Santi Press, Dacca.

بڑی بڑی فضیلتیں اور وائی کشمیر کے یہاں اعلیٰ درجے کے عزت
تھے۔ خواجہ حفیظ اللہ نے اس شہر میں تجارت کے ذریعہ سے بہت
مال حاصل کیا تھی اور ضلع ممین سنگھ میں پرگنہ اٹیہ اور ضلع تہرہ میں پرگنہ
کھا کی زمینداری خرید کر کے امیرانہ طور سے زندگی بسر کی۔ بعد انتقال
حفیظ اللہ کے انکے بیٹے خواجہ عبدالغفور اپنے والد کی املاک کے مالک
ہوئے اور انکے ورثہ کے تصرف میں ہے۔

خواجہ آکن اللہ

خواجہ حفیظ اللہ کے بڑے بھائی خواجہ احسن اللہ جو نہایت صوفی
اور عالم باعمل تھے اپنے ایک لڑکے خواجہ علیم اللہ کو اپنے بھائی
پاس چھوڑ کر مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے اور وہیں انکا انتقال ہوا
اور علیم اللہ نے اپنے چچا کے پاس رہ کر تجارت کے ذریعہ سے بہت
مال کما کر اور بڑی دولت فراہم کر کے ضلع باقر گنج میں بڑی زمینداری
لی۔ ماسوا اسکے اور بھی بہت سی کائنات حاصل کی۔ اور محلہ کھٹاڑولی
میں اسلام پور میں فرانسس کی کوٹھی خرید کر کے اس میں سکونت گزین
ہے اور سرکار کمپنی سے بھی انکو قدر و منزلت حاصل ہوئی اور اس
کے ایک بڑے امیر و کبیر اور رئیس اعظم ہو گئے۔ اور بڑے بڑے
پرگنہ پرگنہ اٹیہ کی زمینداری غریبا اور مساکین کے واسطے حبیب اللہ
نکرو دی جس سے سیکڑوں بندگان خدا پرورش پا رہے ہیں۔

۱۲۵۴ھ کا انتقال ۱۲۵۴ھ میں ہوا اور بریال کے مولوی محمد فاضل نے
انکی تاریخ لکھی ہے۔

تاریخ

مرگئے خواجہ علیم الدین میرزا دارا بہ داخلِ جنت ہو با شمت و تمکین شان
سال مرگ انکا کما فاضل نے سال عیسوی ۱۸۵۴ء وادیلا ہوا دھاکے کا ختم خواجگان
۱۲۵۴ھ

خواجہ علیم الدین کثیر الاولاد تھے انکے سب لڑکوں میں نواب عبدالغنی
بہادر نہایت زیرک اور دانشمند اور علم و حلم کی دولت سے بہرہ مند تھے
اسلئے خواجہ علیم الدین نے انھیں کو اپنا جانشین کر کے کل املاک انکے
قبضے میں دیکر مالک کیا اور دیگر اولاد کے واسطے تنخواہیں مقرر کیں نواب
سر عبدالغنی بہادر نے اپنی زیرکی اور دانشمندی سے اپنے خاندان
کی رسوخیت اور املاک کی بڑی ترقی کی اور سرکار قیصری میں بڑی عزت
پیدا کی۔ نوابی خطاب انکو اور انکے ورثا کو ہمیشہ کے واسطے حضورِ قیصر
سے عطا ہوا۔ اور انکو کے۔ سی۔ آئی۔ کا۔ خطاب ملا۔

نواب سر عبدالغنی بہادر کی داد و دہش عقل و دانش انظر من الشمس
ہے۔ ہند سے لیکر عرب۔ روم۔ شام اور یورپ تک انکی فیاضی اور
زیرکی کا شہرہ ہے۔ لاکھوں روپے کا رخیار اور امر حسانت میں صرف کئے

نواب خواجہ
عبدالغنی بہادر

ی پرائی سمجھدین مرمت
 ی پرائی کی کل جاری کرو
 ی پرائی کی مناسب - عرس
 ی پرائی کی بین ہووگان
 ی پرائی کی اور اکثر ملکوں کی قحط
 ی پرائی کی - وغیرہ وغیرہ بہت
 ی پرائی کی بین پرنس آف
 ی پرائی کی وایان ملک
 ی پرائی کی اور انعامات حاصل ہوو
 ی پرائی کی کونسل میں مجرب
 ی پرائی کی - نواب سر عبد
 ی پرائی کی ہوو جس ساری
 ی پرائی کی بہادر اپنی حین
 ی پرائی کی اپنا جانشین
 ی پرائی کی وانشمند
 ی پرائی کی ریاست کے کار
 ی پرائی کی بہت ترقی دی



نواب سر خواجہ احمد الہ آبادی - آئی - اسی

santi press, Dacca

وہاں کے کی بہت سی پرائی مسجدیں مرمت کرائیں۔ اور اپنے صرف سڑکوں کے
بن وائرڈ رک یعنی پانی کی کل جاری کروائی جسکے ذریعہ سے ہر خاص و عام
کو مالکس عمدہ و صاف پانی ملتا ہے۔ عرب میں نہر زبیدہ کی مرمت کو خرچ
بچا۔ روس ڈر کی کی لڑائی میں بیوہ گان اور تیمان سپاہ ترکی کے واسطے
مبلغ کثیر ارسال کئے اور اکثر ملکوں کی قحط سالی میں لاکھوں روپے سے
غلات و گان کی امداد کی۔ وغیرہ وغیرہ بہت سے کار خیر ان سے ہوئے۔

سٹیمر کلکتہ میں پرنس آف ویلیس کی تشریف آوری کے دربار
میں نواب عبدالغنی بہادر کی وایان ملک کے برابر توقیر کی گئی اور پرنس
سے خاص ملاقات اور انعامات حاصل ہوئے۔ اور "اسٹار آف انڈیا" کا
نصاب ملا اور گورنر جنرل کی کونسل میں ممبر مقرر ہوئے پھر نائٹ کا خطاب پایا۔ جو
جسے اعلیٰ درجے کا خطاب ہے۔ نواب سر عبدالغنی بہادر کا سابقہ اقبال سند اقتدار
کا زمین کوئی شخص پیدا نہیں ہوا جس سے ساری بنگال کی عزت افزائی ہوئی۔

نواب عبدالغنی بہادر اپنی حیات میں اپنے صاحبزادے
نواب احسن اللہ بہادر کو اپنا جانشین اور کل ملاک کا مالک کر گئے تھے۔
نواب احسن اللہ بہادر نہایت دانشمند، زیرک اور بہت حلیم اور سلیم الطبع
تھے۔ انھوں نے ریاست کے کاروبار کو بحسن و خوبی انجام دیا اور
معاشرہ ملکیت کو بھی بہت ترقی دی۔ اور ضلع ڈھاکہ میں پرگنہ گوہر پور

نواب احسن اللہ
بہادر

خرید کیا۔ اور شہر میں بڑی روشنی کا انتظام کیا۔ اور وہ بھی گورنر جنرل کو
 کونسل کے ممبر مقرر ہوئے۔ اور انکو اسٹار آف انڈیا اور نائیٹ کا خطاب
 ملا۔ اہل شہر کو ان سے بھی بہت فیض پہنچا اور ہر ایک ملک میں انکی فیض
 ہوئی۔ بریساں میں زنانہ ہسپتال انھیں کی وجہ سے جاری ہوا۔ وغیرہ
 بہت سے کار خیر ان سے ہوئے۔

بعد وفات نواب احسن الدین کے خلف الرشید نواب سلیم الدین
 بہادر اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ جو کہ اس وقت شمع خاندان اور
 ماہتاب بنگالہ ہیں۔ انکو بھی قیصر ہند کی تاج پوشی کے وقت دہلی کے
 دربار میں نواب بہادر کا خطاب ملا۔ اور وایان ملک کے شمار میں عرب
 افزائی ہوئی۔ یہ بھی نہایت زیرک اور امورات ریاست میں بغایت
 ہوشیار اور داد و دہش و غمخواری اہل شہر و دیار میں اپنے آبا و اجداد
 کے یادگار ہیں۔ الدین انکو اور انکے خاندان کے صاحبان ذی شان کو
 سلامت باکرامت رکھے۔ آئین کہ فخر ڈھاکہ بلکہ فخر بنگالہ ہیں۔ اس
 خاندان میں بڑے بڑے لائق اور باکمال شخص بھی ہوئے۔

خواجہ اسد الدین مرحوم فارسی میں بہت بڑے اعلیٰ درجے کے
 شاعر تھے اور کوکب تخلص تھا۔ خواجہ عبدالرحیم عرف پہچہ میان مغفور
 فارسی کے بڑے منشی تھے۔ اشعار اردو بھی کہتے تھے۔ جیسا تخلص تھا

نواب سلیم الدین
 بہادر

اردو کے اچھے شاعر
اردو اشعار عمدہ

ہست و نهم عمارات قد

و ضلع ڈھاکہ

اسلام خان کی مسجد

اسلام خان کے اسلام خان

اسلام خان کے نام سے اسلام پور

اسلام باقی نہیں صرف اسکی

اسلام میں اب تک قائم ہے

اسلام یہ ایک سہ گندی مسجد

اسلام کی وضع سے الگ

اسلام دن کی حفاظت میں

ہے۔

ہست و نهم عمارات قد

اسلام کی آبادی کے قبل

اس کے اوتر جانب منہ



Santi Press, Dacca.

یہ بدر جان مرحوم اردو کے اچھے شاعر تھے۔ اور شائقِ تخلص تھا۔
بدر الغفار مغفور بھی اردو اشعار عمدہ کہتے تھے۔ اختر تخلص تھا۔

بہرہ لبست و نہم عمارات قدیم شہر ڈھاکہ

ضلع ڈھاکہ

اسلام خان کی مسجد

شہر ڈھاکہ آباد کر کے اسلام خان نے جہان اپنے رہنے کا مکان
بنایا۔ وہ محلہ ہنوز اسی کے نام سے اسلام پور مشہور ہے اُس کے مکان
نشت کوئی نشان باقی نہیں صرف اسکی تعمیر کی ہوئی مسجد اسی محلہ
کا پہلا شائق جمعدار میں اب تک قائم ہے جسکو اس شہر کی پہلی آبادی
ایم کہتے ہیں یہ ایک سہ گنبدی مسجد سابق وضع کی بنی ہوئی ہے
اسے خانی مساجد کی وضع سے الگ ہے۔ کتابہ اسکا معلوم نہیں
موجود تھا لیا محلہ دارون کی حفاظت میں مسجد ہنوز آباد اور اذان
سلاۃ جاری ہے۔

بنیت بی بی کی مسجد

یہ مسجد شہر ڈھاکہ کی آبادی کے قبل زمانے کی تعمیر کی ہوئی ہے
اسکا زمانہ یہ میں پل کے اوترا جانب ہنوز قائم ہے ہر چند کہ یہ مسجد چھوٹی

اور ایک گنبدی ہے مگر بہت پرانی اور قدیم زمانے کی تعمیر ہے۔ جسے حاجی شاہ باز کی بیان پہلی سبستی چند مسلمانوں کی ہوئی تھی اور نصیر الدین محمود شاہ کی کا زمانہ اور دار السلطنت بن گالے کی گوڑ میں تھی اسوقت یہ مسجد ہوئی تھی۔ اس کے کتابے کی نقل یہ ہے۔

شد مزین بیا ننگ حتی فلاح
مسجد این غیب لیل صباح
مسماة بخت بنیت دختر مرحمت
سنہ ہجری

حیات بیوپاری کی مسجد

اُسی محلہ نراندیہ میں پل کے کھن طرن حیات بیوپاری نے مسجد سنہ ۱۲۶۲ء میں تعمیر کی تھی اور نراندیہ کا پل بھی اسی خواجہ شہباز ابن بیوپاری کا بنایا ہوا ہے اس مسجد کے چراغان کے واسطے اسوقت اور نفٹ بعرض اعظم کے صوبہ دار کی دی ہوئی جاگیر ایک سو بیگہ زمین اطراف مسجد میں نقل کل تالیخ این تھی جو متولیوں کی بددیانتی سے اسوقت صرف آٹھ دس بیگہ رہا اور حاجی خواجہ رنگئی ہے جسکی آمدنی سے مہنوز مسجد کی روشنی اور مرمت وغیرہ ہے اور پل کی مرمت اور حفاظت مینو نسلٹی کرتی ہے۔

حاجی شاہ باز کی مسجد اور مقبرہ

یہ مسجد شہر کے اتر اور رمنہ کے میدان کے دھن طرف واقع ہے
سنہ ۱۰۸۹ ہجری مطابق سنہ ۱۶۷۷ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ بانی اسکا حاجی شاہ باز
بودا کرتھا جسے عہد صوبہ داری میں شاہزادہ محمد اعظم کے یہ مسجد تعمیر کی
بہت بڑی ستہ گندی مسجد ہے جسکا طول ۶۸ فٹ اور عرض ۴۴ فٹ
دروازوں کی چوکھٹیں اور ممبر سگی ہیں۔ اور اس کے صحن میں پورب
حاجی شاہ باز کی قبر ہے جسپر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے طول
۲۶ فٹ ہے۔

نقل کتابہ مسجد

ساخت حاجی خواجہ شہباز ابن بنائے پاک را
آنکہ در رفعت بعرش اعظم ابناز آمدہ
برزبان عقل کل تایخ این بنیاد پاک
مسجد زیبا ز حاجی خواجہ شہباز آمدہ
سنہ ۱۰۸۹ ہجری

چوڑی ٹپے کی مسجد

یہ مسجد چوک کے پچھم طرف محلہ چوڑی ٹپے میں واقع ہے۔ یہ ایک چھت کی نہایت مستحکم مسجد ہے۔ طول ۳۰ فٹ عرض ۱۴ فٹ اندر پیمائش سے ہے۔ دیواریں ۵ فٹ چوڑی ہیں کتے ہیں کہ یہ مسجد ایک مندر تھا جو شاہ جہان بادشاہ صاحب قرآن کے عہد سلطنت میں کسی ہندو افسر نے تعمیر کیا تھا۔ سلطان شجاع نے جو اس وقت ہند کا صوبہ دار تھا اس مندر کے بتوں کو پھکا کر اسکی مسجد بنوائی چند ہونے کہ اس مسجد کے صحن کی مرمت کرتے وقت ایک پتھر نکلا جو کہ وہ باسودیو کی مورت بنی ہوئی ہے وہ پتھر اس وقت مسجد کے کونے پر کی طرف ٹرک کے قریب رکھا ہوا ہے۔

نقل کتابہ مسجد

قال الله تعالى انا يعرج مساجد الله من امن بالله واليوم الآخر وانا لله وانا اليه راجعون
والله اعلم
علاء الاسلام بن مسعود بنى الله تعالى له سبعين بيتا في الجنة بنى هذا اور تخت کا شاہ
فی عصر سلطان احمد الزمان ابو المظفر شهاب الدین صاحب قرآن الذی عدل ساجد اسکو اللہ اور

ساعت منہ بعمل الثقلین یوازی شاہجہان بادشاہ غازی
 میں نسبت سلطنت بنجالہ بولکلاء خلفۃ الرافع الوتۃ العادلۃ
 والشریعت والسلطنت القامع اساس البدعت منیر المسانہ
 والسریر شاہ محمد شجاع بہادر الراجی الی رحمۃ اللہ الصمد
 محمد بیگ غفرلہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ۔

ترجمہ

کہا اللہ تعالیٰ نے تحقیق سوائے اسکے نہیں بنے گین مسجدین السدی
 بنے ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قایم کیا نماز اور دیا زکوٰۃ اور
 نہیں ڈرا مگر اللہ کو پس امید ہے کہ وہ لوگ ہوئیں راہ پانے والوں سے
 اور فرمایا نبی علیہ السلام نے جسے بنائی مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ واسطے
 اسکے شتر مگر محنت میں۔ بنی یہ مسجد زمانہ میں سلطان وقت یعنی زمانہ
 کا ابو النضر شہاب الدین محمد صاحب قرآن جسکے ایک ساعت کا انصاف
 بن و انس کے عمل نیک کے برابر ہے شاہ جہان بادشاہ غازی بھین
 والی سلطنت بنگالہ وکلا کو اسکے فرزند کے جو بلند کرنے والا جھنڈا
 عدالت اور شریعت کا اور سلطان اکھاڑنے والا بنیاد بدعت کی نسبت
 دینے والا مسند اور تخت کا شاہ محمد شجاع بہادر بندہ امیدوار رحمت الہ
 شہر کا محمد بیگ بخشے اسکو اللہ اور والدین کو اسکے اور احسان کرے ان

دونوں پر اور اسپر

فارسی اشعار

یافت در عهد شاه زاده شجاع
خامہ اکنون کہ اوستاد قضا
از خرد سال این بن جستم
کاف کفر او ز کفر دور کنی

کفر ز اسلام ستقیم شکست
نقش این مسجد شریف بہت
گفت فی الفور ان خدا ہے بہت
می براید ز لفظ کفر شکست

شہ ۶۰

مسجد کوچہ ناسوالا محلہ گرد قلعہ

یہ مسجد بہت قدیم اور زمانہ سلطنت مغلیہ کے قبل کی بنی ہوئی ہے
بجلی کے گرنے سے اسکا گنبد ٹوٹ گیا تھا جسقدر باقی تھا وہ بھی ۱۹۰۷ء
کے زلزلہ میں بالکل شکست ہو گیا۔ صرف دیواریں باقی ہیں۔ یہ مسجد
۱۳۰۰ ہجری مطابق ۱۸۸۵ء میں سلطان ناصر الدین ابوالمظفر محمود
کے عہد سلطنت میں تعمیر ہوئی تھی۔ طول ۲۷ فٹ اور عرض ۱۶ فٹ
اندر کی پیمائش کے حساب سے ہے اور دیواریں ۴ فٹ چوڑی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا۔ استحكم هذا

الباب بنی ایام خلافت الخلیفۃ مستعان ناصر الدین والدین ابوالمنظر
 محمود شاہ السلطان خلد ملکہ سبحان۔ مخاطب بخطاب خواجہ جهان
 سالار عن وفات الرحمن فی الاقلید وجد مبارک باذن اللہ الی یوم النہ
 فی العشرین من شعبان سنۃ ثلث ستین وثمانمات من الهجرة النبوی صلی اللہ
 علیہ وآلہٖ وجمعین۔

ترجمہ

امام الدتعالی نے اور تحقیق مسجدین بین واسطی السد کے پس نہ بولوا
 ساتھ اللہ کے کیسکو مضبوط ہوا یہ دروازہ اور بنائی گئی ایام خلافت میں
 غیثہ مدد چاہنے والے کو مددگار دینا اور دین کا ابوالمنظر محمود شاہ سلطان
 ہمیشہ رکھے ملک اسکا سبحان۔ مخاطب ہے خطاب میں خواجہ جهان کے
 پاس اسکو آفتون سے رحمن۔ ملک میں جد مبارک کے حکم سے اللہ
 کے روز قیامت تک (تاریخ) بنیوین شعبان سنہ آٹھ سو ترستہ
 ہجری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وجمعین۔ ۶۳۳ھ۔ ۱۲۳۵ھ

نواب شالیتہ خان کی مسجد واقع بابو بازار
 لب دریا

اس مسجد اور بنیت بنائی کی مسجد کے کتابے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام خان کے شہرہ دار
 سامنے کے قبل بھی ایران مسلمانوں کی بستی تھی۔

امیر الامرا نواب شالیستہ خان کی تعمیرات میں یہ پہلی مسجد ہے جو اسکے نام پر مرت و غیرہ اور مکان کے ساتھ تعمیر ہوئی تھی یہ مسجد محلہ بابو بازار میں بوڑھی گنگاندی بن اور سکنات بھی کے اتر کنارے پر واقع ہے اور تین گنبد کی نہایت مستحکم بنی ہوئی ہے۔ ازادہ قسمہ حاکم حروف جو مہوز قائم ہے اور محلہ دارون کی حفاظت سے آباد اور اذان و صلوات ہے۔

کے ساتھ جاری ہے نواب شالیستہ خان کا مکان اسی مسجد کے قریب لب دریا تھا اسوقت اسکا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ صرف ایک لکھتہ جو بابو بازار کے گھاٹ سے پورب طرف کھال تک موجود ہے۔

یہ گھاٹ بھی نواب شالیستہ خان کا بنوایا ہوا ہے۔ اس کے مکان کا احاطہ دکن دریا اور ٹرٹک پورب بابو بازار کی کھالی دنا لم بچھپے

مڈ فورڈ ہسپتال کے پچھم سامنے کی سڑک تھی اسوقت وہ سبب زمین مڈیکل اسکول اور زنانہ ہسپتال وغیرہ کے متعلق ہے۔ آج

سرزمین کا نام سابق میں کٹرہ پاکرتلی مشہور تھا۔ جو بعد ازان بابو بازار کے نام سے معروف ہوا۔ یہ مکان اور مسجد نواب شالیستہ خان کی پہلی

صوبہ داری کے زمانے یعنی ۱۸۶۷ء میں بنی تھی۔ اور اس مسجد کی اتر طرف نواب شالیستہ خان کی ایک لڑکی شانہادی خانم عرف لاڈو

بی بی کا مقبرہ بھی تھا جو زنانہ ہسپتال بننے کے وقت منہدم کر دیا گیا اس مسجد کے کتابہ کے نوشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب شالیستہ خان نے

ہر کے انتظام روشنی اور مرمت وغیرہ اور غریب و مساکین کے وظیفہ کے
 طے بہت سی زمین اور مکانات بھی وقف کئے تھے۔ آتش زدگی
 کتاب کے پتر کا زیادہ حصہ جل کر حرف مٹ گئے ہیں جس قدر باقی
 اس کی نقل یہ ہے۔

نقل کتاب مسجد

الحمد للہ رب العالمین والعاقلین للمتقین اما بعد آنکہ چون این مقام
 از جام خیر خواہ فقر امیدوار رحمت حق جل وعزے الشالیستہ خان الایم
 ان نمودہ وقف شرعی کردہ کہ تمام محمول این تصرف تعمیر و وظیفہ
 مسجد مستحقین و متوکلین حکام ذوی الاقدار و امرانہ دار
 از خیر ستم و مستقر دارند کہ درین وقف نماید حق
 انرا مہند شد کردہ مستحقین شد سال ...

مسجد خان محمد مرہا

یہ مسجد محل باغ کے قلعہ سے کوئی پون میل اتر چھم طرف محلہ آتشخانہ
 واقع ہے یہ ایک دو منزلہ سہ گنبدی مسجد ہے چبوتر اسکا۔ جیسر مسجد
 ان مسجد قائم ہے۔ طول میں ۱۲۵ فیٹ عرض ۱۰۰ فیٹ اور افیت

بلند ہے مسجد کا طول ۸۴ فٹ عرض ۴۴ فٹ اور احاطے کی دیوار
 سے پورب کو بہت دور تک ہے نیچے کی کوٹھڑیاں اور دالان میں
 مینوسپل کے بل وغیرہ رہتے ہیں۔ مسجد اسوقت نہایت بے
 کی حالت میں ہے محلہ دارون کے انتظام سے روشنی اور اذان
 ہوتی ہے اسکے کتابے سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اورنگ زہ
 عہد سلطنت میں اور مرشد قلیخان کی صوبہ داری کے وقت میں
 مردہا جو اسوقت کی سرکاموڈی کا کوئی عمدہ دار تھا قاضی عباد اللہ
 ایما سے جو اسوقت قاضی شہر تھے سلسلہ المطابق سنہ ۱۰۷۱ھ میں
 اسکی قبر بھی محض مسجد کے نیچے اتر طرف منور موجود ہے۔

نقل کتابہ مسجد

کہ واد القیاد شرع	بہمد شاہ اہل ہمت و داد
خجہ ماہیہ کہ مہر شاہ	زہے شاہی کہ باشد زیب اورنگ
عباد اللہ قاضی کردار	دل صدق آشناے حامی شرع
کند مسجد بعد قی خلیفہ	کہ از بہر عبادت خسان محمد
نڈاے ہاتھی از غیب	بفکر سال تار بخش چو رستم
زطاعت خانہ اش تار	سر کفر از بنایش رفت برباد

قلعہ لال باب

ہوت بہ قلعہ اور نگ آ
 شاہزادہ محمد اعظم نے بنا
 مین کی لڑائی میں اور
 کو تمام چھوڑ کر چلا گیا
 بکیر برصوبہ دار بنگالہ ہو
 گیا۔ مگر نواب شالیتہ خا
 ن کے جو شاہزادہ محمد آ
 نام کو مین پہنچایا صرف
 کی کا وہاں بنواں قلعہ کو نا
 ب شالیتہ خان کی جا گیا
 لال باب شالیتہ خاں اور
 دست مین دیدیا اور
 اس وقت گورنمنٹ کے
 اس وقت باقی ہے و
 انٹیم مین مذکور ہو

Santi Press, Dacca



قلعہ لال باب دھاکہ

قلعہ لال باغ

قلعہ لال باغ معروف بہ قلعہ اورنگ آباد۔ یہ قلعہ شہنشاہِ عالمگیر اورنگ زیب
 کے لڑکے شاہزادہ محمد اعظم نے بنانا شروع کیا تھا مگر حسب طلب
 اورنگ زیب کے مرہٹوں کی لڑائی میں اورنگ زیب کے شامل ہونے
 پر اسے اس قلعہ کو ناتمام چھوڑ کر چلا گیا اور امیر الامرا نواب
 خان کو جو اسکے جگہ پر صوبہ دار بن گالا ہو کر دوسری بار آیا تھا اسکی
 رائے کو تاکید کر گیا۔ مگر نواب شالیتہ خان نے بہ سبب انتقال
 اورنگ زیب کی بی بی پری کے جو شاہزادہ محمد اعظم کی زوجہ تھی اس قلعہ کی
 تعمیرات کو ناتمام کو نہیں پہنچایا صرف ایک خوبصورت سنگی مقبرہ
 اورنگ زیب کی بی بی پری کا وہاں بنا کر قلعہ کو ناتمام چھوڑ دیا۔ اورنگ زیب
 اس قلعہ کو نواب شالیتہ خان کی جاگیر میں مرحمت کر دیا۔ جسکے مالک
 اس وقت درناہین اور شہنشاہِ عالمگیر اورنگ زیب کے دربار میں قلعہ مذکور سرکار
 کو قایم بند و سبت میں دیدیا اور سالانہ مبلغ ساٹھ روپیہ
 دیا۔ وہ قلعہ اسوقت گورنمنٹ کے تصرف میں ہے اور جو
 باقی تعمیرات اسوقت باقی ہے وہ شاہزادہ محمد اعظم کی بنا ہوئی
 ہے۔ اسکا ذکر بہرہ ہفتم میں مذکور ہو چکا ہے۔ اس قلعے کے اندر

قابل ذکر تعمیرات یہ ہیں۔ دریا کی طرف کا پشتہ اور فیصل۔ دو ڈیرے
ایک حمام کا مکان اور اسکے پورب ایک تالاب اور چچم جانب
مسجد ہے۔ حمام کا مکان دو مندرہ اور اسکی چھت لداؤ کی ہے
پائے پتھر کے ہیں۔ نیچے کے منزل میں غسلخانہ تھا اور اوپر
جلوس کرتا تھا۔ اسوقت وہ مکان پولیس اسٹیشن ہے مسجد
ابتداء تعمیر قلعہ کے وقت کی بنی ہوئی ہے تین گنبد کی
مسجد ہے اور ممبر سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ کتابہ نہیں ہے
اسوقت نہایت شکستہ حالت میں ہے۔

لال باغ کی بڑی مسجد

یہ مسجد شاہزادہ فرخ سیر کی بنائی ہوئی ہے سنہ ۱۷۴۵ء میں
وہ اپنے والد شاہزادہ عظیم الشان کا قائم مقام صوبہ دار بن گیا
ڈھاکہ کے میں آیا تھا۔ یہ بہت بڑی مسجد ہے جس میں ڈیڑھ ہزار
کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے طول ۱۶۴ فٹ عرض ۵۴ فٹ
کے قلعہ کی دکن طرف کی دیوار کے محض قریب واقع ہے چچم
اسکی دالانی یعنی لکڑی کے شہر برگے کی بنی ہوئی تھی۔ اور
ہو کر گر پڑی تھی چند سال ہوئے ڈھاکہ کے نواب سر عبدالغنی

نہوا کر از سر نو مرمت

ات میں آباد اور اذ

چوک کی

بہشت شاہ میں امیر

کے چیم طرف واقع ہے

باب ہنوز موجود ہے

میں جس کے محاصل

ہے یہ ایک سنگ بندی

رومیں یہ فیٹ عرصہ

کا طول پچاس فیٹ

کا احاطہ عیدین کی نماز

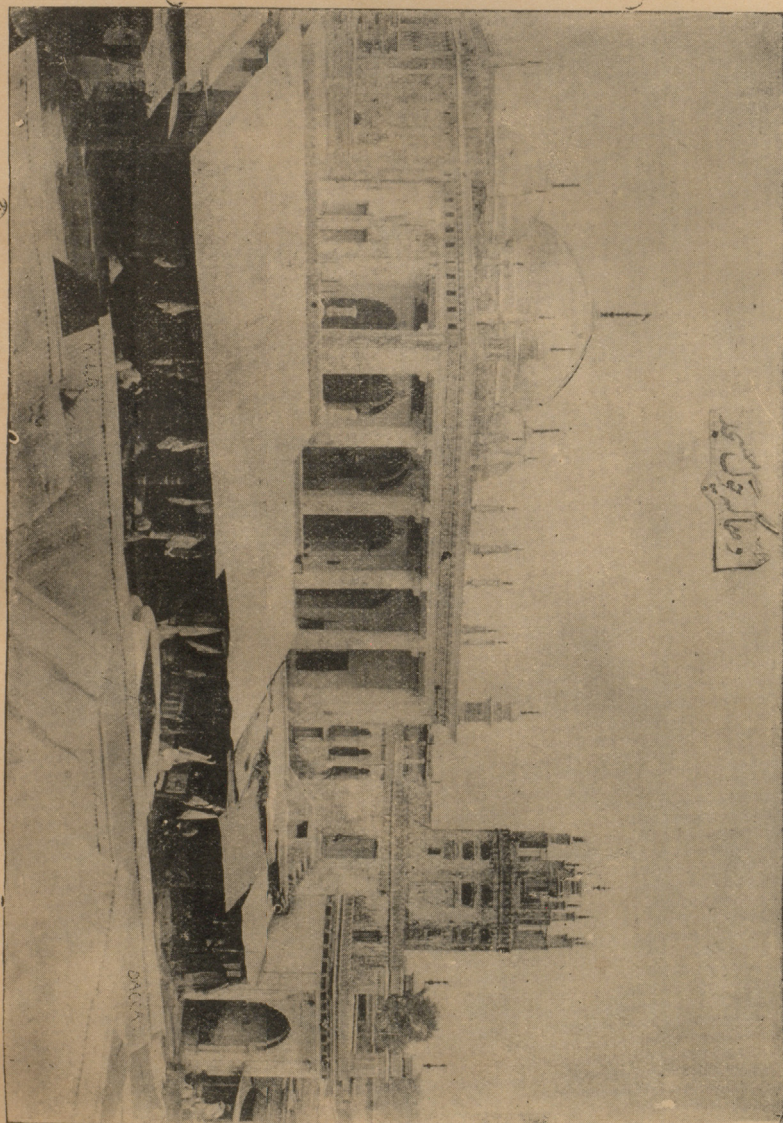
کا برآمدہ حوض وغیرہ

اور عظمت دونی ہوئی

اصل مسجد کے

فی ایسہ الامرا

Santi Press, Dacca.



دعا گو چوک

نے پراسکی چھت بنوا کر از سر نو مرمت کرا دی ہے یہ مسجد اسوقت محمد
اورون کی حفاظت میں آباد اور اذان و صلوٰۃ کیساتھ جاری ہے۔

چوک کی مسجد

یہ مسجد سنہ ۱۸۷۵ء میں امیر الامرا نواب شالیتہ خان نے تعمیر
کے ہے جو چوک کے کچھم طرف واقع ہے اور ایک اندازہ بھی اسی مسجد
کے نیچے سڑک کی جانب ہنوز موجود ہے اسکے صحن کے پورب حصے
کے نیچے دوکانیں ہیں جسکے محاصل سے مسجد کی روشنی اور مرمت
فرمہ جاری ہے۔ یہ ایک ستہ گندی بہت بڑی عظیم الشان مسجد ہے
اور مع چبوترہ و صحن ۴۰ فیٹ عرض استی فیٹ اور بلند ۱۵ فیٹ
اور من مسجد کا طول پچاس فیٹ اور عرض پچیس فیٹ ہے سابق
بنا ناظم ان ڈھاکہ عیارین کی نماز جماعت کے ساتھ اسی مسجد میں
رہتے تھے اسکا برآمدہ حوض وغیرہ حاجی فقیر محمد نے بنوایا ہے جس
سے مسجد کی شان اور عظمت دونی ہوئی ہے۔

اصل مسجد کے کتابے کی نقل

از صدق بساخت مسجد کے تبرخدا

نائبہ راہ حق امیر الامرا

اور چوک کی دکن سمت واقع ہے۔ دریا کی طرف ایک بڑی گنبد دار
 دیوڑھی اور دو ہشت پہلو برج ہیں یہ مکان ۳۵۳ھ مطابق ۱۶۴۲ء
 شاہ جہان بادشاہ کے عہد سلطنت میں شاہزادہ محمد شجاع کے حکم
 سے جو اس وقت بنگالے کا صوبہ دار تھا۔ میر قاسم دیوان نے بنوایا تھا
 مگر انہیں یہ مکان کس مصروف کے واسطے بنا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ
 مکان صوبہ دار کو ناپسند ہونے کی وجہ سے میر قاسم کو دیدیا تھا جسکو
 نے کاروان سرا مقرر کی تھی۔ دیوڑھی کے گنبد کے اندر جو کتابہ
 لکھا ہے اسکی نقل یہ ہے۔

خلف صدق بادشاہ جہان	دور عدل شاہ شجاع
خاک روئی درگمش خاقان	کما از روے افتخار کند
بحر را جیب و ابر را دامان	کمر پر کرد از گھم کف او
یدِ بیضاے موسیٰ عمران	رجاب از فروغ شمع او
این بناے رفیع عرش ارکان	دہ درگمش ابو القاسم
چہ بنا نسخہ ریا من جہان	ہزار شک بارگاہ سپہ
ہمچو گر دون ہزار سرگردان	در ایوان آسمان قدرش
بود معمار فکر من جہان	سال بناے او عمرے
درامان باد از آفت دوران	غیب گشت تار بخش

یہ مکان جب میر قاسم کو ملا اسنے اسکو وقف کر کے چوک کی طرف
 کی ڈیوڑھی کی دیوار میں جو اسوقت مندرم ہے ایک پتھر پر کتبہ لکھا ہوا ہے۔ یہ
 کو دوا کر لگا دیا۔ اور شہر کی طرف جو کوٹھریاں تھیں۔ اُس میں دو کتبے لکھائی گئی تھیں۔
 بٹھادین۔ جسکے محاصل کو مکان کی مرمت اور غریب مسافروں کی شالیتہ خانی تعمیر
 کی پرورش کے واسطے مقرر کر دیا۔ اس کتبے کے اسوقت پر لکھا ہے۔ اور اسکی
 بہت سے مالک ہیں اور اکثر ان کا حصہ شکست ہو گیا ہے۔

نقل کتابہ وقف میر قاسم

سلطان شاہ شجاع بہادر یہ بنائے خیرات صرف بود لاجر پندے اُس میں بود و
 امید وار رحمت ایزدی ابوالقاسم الحسینی اطبا طبایا السمنای ایں تان میں نورین اسکول
 خجستہ مقام رابع بستی اود و دکان متصل وقف بان و صحیح و شرعی وقف میں کو بیلا و
 مشروط نمود۔ آنکہ مقصد بیان اوقاف حاصل آنا بر صرف تعمیر ان میں نواب شالیتہ خانی
 و ساکین نمایند و چون نزول مستحقے کند کرایہ از دیگر نڈا تھو
 آن بروزگار ہایون راجع گردد و تخلف نواز ند کہ در روز جزا موا خفتہ بنے اسکو مسما کر
 خوانند بود۔ کتبہ سعد الدین فی الشہادۃ از محمدی۔

چھوٹا کٹرہ

اس مکان کا بھی ذکر بہرہ ششم میں ہوا ہے۔ یہ کٹرہ امیر الامرا
 ابن حب لغٹٹ سے

ب شالیستہ خان کا بنایا ہوا ہے۔ ۶۳ء میں بادشاہ اورنگ زیب کے
 مملکت میں اسکی تعمیر ہوئی ہے۔ یہ مکان بڑے کٹرہ کے مکان سے
 ہے یہ بھی بوڑھی گنگاندی کے اتر طرف امام گنج کے قریب لب یا
 ہے۔ ساخت اسکی شالیستہ خانی تعمیرت کی سی ہے دریا کی طرف
 نظم انسان ڈیوڑھی ہے۔ اور اسکی دونوں طرف مکانات بنے
 ہیں۔ یہ مکان بھی شاید کاروان سراے یا سرکاری کسی مصرف
 واسطے بنا تھا۔ مگر بہ سبب گذرنے ایک زمانہ دراز کے اسکی بہت
 غیرت شکست اور جریدہ ہو گئی تھی پادری شپرد صاحب نے
 مرمت کرا کے چندے اسیمن بود و باش اختیار کی تھی۔ بعد ازاں
 دن اس مکان میں نورمن اسکول تھا۔ اسوقت وہ مکان نواب
 بڈھا کے تصرف میں کویلے اور چونے کا کارخانہ جاری ہے
 کٹرہ کے صحن میں نواب شالیستہ خان کا بنایا ہوا ایک مقبرہ بھی تھا
 بن چنیہ بی بی کی قبر تھی یہ محلہ چنیہ تلی اسی کے نام سے مشہور ہے
 پادری شپرد صاحب نے اسکو سمار کر دیا ہے۔

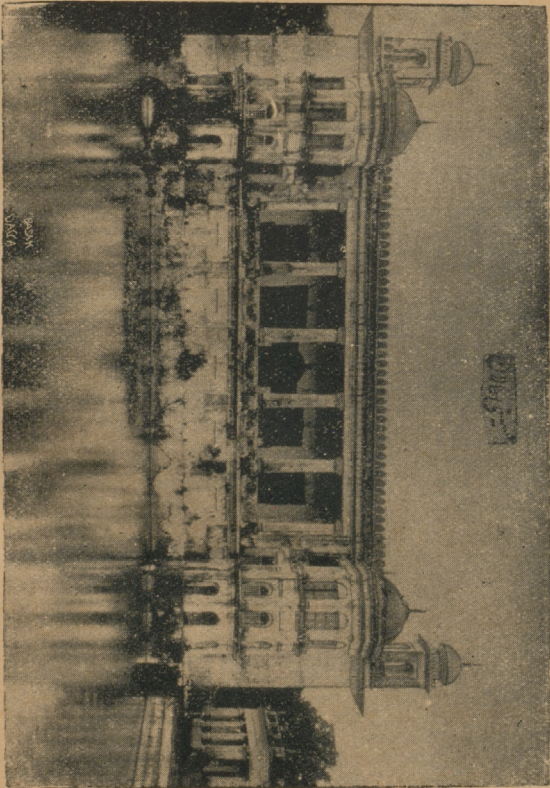
نیم تلی کا نوابی مکان

۶۵ء میں جب لفٹنٹ سولٹین جوا تک یہاں کے لوگوں

مین سولین صاحب مشہور ہے۔ کمپنی کی طرف سے اجنت مقرر ہو کر
 دھاکے میں آیا اور نایب ناظم نواب جسارت خان سے دیوانی کا
 لیا۔ نواب جسارت خان سابق قلعہ سر جہان اب جلیخانہ۔ پگلا پھانک
 اور چوک ہے اٹھکر بڑے کڑے میں جا رہے اور نیم تلی میں اسکا
 رہنے کا مکان تیار ہونا شروع ہوا۔ اور بہت جلد بن گیا۔ وہیں
 رہنے لگے جہاں انکی پانچ پشت نواب غازی الدین حیدر تک
 گذری۔ اسوقت اس مکان کی صرف ایک دیوڑھی اور ایک
 بارہ دری موجود ہے اور سب مکانات منہدم ہو گئے۔ نواب غازی الدین
 کے سلسلہء عین لاوارث انتقال کرنے کے سبب سے گورنمنٹ
 اسکی مالک ہوئی اور نیلام کر دیا جو اسوقت کسی بنگالی بابو کے دخل
 و تصرف میں ہے۔

حسینی والان

حسینی والان اس شہر کی ایک نامی عمارت ہے۔ جسکو شہزادہ
 مطابق سلسلہء عین شاہ شجاع کی صوبہ داری کے وقت میں میر مراد
 نے جو نظامت کے نواڑیکا داروغہ تھا تعمیر کی ہے مشہور ہے۔ کہ
 میر مراد نے ایک شب خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام



Santi Press, Dacca.

ہرگز ہے مین اور میر
 نام بارہ تعمیر کر۔ میر
 انوار شرو ع کیا۔
 انعام تک پہنچایا۔
 پیر دوبرج مین۔ دکھ
 سید میدان کے بعد
 پیر غریب وغیرہ کا ایک
 ہے جس میں پولیس
 ان اور کہن طرف ہی ایک
 پر افغان کی روشنی
 دار برون پر شیشے کی
 بیت نوبی اور عظمت
 اس امام بارہ کے متر
 ان ہزار روپیہ سالانہ
 ہونہو سرکار گورنمنٹ
 ایک دار و نہ مقر رہے
 تین برسہ کے

ایک امام باڑہ تعمیر کر رہے ہیں اور میر مراد کو فرمایا کہ تو بھی میری یادگاری
 کے لئے ایک امام باڑہ تعمیر کر۔ میر مراد نے یہ خواب دیکھ کر اس کے دوسرے
 ان یہ امام باڑہ بنوانا شروع کیا۔ اور اپنی محسن نیت سے اس عالیشان
 مکان کی تعمیر کو اختتام تک پہنچایا۔ یہ ایک نہایت خوبصورت و منزلہ
 مکان ہے۔ جیسے دو برج ہیں۔ دکن طرف زیر برآمدہ ایک تالاب ہے
 زمست کو ایک وسیع میدان کے بعد ڈیوڑھی اور دو منزلہ نقار خانہ
 ہے اور اسکے کچھم تعزیہ وغیرہ کا ایک مکان ہے۔ اور اوسکے متصل
 ایک دو منزلہ قطعہ ہے جس میں پولیس کاسیکشن ہے۔ چار طرف احاطے
 دیوار میں ہیں اور دکن طرف بھی ایک ڈیوڑھی ہے۔ محرم میں ان دیواروں
 کے طاقون پر چراغوں کی روشنی ہوتی ہے اور دالان کے اوپر
 دیواروں میں اور برجون پر شیشے کی ٹیٹیاں لگا کر روشنی کیجاتی ہے
 اس سے نہایت خوبی اور عظمت شان دالان کی ہوتی ہے۔ بعد
 میر مراد کے اس امام باڑہ کے متولی نائب ناظران ڈھاکہ رہے
 مبلغ ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ اسکے خرچ کے واسطے تھامت
 مقرر کیا۔ جو منہوز سرکار گورنمنٹ سے ملتا ہے۔ اسکے اہتمام
 واسطے ایک داروغہ مقرر ہے اور حسن و خوبی کے ساتھ سب
 کام انجام ہوتے ہیں عشاء کے زلزلہ میں اس مکان کا بہت سا

حصہ شکست ہو گیا تھا۔ جب کو نواب سر احسن الہ بہادر نے تخمیناً ایک لاکھ روپیہ صرف کر کے از سر نو تعمیر اور مرمت کرا کے بنوا دیا ہے

حسینی والا ان کتابہ کی نقل

آن عظیم الشان شاہ نامہ دار
درین پنجاہ و دو بر ایک ہسم آنکہ دولت

در زمان بادشاہ باوقتار
ساخت این ماتم سر اسید مراد

۵۲

عید گاہ

عید گاہ کے اوپر کھلا ہوا ایک چبوترہ ہے زمین سے ۴ فیسٹ اون این توفیق
اوپنچا طول ۲۴۵ فیسٹ اور عرض ۱۳۷ فیسٹ تین طرف ۶ فیسٹ
اور کچھ طرف ۱۵ فیسٹ بلند دیوارین ہیں جس میں محراب اور ممبر
ہیں یہ عید گاہ ۵۲۷ مطابق ۱۲۷۷ عین عید صوبہ داری میں
شجاع کے میر ابو القاسم نے تعمیر کی ہے۔ جس میں صوبہ دارانہ
بنگالہ مع لواحقین اور اہالیان شہر عیدین کی نماز ادا کرتے تھے
عید گاہ اس وقت احاطہ شہر سے کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔
کی بازار میں واقع ہے جو سابق میں شہر کے شامل تھا۔ اور یہاں

حالت میں ہے۔ اس اطراف کے مسلمان اور شہر کے اکثر لوگ
 روز و ہان عیدین کی نماز پڑھتے ہیں اور شہر کے مسلمانان ماہی
 دوش ہر سال وہاں ایک میلہ کیا کرتے ہیں جس میں ہزاروں لوگوں کا مجمع اور
 عبادت گاہ ہوتی ہے۔ کتابہ اسکا جو کچھ طرف دیوار میں ہے اُس کی
 طرف ہے۔

چہرہ رنگین ز صیغۃ الد است	بر ابو القاسم آنکہ دولت او
نقش دہا و وروافواہ است	ارتبان کارنامہ جہش
رفعش رشک ذرہ ماہ است	یدگا ہے کز و عمارت یافت
کو کب شرع راشرف گاہ است	بیرا کہ برج مسعود است
عون توفیق داد الد است	عالمہ اوست عون این توفیق
سال ہجری ہزار و پنجاہ است	ہزار بخش آید این مصرع
جلس چون صریح دلخواہ است	کباب حمل چو بر شری

شہنہ ہجری

دار ابیکم کا مقبرہ

اس مقبرہ کی ایک خوبصورت عمارت تھی جو اسوقت نہایت
 شکستہ حالت میں ہے۔ اور سرکاری پلخانہ کی اُتر کچھ کی طرف

سوامیل کے تفاوت پر محلہ جعفر آباد۔ سراے بیگم پور میں واقع
 جو سابق میں احاطہ شہر کا اندر تھا معلوم نہیں کہ یہ ارا بیگم کون تھیں بعض لوگ
 کہتے ہیں کہ یہ بھی امیر الامرانواب شالیستہ خان کی لڑکی تھی۔ اور بعض
 کہتے ہیں کہ نواب شالیستہ خان کے پہلے کسی صوبہ دار کی زوجہ تھی
 مگر مقبرہ کی شان و شوکت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے منصب
 دار کی بی بی یا لڑکی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا گنبد دار مقبرہ ہے جس کا
 گنبد کے دائرہ کا قطر ۲۵۔ فیٹ اور اندر کی طرف مقبرہ ۲۷۔ فیٹ
 مربع ہے دیواریں ۷۔ فیٹ چوڑی ہیں اور سامنے ایک برآمد
 اور کچھ سمت ایک تالاب ہے۔ اس مقبرہ کے متعلق بہت سی باتیں
 تھیں۔ کتابہ اسکا معلوم نہیں کیا ہوا۔ جسکے بغیر تاریخ تعمیر وغیرہ
 کچھ نہیں دریافت ہو سکا۔

گردنانک کا کنوان

یہ کنوان دارا بیگم کے مقبرہ سے کوئی تین سو گز کے فاصلہ پر ہے
 یہ ایک بہت بڑا پکا اندازہ گردنانک کے نام سے مشہور ہے۔ گردنانک
 قوم سکھ کا گرد تھا۔ کہتے ہیں کہ گردنانک جب دھاکے میں آیا تھا
 اسی کنوان کا پانی نوش کیا کرتا تھا۔ جب اس کنوان کے پانی سے

مندرل ڈھاکہ ایترہی ڈی



Santi Press, Dacca.

ایہا ریان دور
کا قول ہے کہ گ
س قوم کا شاہ
س کنوین کا پانی
شاہی ایک اکھا
ہے۔

ڈھاکہ

مندر کے چیم حصہ
ایک بت مشہور
بہر مال سین نے
سکونوایا تھا۔ وہ
اوسے کہ کمپنی کی
بہر تیار کر دیا ہے
مندر کی دیسی
سے نکال کر اس
دی یعنی چھی ہوئی

طرح کی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ مگر بیان کے نانک شاہی مندر
 کے منت کا قول ہے کہ گرو نانک ڈھاکے مین نہیں آیا۔ گروتیج ہوا
 ان گرو اس قوم کا شاہ اور نگ زیب کے زمانے مین بیان آیا
 اسنے اس کنوئین کا پانی پیا تھا اس کنوئین کے قریب سابق
 نانک شاہی ایک اکھاڑہ بھی تھا جسکی اسوقت صرف ایک
 باب باقی ہے۔

ڈھاکسری کا مندر

یہ مندر شہر کے چھ حصہ محلہ ڈھاکسری مین واقع ہے۔ اور
 شہر مین یہ ایک بہت مشہور اور قدیم مندر ہے۔ کہتے ہیں کہ اس
 کو پہلے راجہ بلال سین نے تعمیر کیا تھا اور بعد ازاں راجہ نان سنگھ
 نے اسے مزید نو اسکوبوایا تھا۔ وہ بھی شکست ہونے کے بعد تخریب
 ہو کر بس ہوئے کہ کمپنی کی تجارتی کوٹھی کے کئی ہندو عملے نے
 مندر کو پھر تیار کر دیا ہے جو ہنوز قائم ہے۔ ڈاکٹر ٹیلر صاحب
 کہتے ہیں کہ اس مندر کی دیوی وہی ہے جسکو بلال سین نے
 اندر سے نکال کر اس مندر مین استھاپنا کیا تھا اور اسکا
 ڈھاکسری یعنی چھپی ہوئی دیوی رکھا تھا۔ اور یہ شہر ڈھاکہ اسی

دیہی کے نام سے نام زد ہے۔ یہ تابل قیاس نہیں ہے
اگر یہ مندر بہت پرانہ اور سابق زمانے کا ہوتا تو ضرور قدیم تواریخ میں بھی اس میں
اسکا ذکر آتا۔ اصل یہ ہے کہ یہ دیہی اسی شہر کے نام سے منانک
نام زد ہے ڈھاکسری یعنی ڈھاکے کی دیہی۔

جے کالی کا مندر

یہ مندر محلہ ٹھیسری بازار میں واقع ہے اور زمانہ قدیم کا
بنا ہوا ہے۔ یہ تین مندر ہیں۔ جس کا ایک مندر ۵۔ فیٹ بلند ہے اور دوسرا مندر پچ رتن یعنی سنگ کے رستے پر
جس میں کالی کی سنگی مورت نصب ہے۔ اور دوسرا مندر پچ رتن یعنی سنگ کے رستے پر
پانچ چوٹی کا ہے۔ اور پورب طرف کا مندر رتھ فیٹ بلند ہے معلوم نہیں ایمرالاد
نہیں یہ مندر کس زمانے میں اور کسے تعمیر کیا ہے۔

سکھ سنگت

سکھ سنگت کے نام سے محلہ سنگت ٹولہ مشہور ہے۔ یہ قدیم زمانہ مسلمان اسکی رو
کا ایک نانک شاہی مندر ہے۔ جو بادشاہ اورنگ زیب کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا۔ اصل مندر اسوقت نہیں ہے۔ اُسکی نیو پر اسوقت
جو مندر بنا ہوا ہے یہ کوئی چالیس پچاس سال کا ہے۔ کتے ہیں کہ یہ مندر
پربنا ہوا

گرد تیغ بہادر دھاکے میں آیا تھا۔ اسوقت کا یہ مندر ہے۔ اسکی ایک تصویر بھی اس میں ہے۔ یہ مندر دو منزلہ مکان ہے۔ اوپر کے منزل میں نانک شاہ کا گرسنہ (کتاب) اور گرد تیغ بہادر اور گرد گوبند کی تصویریں ہیں۔ نیچے کے منزل میں اس مندر کے پوجاری رہتے ہیں۔

خواجہ عینر کی مسجد پل اور چاہ

خواجہ عینر کی مسجد پل اور چاہ شہر سے دو میل اتر کاروان میں دھاکہ مہین سنگھ کے رستے پر واقع ہے۔ جسکو شاہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت میں امیر الامرا نواب شالیستہ خان کا خواجہ سرعینر نے ۹۰۰ھ ہجری مطابق ۱۵۰۰ء میں تعمیر کی ہے۔ یہ مسجد گنبدی نہایت خوبصورت اور مستحکم عمارت ہے جسکا ممبر اور دروازوں کی کھڑکیاں سنگی ہیں۔ یہ مسجد اسوقت نہایت شکستہ حالت میں ہے اس کے اطراف کے مسلمان اسکی روشنی کرتے ہیں اور اذان صلوٰۃ جاری رکھتے ہیں اس مسجد کے متعلق بہت سی زمین بھی تھی جو منتقل ہو گئی۔ خواجہ عینر کی قبر اسی مسجد کے صحن میں ہے۔ پل نہایت مستحکم رختہ مکان کے کھال پر بنا ہوا ہے۔ جو دھاکہ مہین سنگھ کی سڑک کا

ہیلا پل ہے۔ یہ ایک محراب کا پل ہے۔ باوجود اس درازی زمانہ کے
منہوز نہایت مضبوط اور کار آمد ہے۔

کنواں ایک پکا اندارہ ہے جو مسجد کے صحن میں واقع ہے یہ مسجد
پل اور اندارہ ایک ہی زمانے میں بنے ہیں۔ مسجد کے کتاب کی نقل یہ ہے

نقل کتاب

کہ افزود زو قدر دین پیسہ	بدور شدہ اور نگاہ آن شہنشاہ
ز شایستہ خان ملک بنگالہ کیسہ	باقبال او یافت چون زینت و زینت
مرتب شد از عنبر نیک اختہ	بیرو پل و باغ و مسجد بدانکہ
فروشد بر رسم دعا نمکتہ پرور	چو شد ساختہ کار در فکر سانش
بدینا پل و مسجد و خواجہ عنبر	سروش جگفتا بمانند یارب

سنہ ہجری

ٹونگی کاپل

یہ پل آٹھ عین میں سر حبلہ نے کوچ بہار پر تاخت کرتے
وقت بنایا تھا۔ یہ ایک ریختہ مستحکم پل ٹونگی ندی پر واقع تھا
جس کو اور پیکلا کے پل کو اراکانیوں کی پہلی لڑائی کے

وقت میں انگریزوں نے توڑ دیا ہے اُسکے ٹوٹے ہوئے آثار
 ندی کے دونوں طرف مہنوز موجود ہیں تاریخ نصرت جنگی میں
 لکھا ہے کہ یہ پل ٹوٹ گئی شاہ ایک فقیہ کا بنایا ہوا تھا۔

پگلے کا پل

یہ پل بھی ستلہ میں میر جملہ کا بنایا ہوا پگلے کے کھان اپنے
 واقع ہے اس پل کو بھی انگریزوں نے اراکینوں کی تاخت کیوت
 میں توڑ دیا ہے۔ صرف دو برج مہنوز باقی ہیں جو دور سے نظر آتے
 ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پل پگلا نام ایک فقیہ کا بنایا ہوا ہے۔ اور مہنوز
 کے ہوئے پل کا پشتہ اور برجوں پر اس فقیہ کے نام پر لوگ چرخی
 لاتے ہیں۔ اور ٹرکوں کی چوٹی اتارتے ہیں۔

سات گنبد کی مسجد

یہ ایک خوبصورت اور خوشنما بڑی مسجد ہے۔ جو شہر کے اتر
 طرف جعفر آباد میں لب دریا واقع ہے۔ دریا اسوقت بالوکے
 کے کنارے سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر بہت گیا ہے۔ سابق
 میں شہر کا کچھ سوانہ بہت دور تک تھا اسوقت یہ مسجد شہر کے اندر تھی

یہ مسجد بھی امیر الامرا نواب شالیستہ خان کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ یہ ایک عالیشان ستہ گندی مسجد ہے۔ اور چاروں کونے پر شہت پہلو چار برج ہیں اور ان پر بھی گندی ہن ہیں جس سے یہ مسجد سات گندی بن گیا۔ فیٹ جو مشہور ہے کتابہ اسکا معلوم نہیں کیا ہوا۔ چند سال ہوئے کہ اس پر تاج ہے۔ اور مسجد کو ڈھاکہ کے نواب سمر حسن الدہا در نے از سر نو مرمت کرا ہے کہ حضرت کرادی ہے اور ایک موزن بھی مقرر کر دیا ہے جس سے مسجد کی دیوار کے ساتھ بڑا آبادی ہو گئی ہے۔ اور پانچون وقت اذان و نماز ہوتی ہے۔ اور جاری کیا۔ حضرت اس مسجد کی پوب طرف کوئی شوگر تفاوت پر ایک مقبرہ ان فرار شریف۔ بھی ہے جس میں دو قبرین نواب شالیستہ خان کی دو لڑکیوں کی ہیں جن میں آپ اگر یہ مقبرہ بھی بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ سنگی چوکھٹین اور جلوسی لگے نقل کتاب سے ہوئی ہن اوپر کا گندی گر پڑا ہے۔ اور مقبرہ نہایت شکستہ حال ہے اور ڈھار السلطنت میں ہے۔

حضرت شاہ علی صاحب کی درگاہ

شہر سے آٹھ میل دور۔ میر پور کے قریب۔ حضرت شاہ بغدادی قدس الدسہ کی درگاہ یعنی فرار شریف واقع ہے۔ ایک بڑا مشہور اور متبرک فرار ہے۔ ہزاروں آدمی شہر اور اطراف کے قسم کی آگ پر

سے برسات کے دنوں میں کشتیوں پر زیارت کو آتے ہیں۔ یہ مزار
 بہت مستحکم بنا ہوا ہے۔ طول اور عرض دونوں ۳۶ فیٹ برابر ہے۔
 دیواریں ۷ فیٹ چوڑی ہیں اور ایک بہت بڑا گنبد ہے۔ جو دور
 سے نظر آتا ہے۔ اور اسکے احاطے میں بہت سی زمین اور مکانات
 ہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت شاہ علی بغداد کے شاہزادہ تھے۔ اور
 چالینس اولیا کے ساتھ بنگالے میں آئے تھے جنہوں نے اس ملک
 میں اسلام جاری کیا۔ حضرت شاہ علی اپنے چار مُریدوں کو لیکر
 اسی جگہ جہان مزار شریف ہے تشریف لائے۔ بیان سابق میں ایک
 بڑی مسجد تھی جس میں آپ آکر قیام پذیر ہوئے اُس کا سن تاریخ ذیل کے
 لکھے ہوئے نقل کتابے سے ظاہر ہے۔ اُس وقت یوسف شاہ بنگالے
 کا بادشاہ تھا اور گوردار السلطنت تھی حضرت شاہ علی نے ۹۵۵ ہجری
 مطابق ۱۵۴۷ء میں انتقال فرمایا۔ اور اسی مسجد میں مدفون ہوئے۔
 کہتے ہیں کہ انتقال کے قبل آپ نے چلہ کھینچ کر مسجد کا دروازہ بند
 لیا تھا۔ اور مُریدوں کو فرما دیا تھا۔ کہ چالینس دن تک کوئی درازہ
 نہ کھولے۔ جب اُنٹالیس دن گزرے اور چلہ پورا ہونے کو ایک
 دن باقی رہا۔ مُریدوں نے مسجد کے باہر سے آواز سُنی کہ جیسے
 وہی چیز عرق کے قسم کی آگ پر کھول رہی ہے۔ مُریدوں نے متعجب

ہو کر دروازہ بزور کھولا۔ تو دیکھا کہ حضرت کا پتہ نہیں ہے صرف ایک گڈھے میں خون جوش کھا کر ابل رہا ہے۔ اُسی وقت غیب سے ایک آواز آئی کہ جیسے حضرت فرماتے ہیں کہ تم بھی اس میں مل جاؤ چنانچہ اُنھوں نے ویسا ہی کیا۔ اللہ اکبر کیا راز ہے۔

اس مزار شریف کی مسجد پہلے ۵۷۰ سہری مطابق ۱۲۵۰ھ

میں بنی تھی مگر کسے بنائی تھی۔ ظاہر نہیں ہے۔ حضرت شاہ علی کی رحلت کے تھوڑے دنوں کے بعد یہ مزار بالکل شکست اور ویران ہو گیا تھا۔ ۱۲۲۱ھ میں بعد نائب ناظم نصرت الملک نواب نصرت جنگ بہادر کے لگ بازار کے حضرت شاہ محمدی قدس سرہ نے اس کو از سر نو مرمت کروا کر آباد کیا جو ہنوز قائم ہے اس کے احاطے کے مکانات چند سال ہوئے کہ نواب سر احسن الد بہادر نے بنوائے ہیں اور مزار شریف کی بھی مرمت کروادی ہے۔

نقل کتابہ

سال تاریخ آن ضمیمہ بود	این خاک پوشد تخت سجود
شد بار دگر خستہ ابی آلود	در سال ظفہ زد و رگردون
تشریف بخاک ہند فرمود	پس شاہ علی زار من بغداد

بر خود رخصت کرد مسدود	پشت در و بست در را
آن و اصل حق نمود پدود	تا آنکه جهان فانی را کرد
شد مرقدش مقام مسعود	کردند به نوع سارت اورا
از گردش چرخ دست فرو	شد باز بهار او خندان را
غیر کاسن جبری است معدود	کنون بعد نصیر ملک نواب
بعین خلوص قلب بنمود	نصیر سیوم محمدی شاه
همایه بود زطل ممدود	تلف گفت که یا آئی

۱۲۲۱ هجری

محل جزیره

بعبور بوڑھی گنگاندی بجانب جنوب بڑے کڑھ کے
مقابل مقام جزیرہ مین صوبہ دار ابراہیم خان فتح جنگ کا بنایا ہوا
نایت عظیم الشان مکان تھا۔ جو اس وقت بالکل شکست اور ویران
حالت میں ہے۔ اس مکان کے چار طرف ایک عمیق خندق کھودی
ہوئی تھی۔ اور ایک لکڑی کا پل شہر سے آدھو شد کیواسطے بوڑھی
گنگاندی پر بنایا ہوا تھا یہ وہی مکان ہے جہاں سراج الدولہ کی
ان۔ خالا۔ اور بیوہ۔ وغیرہ۔ مقید تھیں۔ اور اسی مکان سے

سیرن کے حکم سے اٹھین کشتی پر سوار کروا کے دہسری ندی میں لیجا کر غرق آب کیا گیا تھا۔

سُنا رگائون کی قدیم تعمیرات

سُنا رگائون میں حضرت شاہ ابراہیم دانشمند اور اُن کے لڑکے شیخ محمد اور پوتے خوند کار محمد یوسف کا مزار ایک مشہور و معروف جگہ ہے انکا تذکرہ بہرہ اولیا سے ڈھاکہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں صرف مزار کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ تین مزاریں گنبد دار ہیں۔ پچھم طرف کا مزار حضرت شاہ ابراہیم دانشمند کا ہے۔ اور درمیان کا مزار اُن کے لڑکے شیخ محمد کا ہے۔ اور پورب کا مزار اُن کے پوتے یعنی شیخ محمد لڑکے خوند کار محمد یوسف اور انکی بی بی کا ہے۔ تینوں مزاروں پر گنبد ہیں اور اُن کے اندر قرین بہت صاف ستھری اور سفید چادروں سے ڈھکے ہوئے ہیں ہمیشہ ہندو۔ مسلمان۔ حاجتمند لوگ زیارت کو آتے ہیں۔ اور نیاز پڑھاتے ہیں۔

ان مزاروں کے قریب ایک مسجد ہے جو ۹۲۹ ہجری میں ابوالمنظر نصرت شاہ کے وقت میں مبارک ملا کی تعمیر کی ہوئی ہے جسکا کتا بہ حضرت شاہ ابراہیم دانشمند کے مزار کا متولی نے اُتار

ہے۔ اور ایک دوسرا کتابہ لگایا ہے۔ نقل اصل کتابہ مسجد جو متولی نے
لا کر گھر میں رکھا ہے یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان المساجد بہ فلا تدعو مع اللہ احداً قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم من بنی مسجد اللہ ینبغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہ مثلہ فی الجنة
یہذا المسجد للہ فی عہد السلطان المعظم والمکرہ السلطان ابن
سلطان ناصر الدین والدین ابو المظفر نصرت شاہ السلطان ابن
سین شاہ السلطان الحسینی خلد اللہ ملک و سلطانہ و بناہ
وہ اللہ مع بیت السقایۃ ملک الامراء ولا ذرا قدوة الفقہاء و
کذا بنی تقی الدین ابن عین الدین المعروف مبارک ملا ابن مجلس
کذا ابن مجلس سرور علیہ السلام فی الدارین فی سنۃ تسع و عشرين و

ترجمہ

سنۃ ۹۲۹ھ

اللہ تعالیٰ نے تحقیق مسجدین ہیں واسطے اللہ کے پس نہ بلاؤ
فواللہ کے کیسکو۔ اور کہا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جسے بنائی مسجد
واسطے اللہ کے۔ سزاوارا سکو خوشنودی اللہ کی بنائیگا اللہ واسطے
کامیاب ہی جنت میں۔ بنی یہ مسجد واسطے اللہ کے عہد میں سلطان
اکرم سلطان ابن سلطان مددگار دینا اور دین کا ابو المظفر نصرت شاہ
ابن حسین شاہ سلطان الحسینی ہمیشہ رکھے اللہ ملک اُسکے اور

سلطنت کو اسکی۔ اور بنایا واسطے خوشنودی اللہ کے ساتھ آبدار خا
 کے سردار امیر و نکا اور وزیر و نکا پیشوا فقیہوں کا اور محدثوں کا قلعہ
 ابن عین الدین عرف مبارک ملا ابن مجلس مختار ابن مجلس مسرور
 رکھے اسکو اللہ تعالیٰ دو جہان میں ۹۲۹ھ۔

سنارگانوں مقام گوالدی میں حسین شاہ کی مسجد

سنارگانوں میں یہ ایک بہت پرانی مسجد ہے جسکو ملا ہریرا
 نے بتایا ۱۵ شعبان ۹۲۵ھ مطابق ۱۲۔ اگست ۱۵۱۹ء کو سلطان حسین شاہ
 شاہ کے عہد سلطنت میں تعمیر کی تھی حسین شاہ سلاطین بنگالہ میر۔ الدین سلطان السلطان
 نامور تھا جسے ۹۲۵ھ سے ۹۲۹ھ تک سلطنت کی ہے۔ یہ مسجد شہر کے اندر ملک
 قدیم عربی وضع کی نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اندر کی پیالیہ خان نے بتایا پندرہ
 ۱۶ فیٹ مربع اور ایک ہی گنبد ہے۔ پچھم کی دیوار میں تین محرابیں سلطان غیاث
 ہیں۔ درمیان کی محراب سنگی ہے دروازوں کے پائے بھی بہتر۔
 ہیں۔ یہ مسجد اسوقت نہایت شکستہ حالت میں ہے اذات و زہرہ گروہ پڑھ کے
 مدت سے موقوف ہے۔

نقل کتابہ

اللہ تعالیٰ وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احداً والله اعلم بالصواب
 ابی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی المسجد فی الدنیا بنی اللہ تعالیٰ
 میں قصر فی الجنة بنی ہذا المسجد فی عہد سلطان السلاطین
 سلطان حسین شاہ ابن سید شرف حسین خلد اللہ ملکہ و سلطانہ
 ہذا المسجد ملاہر ہواکبر خان تبارک پانزدہم ماہ شعبان سنہ
 ۹۲۵ ہجری

مگر۔ کہا اللہ تعالیٰ نے اور تحقیق مسجدین ہیں واسطے اللہ کے پس نہ
 اسکا اللہ کے کیس کو و تحقیق اللہ کو ہے علم نیک۔ کہا بنی صلی اللہ علیہ
 نے جسے بنائی مسجد دنیا میں بنایا اللہ نے اسکے لئے سات محلین جنت
 بنائی یہ مسجد عہد میں سلطان السلاطین حسین شاہ ابن سید
 ان کیلینی ہمیشہ رکھے اللہ ملک کو اسکے اور سلطنت کو اسکی بنائی
 ملاہر ہواکبر خان نے تبارک پندرہویں ماہ شعبان سنہ ۹۲۵ ہجری۔

سلطان غیاث الدین کا مقبرہ

یہ مقبرہ مگرہ پارہ کے مقام پھول پٹریہ میں مگ دیگھی کے
 سپر واقع ہے۔ سلطان غیاث الدین کا ذکر بہرہ سلاطین بنگالہ
 پر کیا جسے ۳۶۷ ۳۷۷ ۳۸۷ ۳۹۷ ۴۰۷ ۴۱۷ ۴۲۷ ۴۳۷ ۴۴۷ ۴۵۷ ۴۶۷ ۴۷۷ ۴۸۷ ۴۹۷ ۵۰۷ ۵۱۷ ۵۲۷ ۵۳۷ ۵۴۷ ۵۵۷ ۵۶۷ ۵۷۷ ۵۸۷ ۵۹۷ ۶۰۷ ۶۱۷ ۶۲۷ ۶۳۷ ۶۴۷ ۶۵۷ ۶۶۷ ۶۷۷ ۶۸۷ ۶۹۷ ۷۰۷ ۷۱۷ ۷۲۷ ۷۳۷ ۷۴۷ ۷۵۷ ۷۶۷ ۷۷۷ ۷۸۷ ۷۹۷ ۸۰۷ ۸۱۷ ۸۲۷ ۸۳۷ ۸۴۷ ۸۵۷ ۸۶۷ ۸۷۷ ۸۸۷ ۸۹۷ ۹۰۷ ۹۱۷ ۹۲۷ ۹۳۷ ۹۴۷ ۹۵۷ ۹۶۷ ۹۷۷ ۹۸۷ ۹۹۷ ۱۰۰۷ ۱۰۱۷ ۱۰۲۷ ۱۰۳۷ ۱۰۴۷ ۱۰۵۷ ۱۰۶۷ ۱۰۷۷ ۱۰۸۷ ۱۰۹۷ ۱۱۰۷ ۱۱۱۷ ۱۱۲۷ ۱۱۳۷ ۱۱۴۷ ۱۱۵۷ ۱۱۶۷ ۱۱۷۷ ۱۱۸۷ ۱۱۹۷ ۱۲۰۷ ۱۲۱۷ ۱۲۲۷ ۱۲۳۷ ۱۲۴۷ ۱۲۵۷ ۱۲۶۷ ۱۲۷۷ ۱۲۸۷ ۱۲۹۷ ۱۳۰۷ ۱۳۱۷ ۱۳۲۷ ۱۳۳۷ ۱۳۴۷ ۱۳۵۷ ۱۳۶۷ ۱۳۷۷ ۱۳۸۷ ۱۳۹۷ ۱۴۰۷ ۱۴۱۷ ۱۴۲۷ ۱۴۳۷ ۱۴۴۷ ۱۴۵۷ ۱۴۶۷ ۱۴۷۷ ۱۴۸۷ ۱۴۹۷ ۱۵۰۷ ۱۵۱۷ ۱۵۲۷ ۱۵۳۷ ۱۵۴۷ ۱۵۵۷ ۱۵۶۷ ۱۵۷۷ ۱۵۸۷ ۱۵۹۷ ۱۶۰۷ ۱۶۱۷ ۱۶۲۷ ۱۶۳۷ ۱۶۴۷ ۱۶۵۷ ۱۶۶۷ ۱۶۷۷ ۱۶۸۷ ۱۶۹۷ ۱۷۰۷ ۱۷۱۷ ۱۷۲۷ ۱۷۳۷ ۱۷۴۷ ۱۷۵۷ ۱۷۶۷ ۱۷۷۷ ۱۷۸۷ ۱۷۹۷ ۱۸۰۷ ۱۸۱۷ ۱۸۲۷ ۱۸۳۷ ۱۸۴۷ ۱۸۵۷ ۱۸۶۷ ۱۸۷۷ ۱۸۸۷ ۱۸۹۷ ۱۹۰۷ ۱۹۱۷ ۱۹۲۷ ۱۹۳۷ ۱۹۴۷ ۱۹۵۷ ۱۹۶۷ ۱۹۷۷ ۱۹۸۷ ۱۹۹۷ ۲۰۰۷ ۲۰۱۷ ۲۰۲۷ ۲۰۳۷ ۲۰۴۷ ۲۰۵۷ ۲۰۶۷ ۲۰۷۷ ۲۰۸۷ ۲۰۹۷ ۲۱۰۷ ۲۱۱۷ ۲۱۲۷ ۲۱۳۷ ۲۱۴۷ ۲۱۵۷ ۲۱۶۷ ۲۱۷۷ ۲۱۸۷ ۲۱۹۷ ۲۲۰۷ ۲۲۱۷ ۲۲۲۷ ۲۲۳۷ ۲۲۴۷ ۲۲۵۷ ۲۲۶۷ ۲۲۷۷ ۲۲۸۷ ۲۲۹۷ ۲۳۰۷ ۲۳۱۷ ۲۳۲۷ ۲۳۳۷ ۲۳۴۷ ۲۳۵۷ ۲۳۶۷ ۲۳۷۷ ۲۳۸۷ ۲۳۹۷ ۲۴۰۷ ۲۴۱۷ ۲۴۲۷ ۲۴۳۷ ۲۴۴۷ ۲۴۵۷ ۲۴۶۷ ۲۴۷۷ ۲۴۸۷ ۲۴۹۷ ۲۵۰۷ ۲۵۱۷ ۲۵۲۷ ۲۵۳۷ ۲۵۴۷ ۲۵۵۷ ۲۵۶۷ ۲۵۷۷ ۲۵۸۷ ۲۵۹۷ ۲۶۰۷ ۲۶۱۷ ۲۶۲۷ ۲۶۳۷ ۲۶۴۷ ۲۶۵۷ ۲۶۶۷ ۲۶۷۷ ۲۶۸۷ ۲۶۹۷ ۲۷۰۷ ۲۷۱۷ ۲۷۲۷ ۲۷۳۷ ۲۷۴۷ ۲۷۵۷ ۲۷۶۷ ۲۷۷۷ ۲۷۸۷ ۲۷۹۷ ۲۸۰۷ ۲۸۱۷ ۲۸۲۷ ۲۸۳۷ ۲۸۴۷ ۲۸۵۷ ۲۸۶۷ ۲۸۷۷ ۲۸۸۷ ۲۸۹۷ ۲۹۰۷ ۲۹۱۷ ۲۹۲۷ ۲۹۳۷ ۲۹۴۷ ۲۹۵۷ ۲۹۶۷ ۲۹۷۷ ۲۹۸۷ ۲۹۹۷ ۳۰۰۷ ۳۰۱۷ ۳۰۲۷ ۳۰۳۷ ۳۰۴۷ ۳۰۵۷ ۳۰۶۷ ۳۰۷۷ ۳۰۸۷ ۳۰۹۷ ۳۱۰۷ ۳۱۱۷ ۳۱۲۷ ۳۱۳۷ ۳۱۴۷ ۳۱۵۷ ۳۱۶۷ ۳۱۷۷ ۳۱۸۷ ۳۱۹۷ ۳۲۰۷ ۳۲۱۷ ۳۲۲۷ ۳۲۳۷ ۳۲۴۷ ۳۲۵۷ ۳۲۶۷ ۳۲۷۷ ۳۲۸۷ ۳۲۹۷ ۳۳۰۷ ۳۳۱۷ ۳۳۲۷ ۳۳۳۷ ۳۳۴۷ ۳۳۵۷ ۳۳۶۷ ۳۳۷۷ ۳۳۸۷ ۳۳۹۷ ۳۴۰۷ ۳۴۱۷ ۳۴۲۷ ۳۴۳۷ ۳۴۴۷ ۳۴۵۷ ۳۴۶۷ ۳۴۷۷ ۳۴۸۷ ۳۴۹۷ ۳۵۰۷ ۳۵۱۷ ۳۵۲۷ ۳۵۳۷ ۳۵۴۷ ۳۵۵۷ ۳۵۶۷ ۳۵۷۷ ۳۵۸۷ ۳۵۹۷ ۳۶۰۷ ۳۶۱۷ ۳۶۲۷ ۳۶۳۷ ۳۶۴۷ ۳۶۵۷ ۳۶۶۷ ۳۶۷۷ ۳۶۸۷ ۳۶۹۷ ۳۷۰۷ ۳۷۱۷ ۳۷۲۷ ۳۷۳۷ ۳۷۴۷ ۳۷۵۷ ۳۷۶۷ ۳۷۷۷ ۳۷۸۷ ۳۷۹۷ ۳۸۰۷ ۳۸۱۷ ۳۸۲۷ ۳۸۳۷ ۳۸۴۷ ۳۸۵۷ ۳۸۶۷ ۳۸۷۷ ۳۸۸۷ ۳۸۹۷ ۳۹۰۷ ۳۹۱۷ ۳۹۲۷ ۳۹۳۷ ۳۹۴۷ ۳۹۵۷ ۳۹۶۷ ۳۹۷۷ ۳۹۸۷ ۳۹۹۷ ۴۰۰۷ ۴۰۱۷ ۴۰۲۷ ۴۰۳۷ ۴۰۴۷ ۴۰۵۷ ۴۰۶۷ ۴۰۷۷ ۴۰۸۷ ۴۰۹۷ ۴۱۰۷ ۴۱۱۷ ۴۱۲۷ ۴۱۳۷ ۴۱۴۷ ۴۱۵۷ ۴۱۶۷ ۴۱۷۷ ۴۱۸۷ ۴۱۹۷ ۴۲۰۷ ۴۲۱۷ ۴۲۲۷ ۴۲۳۷ ۴۲۴۷ ۴۲۵۷ ۴۲۶۷ ۴۲۷۷ ۴۲۸۷ ۴۲۹۷ ۴۳۰۷ ۴۳۱۷ ۴۳۲۷ ۴۳۳۷ ۴۳۴۷ ۴۳۵۷ ۴۳۶۷ ۴۳۷۷ ۴۳۸۷ ۴۳۹۷ ۴۴۰۷ ۴۴۱۷ ۴۴۲۷ ۴۴۳۷ ۴۴۴۷ ۴۴۵۷ ۴۴۶۷ ۴۴۷۷ ۴۴۸۷ ۴۴۹۷ ۴۵۰۷ ۴۵۱۷ ۴۵۲۷ ۴۵۳۷ ۴۵۴۷ ۴۵۵۷ ۴۵۶۷ ۴۵۷۷ ۴۵۸۷ ۴۵۹۷ ۴۶۰۷ ۴۶۱۷ ۴۶۲۷ ۴۶۳۷ ۴۶۴۷ ۴۶۵۷ ۴۶۶۷ ۴۶۷۷ ۴۶۸۷ ۴۶۹۷ ۴۷۰۷ ۴۷۱۷ ۴۷۲۷ ۴۷۳۷ ۴۷۴۷ ۴۷۵۷ ۴۷۶۷ ۴۷۷۷ ۴۷۸۷ ۴۷۹۷ ۴۸۰۷ ۴۸۱۷ ۴۸۲۷ ۴۸۳۷ ۴۸۴۷ ۴۸۵۷ ۴۸۶۷ ۴۸۷۷ ۴۸۸۷ ۴۸۹۷ ۴۹۰۷ ۴۹۱۷ ۴۹۲۷ ۴۹۳۷ ۴۹۴۷ ۴۹۵۷ ۴۹۶۷ ۴۹۷۷ ۴۹۸۷ ۴۹۹۷ ۵۰۰۷ ۵۰۱۷ ۵۰۲۷ ۵۰۳۷ ۵۰۴۷ ۵۰۵۷ ۵۰۶۷ ۵۰۷۷ ۵۰۸۷ ۵۰۹۷ ۵۱۰۷ ۵۱۱۷ ۵۱۲۷ ۵۱۳۷ ۵۱۴۷ ۵۱۵۷ ۵۱۶۷ ۵۱۷۷ ۵۱۸۷ ۵۱۹۷ ۵۲۰۷ ۵۲۱۷ ۵۲۲۷ ۵۲۳۷ ۵۲۴۷ ۵۲۵۷ ۵۲۶۷ ۵۲۷۷ ۵۲۸۷ ۵۲۹۷ ۵۳۰۷ ۵۳۱۷ ۵۳۲۷ ۵۳۳۷ ۵۳۴۷ ۵۳۵۷ ۵۳۶۷ ۵۳۷۷ ۵۳۸۷ ۵۳۹۷ ۵۴۰۷ ۵۴۱۷ ۵۴۲۷ ۵۴۳۷ ۵۴۴۷ ۵۴۵۷ ۵۴۶۷ ۵۴۷۷ ۵۴۸۷ ۵۴۹۷ ۵۵۰۷ ۵۵۱۷ ۵۵۲۷ ۵۵۳۷ ۵۵۴۷ ۵۵۵۷ ۵۵۶۷ ۵۵۷۷ ۵۵۸۷ ۵۵۹۷ ۵۶۰۷ ۵۶۱۷ ۵۶۲۷ ۵۶۳۷ ۵۶۴۷ ۵۶۵۷ ۵۶۶۷ ۵۶۷۷ ۵۶۸۷ ۵۶۹۷ ۵۷۰۷ ۵۷۱۷ ۵۷۲۷ ۵۷۳۷ ۵۷۴۷ ۵۷۵۷ ۵۷۶۷ ۵۷۷۷ ۵۷۸۷ ۵۷۹۷ ۵۸۰۷ ۵۸۱۷ ۵۸۲۷ ۵۸۳۷ ۵۸۴۷ ۵۸۵۷ ۵۸۶۷ ۵۸۷۷ ۵۸۸۷ ۵۸۹۷ ۵۹۰۷ ۵۹۱۷ ۵۹۲۷ ۵۹۳۷ ۵۹۴۷ ۵۹۵۷ ۵۹۶۷ ۵۹۷۷ ۵۹۸۷ ۵۹۹۷ ۶۰۰۷ ۶۰۱۷ ۶۰۲۷ ۶۰۳۷ ۶۰۴۷ ۶۰۵۷ ۶۰۶۷ ۶۰۷۷ ۶۰۸۷ ۶۰۹۷ ۶۱۰۷ ۶۱۱۷ ۶۱۲۷ ۶۱۳۷ ۶۱۴۷ ۶۱۵۷ ۶۱۶۷ ۶۱۷۷ ۶۱۸۷ ۶۱۹۷ ۶۲۰۷ ۶۲۱۷ ۶۲۲۷ ۶۲۳۷ ۶۲۴۷ ۶۲۵۷ ۶۲۶۷ ۶۲۷۷ ۶۲۸۷ ۶۲۹۷ ۶۳۰۷ ۶۳۱۷ ۶۳۲۷ ۶۳۳۷ ۶۳۴۷ ۶۳۵۷ ۶۳۶۷ ۶۳۷۷ ۶۳۸۷ ۶۳۹۷ ۶۴۰۷ ۶۴۱۷ ۶۴۲۷ ۶۴۳۷ ۶۴۴۷ ۶۴۵۷ ۶۴۶۷ ۶۴۷۷ ۶۴۸۷ ۶۴۹۷ ۶۵۰۷ ۶۵۱۷ ۶۵۲۷ ۶۵۳۷ ۶۵۴۷ ۶۵۵۷ ۶۵۶۷ ۶۵۷۷ ۶۵۸۷ ۶۵۹۷ ۶۶۰۷ ۶۶۱۷ ۶۶۲۷ ۶۶۳۷ ۶۶۴۷ ۶۶۵۷ ۶۶۶۷ ۶۶۷۷ ۶۶۸۷ ۶۶۹۷ ۶۷۰۷ ۶۷۱۷ ۶۷۲۷ ۶۷۳۷ ۶۷۴۷ ۶۷۵۷ ۶۷۶۷ ۶۷۷۷ ۶۷۸۷ ۶۷۹۷ ۶۸۰۷ ۶۸۱۷ ۶۸۲۷ ۶۸۳۷ ۶۸۴۷ ۶۸۵۷ ۶۸۶۷ ۶۸۷۷ ۶۸۸۷ ۶۸۹۷ ۶۹۰۷ ۶۹۱۷ ۶۹۲۷ ۶۹۳۷ ۶۹۴۷ ۶۹۵۷ ۶۹۶۷ ۶۹۷۷ ۶۹۸۷ ۶۹۹۷ ۷۰۰۷ ۷۰۱۷ ۷۰۲۷ ۷۰۳۷ ۷۰۴۷ ۷۰۵۷ ۷۰۶۷ ۷۰۷۷ ۷۰۸۷ ۷۰۹۷ ۷۱۰۷ ۷۱۱۷ ۷۱۲۷ ۷۱۳۷ ۷۱۴۷ ۷۱۵۷ ۷۱۶۷ ۷۱۷۷ ۷۱۸۷ ۷۱۹۷ ۷۲۰۷ ۷۲۱۷ ۷۲۲۷ ۷۲۳۷ ۷۲۴۷ ۷۲۵۷ ۷۲۶۷ ۷۲۷۷ ۷۲۸۷ ۷۲۹۷ ۷۳۰۷ ۷۳۱۷ ۷۳۲۷ ۷۳۳۷ ۷۳۴۷ ۷۳۵۷ ۷۳۶۷ ۷۳۷۷ ۷۳۸۷ ۷۳۹۷ ۷۴۰۷ ۷۴۱۷ ۷۴۲۷ ۷۴۳۷ ۷۴۴۷ ۷۴۵۷ ۷۴۶۷ ۷۴۷۷ ۷۴۸۷ ۷۴۹۷ ۷۵۰۷ ۷۵۱۷ ۷۵۲۷ ۷۵۳۷ ۷۵۴۷ ۷۵۵۷ ۷۵۶۷ ۷۵۷۷ ۷۵۸۷ ۷۵۹۷ ۷۶۰۷ ۷۶۱۷ ۷۶۲۷ ۷۶۳۷ ۷۶۴۷ ۷۶۵۷ ۷۶۶۷ ۷۶۷۷ ۷۶۸۷ ۷۶۹۷ ۷۷۰۷ ۷۷۱۷ ۷۷۲۷ ۷۷۳۷ ۷۷۴۷ ۷۷۵۷ ۷۷۶۷ ۷۷۷۷ ۷۷۸۷ ۷۷۹۷ ۷۸۰۷ ۷۸۱۷ ۷۸۲۷ ۷۸۳۷ ۷۸۴۷ ۷۸۵۷ ۷۸۶۷ ۷۸۷۷ ۷۸۸۷ ۷۸۹۷ ۷۹۰۷ ۷۹۱۷ ۷۹۲۷ ۷۹۳۷ ۷۹۴۷ ۷۹۵۷ ۷۹۶۷ ۷۹۷۷ ۷۹۸۷ ۷۹۹۷ ۸۰۰۷ ۸۰۱۷ ۸۰۲۷ ۸۰۳۷ ۸۰۴۷ ۸۰۵۷ ۸۰۶۷ ۸۰۷۷ ۸۰۸۷ ۸۰۹۷ ۸۱۰۷ ۸۱۱۷ ۸۱۲۷ ۸۱۳۷ ۸۱۴۷ ۸۱۵۷ ۸۱۶۷ ۸۱۷۷ ۸۱۸۷ ۸۱۹۷ ۸۲۰۷ ۸۲۱۷ ۸۲۲۷ ۸۲۳۷ ۸۲۴۷ ۸۲۵۷ ۸۲۶۷ ۸۲۷۷ ۸۲۸۷ ۸۲۹۷ ۸۳۰۷ ۸۳۱۷ ۸۳۲۷ ۸۳۳۷ ۸۳۴۷ ۸۳۵۷ ۸۳۶۷ ۸۳۷۷ ۸۳۸۷ ۸۳۹۷ ۸۴۰۷ ۸۴۱۷ ۸۴۲۷ ۸۴۳۷ ۸۴۴۷ ۸۴۵۷ ۸۴۶۷ ۸۴۷۷ ۸۴۸۷ ۸۴۹۷ ۸۵۰۷ ۸۵۱۷ ۸۵۲۷ ۸۵۳۷ ۸۵۴۷ ۸۵۵۷ ۸۵۶۷ ۸۵۷۷ ۸۵۸۷ ۸۵۹۷ ۸۶۰۷ ۸۶۱۷ ۸۶۲۷ ۸۶۳۷ ۸۶۴۷ ۸۶۵۷ ۸۶۶۷ ۸۶۷۷ ۸۶۸۷ ۸۶۹۷ ۸۷۰۷ ۸۷۱۷ ۸۷۲۷ ۸۷۳۷ ۸۷۴۷ ۸۷۵۷ ۸۷۶۷ ۸۷۷۷ ۸۷۸۷ ۸۷۹۷ ۸۸۰۷ ۸۸۱۷ ۸۸۲۷ ۸۸۳۷ ۸۸۴۷ ۸۸۵۷ ۸۸۶۷ ۸۸۷۷ ۸۸۸۷ ۸۸۹۷ ۸۹۰۷ ۸۹۱۷ ۸۹۲۷ ۸۹۳۷ ۸۹۴۷ ۸۹۵۷ ۸۹۶۷ ۸۹۷۷ ۸۹۸۷ ۸۹۹۷ ۹۰۰۷ ۹۰۱۷ ۹۰۲۷ ۹۰۳۷ ۹۰۴۷ ۹۰۵۷ ۹۰۶۷ ۹۰۷۷ ۹۰۸۷ ۹۰۹۷ ۹۱۰۷ ۹۱۱۷ ۹۱۲۷ ۹۱۳۷ ۹۱۴۷ ۹۱۵۷ ۹۱۶۷ ۹۱۷۷ ۹۱۸۷ ۹۱۹۷ ۹۲۰۷ ۹۲۱۷ ۹۲۲۷ ۹۲۳۷ ۹۲۴۷ ۹۲۵۷ ۹۲۶۷ ۹۲۷۷ ۹۲۸۷ ۹۲۹۷ ۹۳۰۷ ۹۳۱۷ ۹۳۲۷ ۹۳۳۷ ۹۳۴۷ ۹۳۵۷ ۹۳۶۷ ۹۳۷۷ ۹۳۸۷ ۹۳۹۷ ۹۴۰۷ ۹۴۱۷ ۹۴۲۷ ۹۴۳۷ ۹۴۴۷ ۹۴۵۷ ۹۴۶۷ ۹۴۷۷ ۹۴۸۷ ۹۴۹۷ ۹۵۰۷ ۹۵۱۷ ۹۵۲۷ ۹۵۳۷ ۹۵۴۷ ۹۵۵۷ ۹۵۶۷ ۹۵۷۷ ۹۵۸۷ ۹۵۹۷ ۹۶۰۷ ۹۶۱۷ ۹۶۲۷ ۹۶۳۷ ۹۶۴۷ ۹۶۵۷ ۹۶۶۷ ۹۶۷۷ ۹۶۸۷ ۹۶۹۷ ۹۷۰۷ ۹۷۱۷ ۹۷۲۷ ۹۷۳۷ ۹۷۴۷ ۹۷۵۷ ۹۷۶۷ ۹۷۷۷ ۹۷۸۷ ۹۷۹۷ ۹۸۰۷ ۹۸۱۷ ۹۸۲۷ ۹۸۳۷ ۹۸۴۷ ۹۸۵۷ ۹۸۶۷ ۹۸۷۷ ۹۸۸۷ ۹۸۹۷ ۹۹۰۷ ۹۹۱۷ ۹۹۲۷ ۹۹۳۷ ۹۹۴۷ ۹۹۵۷ ۹۹۶۷ ۹۹۷۷ ۹۹۸۷ ۹۹۹۷ ۱۰۰۰۷

اور خواجہ حافظ شیرازی نے جسکو ایک غول لکھکر بھیجی تھی۔ یہ مقبرہ اسوقت تک کبیر خلدیہ
 نہایت شکستہ حالت میں ہے۔ اکثر حصہ اسکا گر پڑا ہے۔ خوبصورت سنگیں شاہی احمد شاہ
 پائے ہنوز موجود ہیں۔ کوئی کتابہ نہیں ہے جس سے تاریخ معلوم ہو۔ شاہ لنگرہ

شاہ لنگر صاحب کی مسجد و مقبرہ

اس مسجد کی دھن ط
 یہ مسجد اور مقبرہ ایک پختہ چار دیواری کے اندر ہیں۔ مسجد چھ گز
 کی ہے۔ ایک ایک قطار میں تین تین گنبدین ہیں۔ یہ مسجد ریختہ بنی۔ ان کو کون مدفون ہیں
 ہے۔ مگر دروازوں کے چوکھٹ۔ ممبر۔ اور ستون جن پر گنبد قلاب بغداد کے شاہ
 ہیں تاجر کے ہیں۔ مسجد کا طول ۲۴ فٹ اور عرض ۳۰ فٹ اور دیواروں کے پائے یہاں اگر فوراً
 چھ فٹ چوڑی ہیں۔ یہ مسجد اسوقت بالکل شکستہ حالت میں ہے۔ اب الدین تبریزی کے
 پیل کے درختوں نے اکثر جگہ میں گنبدوں کو شق کر دیا ہے۔ کون مدفون
 اسکا گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ حروف سب پڑھے نہیں جا۔ حاجی
 ہیں۔ جب قدر پڑھا گیا۔ اسکی نقل ذیل میں لکھی گئی اس سے ظاہر ہوتا
 کہ یہ مسجد فیروز خان نے احمد شاہ کے عہد سلطنت میں تعمیر کی ہے۔
 شاہ نے ۱۲۸۰ ہجری سے ۱۳۰۰ تک بنگالے میں سلطنت کی ہے
 جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مسجد بہت قدیم زمانے کی ہے۔
 نقل کتابہ

فیروز خان +++ کبیر خلداسہ ملکہ الی یوم الدین +++ در وقت
پالت سند شاہی احمد شاہ +++ علی موسیٰ سلطان راجی الی -

شاہ لنگر صاحب کا مزار

اس مسجد کی دکن طرف شاہ لنگر صاحب کا مزار واقع ہے۔
کوئی کتابہ نہیں ہے۔ اُسکے قریب اور بھی ٹوپی قبریں ہیں۔ معلوم نہیں
ان میں کون کون مدفون ہیں۔ قدیم لوگوں سے مذکور ہے۔ کہ حضرت
شاہ لنگر صاحب بغداد کے شاہزادہ تھے۔ تارک الدینا ہو کر بہت ملکوں کی
سیر کرتے ہوئے یہاں آ کر فوت ہوئے۔ آئین اکبری میں مذکور ہے۔
کہ شیخ جلال الدین تبریزی کو بھی شاہ لنگر کہتے تھے۔ وہ بنگالے میں
آ کر بندر دیو محل میں مدفون ہوئے۔

حاجی بابا صاحب کی مسجد

زاین گنج کے محاذی مقام بندر میں حاجی بابا صاحب کی
مسجد واقع ہے۔ اور یہ جگہ مسجد بارہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ
ایک گنبد کی مسجد ہے۔ طول ۲۹ فٹ۔ عرض ۲۶ فٹ اور دیوار میں
ہفت چوڑی ہیں۔ مگر نہایت شکستہ حالت میں ہے۔ کتابے کی تحریر

مقبرہ حاکمی

سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مسجد کو حاجی بابا صاحب نے حسین شاہ کے عہد سلطنت میں تعمیر کی تھی۔ کتابے میں پورا سن پڑھا نہیں جاتا ہے۔ صرف نوٹسے معلوم ہوتا ہے۔ باقی مٹ گیا ہے۔

نقل کتابہ

قال الله تبارك وتعالى - وابن المساجد لله فلا تدعو مع الله أحداً
 بنو هذا المسجد المبارك في زمن السلطان علاء الدين المظفر
 حسين شاه السلطان خلد الله ملكه الملك المعظم المكدّم خادم النبي
 حاکمی الحرمین وزاید القدیمین حاکمی بابا صاحب +++ دی +++ وتسعیایه
 من الهجرة النبوية - سنة

ترجمہ

کہا اللہ بزرگ برتر نے اور تحقیق مسجدین میں واسطی اللہ کے
 پس نہ بلاؤ کسی کو ساتھ اللہ کے۔ بنی یہ مسجد مبارک زمانے میں سلطان
 برتر وینا اور دین کے ابو المظفر حسین شاہ سلطان ہمیشہ رکھے
 اللہ اسکے ملک کو۔ ملک معظم و مکرم خادم نبی حاکمی حرمین اور زیارت
 کرنے والا قدموں کا۔ حاکمی بابا صاحب ++ سہ ۹۰۰
 ہجری نبوی۔

مقبرہ حاجی بابا صالح

اس مسجد کی پورب طرف حاجی بابا صالح کا مقبرہ ہے۔ دیواریں
 اندر کی طرف اینٹ اور باہر کی جانب پتھر سے بنی ہوئی ہیں۔ اوپر ایک
 بلند طولانیٹ م ایٹ م ایٹ عرض، فیٹ کتابے کا پتھر ہنوز قائم ہے۔ جسکی
 قس یہ ہے اسکی بھی سنہ تاریخ مٹ گیا ہے۔

اللہ لا الہ الاہو لیجمعنکم الی یوم القیامہ لا یریب فیہ
 ومن اصدق من اللہ حدیثا... ہذا روضۃ الحاجی الحرمین الزاہر
 القادسین خادمہ النبی علیہ السلام حاجی بابا صالح اسم...
 فی تاریخ.. ربیع الاول من سنۃ اثنی....

ترجمہ

اللہ نہیں ہے کوئی اللہ مگر وہ جمع کرے گا تم کو قیامت کے دن
 میں ہے شک اس میں۔ اور کون ہے راست گویا وہ اللہ سے۔ یہ
 ہے روضہ حاجی حرمین اور زائر قدسین خادمہ نبی علیہ السلام حاجی بابا
 صالح کا۔ تاریخ.. ربیع الاول سنہ ۱۰۰۲.....

اسی مسجد اور مقبرہ سے نصف میل تفاوت پر مقام خوندگار
 شاہین اور ایک مسجد اسی حاجی بابا صالح کی بنائی ہوئی ہے۔ ایک

گنبد کی مسجد ہے۔ جس کا گنبد آٹھ سنگی ستون پر قائم ہے۔ طول ۴۴ فٹ عرض ۳۳ فٹ اور دیواریں ۶ فٹ چوڑی ہیں۔ پچھم کی طرف کی دیوار میں سنگی محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد اس نے حج کرنے کے قبل فتح شاہ کے وقت میں تعمیر کی تھی۔ کتابے میں اس کے نام کے قبل حاجی کا لفظ نہیں ہے۔ معلوم نہیں حاجی بابا صالح کون تھے۔ مگر ملک کے خطاب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑے عہدے دار تھے۔

نقل کتابہ

قال الله تعالى وان المساجد لله فلا تدعوه مع الله احدا قال
ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجداً بنی اللہ له قصر فی الجنة بنی ہند ہے۔ اس قلعہ کی
۱ مسجد المبارک الملک المعظم بابا صالح فی زمان السلطان ابن کے عہد کا طول
۲ سلطان جلال الدین ابوالمظفر فتح شاہ السلطان ابن بال ویران اور
محمود شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانیہ فی تاریخ اول شہ
ذی القعدہ سنہ ست و ثمانین و ثمان مائے من الهجرة النبویة

ترجمہ

کہا اللہ تعالیٰ نے اور تحقیق مسجدیں ہیں واسطے اللہ کے
پس نہ بلاؤ ساتھ اللہ کے کیسکو کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے بنائی مسجد

بنائے گا شد واسطے اسکے محل جنت میں۔ بنی یہ مسجد مبارک ملک معظم بابا صالح
 مانے میں سلطان ابن سلطان جلال الدین والدین ابوالمظفر قج شاہ
 سلطان ابن محمود شاہ سلطان ہمیشہ رکھے اس ملک کو اسکے اور سلطنت
 کو اسکی تاریخ پہلی شہر ذیقعد ہشتہ ہجری نبوی سے۔

سوناکاندا کا قلعہ

یہ قلعہ نراین گنج کے مقابل لکھیا اور دہاسری ندیوں کے ملنے
 کی جگہ پر واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اراکانی اور مگون کی تاخت روکنے
 کے لیے یہاں فوج رکھنے کی نہایت ضرورت تھی۔ یہ قلعہ بھی میر حملہ کا
 بنایا ہوا ہے۔ اس قلعہ کی شکل چو گوشہ ہے۔ درمیان میں برج
 ہیں۔ اسکے احاطہ کا طول ۲۹۶ فیٹ اور عرض ۱۹۰ فیٹ ہے۔ یہ قلعہ
 اسوقت بالکل ویران اور وہاں کے زمینداروں کے علاقے میں ہے۔

حاجی گنج کا قلعہ

یہ قلعہ نراین گنج کے متصل لکھیا ندی کے کچھ پار واقع ہے۔
 یہ قلعہ بھی انہیں اراکانی اور مگون کی تاخت روکنے کے لیے میر حملہ نے
 بنایا تھا۔ اسوقت صرف اسکے اندر کی دیواریں اور برج قائم ہیں۔

اور بالکل شکست ہو گیا ہے۔

حاجی گنج کی مسجد اور مقبرہ

یہ مسجد اور مقبرہ ایک پختہ چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ چھک
طول و عرض ۱۰۰ فٹ فیٹ ہر طرف سے برابر ہے۔ اور دیواریں ۱۲ فٹ اونچ
ہیں۔ اسکے اندر تین گنبد کی ایک مسجد ہے۔ طول ۹۰ فٹ اور عرض ۱۲ فٹ
اور مقبرہ ۹۰ فٹ مربع یعنی طول و عرض برابر ہے۔ اور اس پر ایک گنبد ہے جس کے دیوانے و
جس کا کسب قدر حصہ ٹوٹ کر گر پڑا ہے۔ مسجد کا کتبہ نہیں ہے۔ معلوم نہیں اس مقام پر کون سا علاقہ
کیا ہوا۔ یہ مسجد اور مقبرہ بھی امیر الامرا نواب شایستہ خان کا تعمیر کیا ہوا ہے۔ انہوں نے جب اس مقام
اور مقبرہ اسکی لڑکی بی بی مریم کا ہے۔ یہ جگہ اس وقت مقبرہ کے نام سے مشہور ہے۔

قدم رسول کی درگاہ

نراین گنج کے محاذی لکھیا ندی کے پورب جانب قدم رسول
کی درگاہ واقع ہے۔ یہ ایک مشہور درگاہ ہے جس میں ایک نقش قدم
جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے۔ پہلے اس درگاہ کے
مکان کو دیوان منور خان نے بنایا ہے۔ جو دیوان عیسیٰ خان مسند علی کا

رہا تھا۔ دیوان عیسیٰ خان نے چند زمانے تک سونارگانوں میں مستقل
 حکومت کی تھی جسکو شاہ جہان بادشاہ کے وقت میں مان سنگہ
 نے ہزیمت دیکر گرفتار کر کے دہلی لے گیا تھا۔ اُسکا پرپوتا دیوان منور
 شاہ جہان بادشاہ کے اخیر عہد سلطنت اور اورنگ زیب بادشاہ
 وائل سلطنت کے زمانے میں تھا۔ قدیم لوگوں کا بیان ہے کہ
 ان منور خان کو سرکاری باقی مالگذاری ادا کرنے کے واسطے
 بہ دارننگالے کے دیوان نے ڈھاکے میں طلب کیا تھا۔ وہ تعمیل
 کے واسطے مقام ہیبت نگر علاقہ ممین سنگہ سے جہان وہ رہتا تھا
 کہ روانہ ہوا۔ جب اُس مقام پر پہنچا جہان اسوقت درگاہ قدم
 دل ہے۔ اُسکی کشتی میں آگ نہ تھی۔ اُسنے ملاحون کو حکم دیا کہ
 ان کے مستول پر چڑھ کر دیکھیں کہ کہیں کوئی بستی نظر آتی ہو تو وہاں
 آگ لے آویں۔ اسوقت لکھیا ندی کے دونوں طرف بالکل جنگل
 میں بستی کا نام و نشان نہ تھا۔ اور کوئی کشتی بھی اسوقت نظر نہیں
 آتی تھی ایک ملاح نے کشتی کے مستول پر چڑھ کر دیکھا کہ دریا کے پورب پار
 پر جنگل میں دھواں ہو رہا ہے اوسنے مستول سے اتر کر بیان کیا اور
 اسی سے دیوان کے چند آدمیوں کو لیکر اُس مقام پر گیا جہاں دھواں
 رہتا تھا۔ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ ایک سیر مرد اور اسکی بی بی ایک پتھر کے

تنگے کے پاس نہایت ادب سے بیٹھ کر یو بان جلا رہے ہیں۔ انھوں نے
 پوچھا کہ ”تم کون ہو اور یہ کیا کر رہے ہو“ پیر مرد نے جواب دیا کہ میں نے
 اس پتھر کو حسین رسول کریم کے قدم مبارک کا نقش ہے۔ عرب سے اور اداسے مالگزار
 لا کر اپنے گھر میں رکھا تھا۔ یہیں شب گذشتہ کو خواب میں الامام ہوا۔ کہ یہ رخصت ہو کر پھر
 اس پتھر کو اسی جنگل میں لا کر رکھیں۔ اس لیے ہم یہاں لائے ہیں۔ اور ہم نے پتھر کو چھوڑ گیا
 منتظر ہیں کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ دیوان کے نوکر یہ سن کر اور آگ لیکر لایا تھا۔ لیکر کشتی
 وہاں سے کشتی پر آئے۔ اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا۔ دیوان سے لے کر وہ خشک قلم ہرا
 بیان کیا۔ وہ یہ سن کر نہایت مشتاق ہو کر خود وہاں پہنچا اور پیر مرد اور اسے بدیکھ کر نہایت متعجب
 اس کی بی بی کو دیکھا۔ اور پیر مرد کا بیان سن کر پوچھا کہ کیا یہ اصل نقش حسین بن علی ہے؟
 قدم رسول صلعم کا ہے۔ اور اس کی کیا سند ہے؟ پیر مرد نے کہا کہ کوئی بل پتھر مکان بنوا کر اس
 منت مانے اگر پوری ہو تو سچا جائے۔ دیوان نے منت مانی کہ اگر اندم رسول کے نام
 ڈھاکے میں مجھ پر سرکار کی طرف سے کسی طرح کی بدسلوکی اور میرے یہ مکان تعمیر ہوا۔
 بے عزتی ہو۔ اور اداسے مالگزاری کی مہلت ملے۔ اور یہ خشک قلم نے جو انتہی
 قلم جو اس وقت میرے کان پر ہے اس کو کہیں میں بند کئے دیتا ہوں
 اگر بیان پر آنے تک تازہ اور سرسبز ہو جائے گا اور اسکے پتے نکلیں گے
 تو میں اس کو سچا سمجھوں گا اور اس مقام پر ایک مکان بنوا کر اس میں اس
 نقش قدم کو رکھوں گا۔ یہ منت مان کر دیوان کشتی پر آیا۔ اور دوسرے
 بجلا تھا جس کو اس نے

زڈھا کہ روانہ ہوا۔ ڈھا کہ ہنچکر متعجب ہوا کہ سرکار کی طرف سے
 ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی نہیں ہوئی بلکہ بعزت و توقیر مہمان نوازی
 لگی۔ اور اداے مالگذاری کے واسطے بھی مُہلت ملی۔ وہ
 حاکم کے سے رخصت ہو کر پھر اسی مقام پر پہنچا جہاں پیر مرد اور
 شہنشاہ کے قدم کے پتھر کو چھوڑ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے اس بکس کو
 مین قلم بند کیا تھا۔ لیکر کشتی سے اوترا۔ اور پیر مرد کے روبرو بکس
 لاتو دیکھا کہ وہ خشک قلم ہر اور تازہ ہو گیا ہے۔ اور اُس مین پتے
 ملے ہیں۔ یہ دیکھ کر نہایت متعجب ہوا۔ اور لہدق دل مان لیا کہ
 یقت مین نقش قدم حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور
 ان ایک نختہ مکان بنوا کر اُس مین اُس قدم شریف کو رکھا۔ جب سے
 درگاہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ کون سنہ
 ۔ جب یہ مکان تعمیر ہوا۔ مگر اس درگاہ کی روشنی وغیرہ کے واسطے
 طان شجاع نے جو انشی بیگزہ زمین جائیدادی تھی۔ اسکی سند کی تاریخ
 ۱۰۰۰ جلوس شاہ جہاں بادشاہ اور مطابق ۱۶۵۲ء ہے۔ اور وہ
 مذہبوز ڈھا کہ کی کلکٹری مین موجود ہے۔

چند زمانے کے بعد اس درگاہ کا مکان نہایت شکست اور
 بدم ہو چلا تھا جسکو ۱۹۱۱ء ہجری مطابق ۱۳۵۸ء مین ڈھا کہ کے

باشندے اور ضلع پیرہ کے متعلق پر گنہ گارہ کے زمیندار شیخ غلام نبی
نے از سر نو مرمت کرائی اور سابق سے بڑے پیمانہ پر تعمیر کرایا اسکے
کتابے کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علیہ و آلہ و صحابہ

چون غلام نبی از صدق یقین	ساخت نذر نبی این کا شانہ
سال تایخ وی از پردہ غیب	ہا لقم گفت سعادت خانہ

۱۰۰ھ ہجری

اس درگاہ کی دھن کی طرف سابق کے لشکر خانہ کا ٹوٹا ہوا ہوتی ہے۔ نواب
مکان ہے۔ اور اتر کے جانب نائب ناظم ڈھاکہ نواب نصرت جنگ تھا۔ اور ہر سال
اور نواب غازی الدین حیدر کے بنائے ہوئے مکانات نہایت شکست اور
اور ویران حالت میں ہیں۔ ان مکاتوں میں نواب صاحبان مغفور
آکر رہتے تھے اور انکی آراستگی تھی۔ اور پورب طرف حجرے تھے۔ جو
درویش و سالکین رہتے تھے۔ یہ مکانات بھی بالکل شکست ہو گئے ہیں۔ پر گنہ گار پور میں رام
دو منزلیہ نوبت خانہ اور ڈیوڑھی جو لکھیا ندی کی طرف ہے۔ (دار السلطنت)

اور دور سے نظر آتا ہے۔ ۱۲۰ھ ہجری مطابق ۱۷۸۵ء عیسوی میں بنی جگہ ہے۔ جہاں
شیخ غلام نبی مذکور کے تیسرے لڑکے شیخ غلام محمد نے تعمیر کیا ہے۔ صرف ایک مٹی کا
اور دو سو فٹ چوڑا

بیت خوبصورت مکان ہے جسکے کتابے کی نقل یہ ہے۔

م بنی راسیوم نور چشم	کہ بہت اوعنلام محمد بجان
درگہ نقش پایے رسول	ز فضل خدا ساخت آن نوجوان
تو او را بحق بنی پ	بجز و نشان دار در و جهان
ماریخ تعمیر جستم خرد	بافتا عنلام محمد بدان

شہ ۱۲۲۵ھ

اسوقت اس درگاہ کی مرمت وغیرہ نواب صاحبان ڈھاکہ کی سے ہوتی ہے۔ نواب سر احسن اللہ بہادر نے اسکی اچھی مرمت کی ہے۔ اور ہر سال ربیع الاول کی بارہویں کو مولود شریف سال و طعام داری ہوتی ہے۔

بلال باڑی

پرگنہ بکرم پور میں رام پال ایک مشہور جگہ ہے۔ جو راجگان سینہ بدھانی (دار السلطنت) تھا۔ اسی رام پال میں۔ بلال باڑی نامی جگہ ہے۔ جہاں بلال سین کا مکان اور محل تھا۔ اسوقت زمین صرف ایک مٹی کا ٹیلا نظر آتا ہے۔ جو تین ہزار فیٹ مربع اور دو سو فیٹ چوڑا ایک خندق سے گھیرا ہوا ہے۔ بلال سین

کے محل کی علامت اسوقت اینٹ کے چند ڈھیر اور دیوار کی
 بنو موجود ہے۔ اُسکے قریب اور ایک خندق ہے۔ جو اگنی گنڈ کے
 نام سے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ بلال سین بابا آدم کی لڑائی میں
 ہزیمت پا کر اسی اگنی گنڈ میں مع اپنے قبائل اور کٹنے کے جل گیا ہے۔ ہرے۔ مزار پکا بنا ہوا
 بابا آدم کی قبر بھی اُسکے قریب دو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بہت عمدہ بنی ہوئی۔
 اُسکے نزدیک رام پال دگھی ہے۔ جسکی لبنائی ایک میل اور اینٹ چوڑی ہے
 چوڑائی پانٹو گز تھی۔ اسوقت بہت حصہ اسکا خشک ہو گیا ہے۔ بن میں گنبد گر پڑا ہے
 اسی دگھی کے اتر طرف گجر یہ کا درخت ہے۔ جسکے دو تیرے بڑے سجدے ہوئے ہیں۔ جو
 سیدھے تنو ہاتھ بلند ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ درخت چیر و جی (لایموت) بن ملک کافور کی تعمیر
 ہے۔ اسکا قصہ یہ ہے کہ یہ درخت بلال سین کی ڈیوڑھی کے مقابلہ میں بابا آدم کو
 میں نہایت خشک اور بوسیدہ حالت میں تھا اسہیں ہاتھی باندھے تھے کہ کاٹھا۔ جسکا قصہ
 تھے۔ ایک روز کئی ایک ریشی (مہند و عابد) بلال سین کو اُسے کمان رعایا کو کاڈن کر
 احسان کے عوض میں دعا دینے کو آئے تھے۔ اور بلال سین اسوقت بڑا مہاتما تھا۔ اُسے
 محل میں تھا۔ اور انھوں نے اپنے آنے کی خبر کی۔ اُسکے آنے میں ناز کر کے بسکی دعویٰ
 جب دیر ہوئی انھوں نے وہ دعا اس بوسیدہ درخت کو دیدی۔ اور اُسے اکا
 سے وہ اسی وقت تازہ ہو گیا۔ اور تپے نکل آئے۔ راجہ یہ خبر سنے کہ اسی نے ایک ٹکڑا
 محل سے دوڑتا ہوا باہر آیا۔ مگر وہ ریشی چلے گئے تھے۔

بابا آدم کی قبر اور مسجد

بابا آدم کا مزار اور اسکی مسجد رام پال سے قریب ڈومیل کے
 وت پر ہے۔ مزار پتھا بنا ہوا ہے۔ اور چھت کھلی ہوئی ہے۔ اور مسجد
 بند کی بہت عمدہ بنی ہوئی ہے۔ طول ۹۴ فیٹ اور عرض ۳۸ فیٹ
 ردیواریں ۸ فیٹ چوڑی ہیں۔ درمیان میں دو سنگی ستون گنبد کو سنبھالے
 لئے ہیں۔ تین گنبد گر پڑی ہیں مسجد کے کتابے کی تحریر سے معلوم ہوتا
 ہے۔ کہ یہ مسجد ۱۰۳۰ ہجری مطابق ۱۶۴۳ء میں ابوالنظر فتح شاہ کے
 نے مین ملک کافور کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ جو اسوقت حاکم اُسٹرن
 تھا۔ معلوم نہیں بابا آدم کون تھا۔ مگر مشہور ہے کہ وہ ایک صاحب
 نفس لکے کا تھا۔ جسکا قصہ یہ ہے۔ کہ راجہ بلال سین کے عہد حکومت
 میں مسلمان رعایا کو گاذب کر کے کی ممانعت تھی۔ ایک مسلمان جو رام پال
 سے قریب رہتا تھا۔ اُس نے منت مانی تھی کہ اگر خدا مجھ کو لڑکا دے تو ایک
 سے ذبح کر کے بسکی دعوت کرونگا۔ خدا کی عنایت سے اُسکے گھر ایک
 بابا پیدا ہوا۔ اور اُس نے ایک گائے ذبح کر کے اپنی منت پوری کی۔
 اتفاقاً چیل نے ایک ٹکڑا گوشت کا لیکر راجہ کے محل میں ڈالا راجہ اُسے
 کھتے ہی غصے سے بخود ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ جس نے یہ بے دھرمی کام کیا ہے۔

اُسے جلد حاضر کرو۔ چنانچہ وہ شخص پکڑ آیا۔ اور راجہ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ راجہ بلال سین کو لقین
 اُسے راجہ سے اپنی منت کی حقیقت ظاہر کی۔ راجہ نے اُسکے لڑکے کو باجیا با آدم سے لڑنے
 حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب اُسے لڑکے کو حاضر کیا۔ راجہ نے اُسے قتل کروا دیا اور راجہ بلال سین کو لڑنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے لڑکے کے غم میں دیس
 بدیس پھرتا ہوا اور داد خواہی کی فریاد کرتا ہوا مکہ معظمہ پہونچ کر با آدم گیا۔ اُنوقت تم سب
 پاس گیا۔ اس نیک مرد نے اسکا ماجرا سنکر اُسکے ساتھ چلنے اور بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ دونوں شخص مکہ سے روانہ ہوئے۔ ہندوستان میں
 پہنچتے ہی بہت سے جنگ آزمودہ سپاہی یہ ماجرا سنکر اُنکے ساتھ ہو گئے۔ اُنکے لڑکے سے وہ کہوتر
 اور رام پال میں پہونچ کر راجہ کے محل کے قریب کنائی جنگ میں جہاں
 مسجد ہے خیمہ زن ہوئے۔

بلال سین نے با آدم کے سپاہیوں کو اپنے سپاہیوں سے
 زیادہ جری اور کار آزمودہ دیکھ کر خود لڑنے کی درخواست کی۔ با آدم
 راضی ہوا۔ اور دونوں چوڑہ دتک لڑے۔ مگر کوئی کسی پر غالب نہیں
 آیا۔ اخیر روز جب با آدم ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ بلال سین نے
 پیچھے سے جا کر تلوار چلائی مگر کارگر نہ ہوئی۔ با آدم نے پھر کر دیکھا اور
 ہنس کر کہا کہ کوئی تلوار کام نہیں کریگی۔ اِلا میری تلوار یہ لیکر بھر نماز
 میں مشغول ہوا۔ اور اُسکی تلوار سامنے رکھی ہوئی تھی۔ بلال سین نے

وار اٹھالی۔ اور ایک ہی ضرب میں سرتن سے جدا کر دیا۔

راجہ بلال سین کو یقین ہو گیا تھا کہ اس لڑائی میں وہ فتحیاب ہوگا۔ جب بابا آدم سے لڑنے جاتا تھا۔ ایک کبوتر کو اپنے کُرتے میں رکھ لیا کرتا تھا۔ اور اپنے قبائل کے لوگوں سے کہہ دیتا تھا کہ یہ کبوتر بغیر میرے تنہا آئے سمجھ لینا کہ میری ہزیمت ہوئی۔ اور مارا گیا۔ اُس وقت تم سب اپنے کو اس آگ کے گنڈ میں جو ہر وقت رہتا تھا۔ ڈال کر بھسم کر ڈالنا تاکہ دشمن کے ہاتھ نہ آوے۔ اُس روز بابا آدم کو قتل کر کے ایک تالاب میں جو نزدیکی تھا غسل کرنے گیا۔ اُسکے کرتے سے وہ کبوتر نکل کر محل میں چلا گیا۔ محل کے لوگ کبوتر کو دیکھ کر سمجھے۔ کہ راجہ مارا گیا۔ سب کے سب اُس آگ کے گنڈ میں گر کر جل گئے۔ راجہ محل میں آیا اُسکے قبائل واقارب جل کر خاک ہو گئے تھے۔ یہ دیکھ کر اُس نے بھی اپنے کو اُس گنڈ میں مارا۔ اور جل کر خاک ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اور کوئی بلال سین تھا بلال سین ہنن جسے ہندو قوموں کی تفریق کی ہے۔ جو اخیر مہاجسکے ہاتھ سے مسلمانوں نے ملک بنگالہ لیا تھا۔

نقل کتابہ مسجد بابا آدم

قال الله تعالى وان المسجد لله فلا تدعوه مع الله احدا وقال

البنی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجد آفی الدینا بنی اللہ له قصر
 فی الجنة۔ بنی هذا المسجد الجامع الملك المعظم ملک کافور فی
 زمان السلطان جلال الدینا والدین ابو المظفر فتح شاہ السلطان
 ابن محمود شاہ السلطان فی تاریخ اوسط شہر جب سنہ ثمان
 وثمانین ثمانائے ستہ

رکابی بازار

ترجمہ

کہا اللہ تعالیٰ نے اور تحقیق مسجدین میں واسطے اللہ کے پیر
 نہ بلاؤ ساتھ اللہ کے کیسکو۔ کہا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے بنائی
 دنیا میں بنائے گا اللہ واسطے اسکے محل جنت میں۔ بنائی یہ جامع مسجد ایک ہی گنبد ہے۔
 ملک بزرگ ملک کافور نے زمانے میں سلطان جلال دینا اور دیہاتے جو نیچے نقل کی گئی
 کے ابو المظفر فتح شاہ۔ سلطان ابن محمود شاہ سلطان تاریخ اوسط شہر میں ملک عبد
 شہر رجب ستہ ہجری۔

راجہ باڑی کا مٹھ

یہ مٹھ راجہ باڑی پولیس اسٹیشن سے دو میل کے فاصلے
 واقع ہے۔ اور پدماندی سے نظر آتا ہے۔ یہ مٹھ اینٹ کار بنی
 بنا ہوا ہے۔ بلندی اسکی انسی فٹ اور نیچے کا چوڑا ترے تیس فٹ

قال اللہ تعالیٰ ان

کہتے ہیں کہ اس مٹھ کو چاند راے اور کد ار راے نے اپنی مان کے
 ط پر تعمیر کیا ہے۔ اور یہ دونوں راے ۱۲۰ فٹ کے اوسط
 بکرم کے مستقل حاکم تھے۔ چند سال ہوئے کہ وہاں کے زمینداروں
 نے پھر اسکی مرمت کی ہے۔

رکابی بازار کی سلیمان شاہی مسجد

یہ مسجد منشی گنج سے تین میل کے تفاوت پر رکابی بازار میں واقع
 ہے۔ اور رخیہ کی بنی ہوئی ہے۔ طول ۳۶ فٹ اور عرض ۲۴ فٹ
 صرف ایک ہی گنبد ہے۔ دیواریں ۱۴ فٹ چوڑی ہیں۔ اس کے
 سے جو نیچے نقل کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد ۱۱۹۷
 ۱۱۹۷ھ میں ملک عبدالحمید ابن امین خان فیضیہ نے
 سلطنت میں حضرت علی میاں سلیمان معروف سلیمان شاہ
 کے تعمیر کی ہے۔ تاریخ بنگالے سے ظاہر ہے کہ امین سلیمان شاہ
 ۱۱۹۷ھ سے ۱۲۰۷ھ تک سلطنت کی ہے۔

نقل کتابہ مسجد

قال الله تعالى ان المساجد لله فلا تدعوه مع الله احدا قال

ابن ابی علیہ السلام من بنی مسجد فی الدینا بنی اللہ له سبعین قصو
فی الجنة هذا المسجد مع ما من المقام فی عهد سلطان الزمان
حضرت اعلیٰ میان سلیمان +++ المکرم المعظم المظفر ملک عبد
میان ابن امین خان فقیہ میان فی التاریخ من شہری العقد سنہ
ست و سبعین و تسعمائة ۹۷۶ھ

ترجمہ

کہا اللہ نے تحقیق مسجدین بن واسطی اللہ کے پس نہ بلاؤ
کسی کو ساتھ اللہ کے۔ کہہ سبانی علیہ السلام نے جسے بنائی مسجد
میں بنائے گا اللہ واسطی اسکے سات مل جنت میں۔ یہ مسجدین مع
ما من (بنین) زمانے سلطان وقت حضرت اعلیٰ میان سلیمان الم
و معظم ملک مظفر عبد اللہ میان ابن امین خان فقیہ میان تارخ شہری
سنہ نو سو چھتر ہجری۔

اعظم پورہ کی دو مندر مسجد

یہ مسجد سنہ ۱۱۷۷ھ میں فیض اللہ کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ مسجد ایک
گنبد کی ہے۔ اور اسکی اتر طرف حجرے کا مکان نہایت وسیع
اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ نیچے کی منزل میں کوٹھریاں ہیں

ابو اور من اور حجرے کا مسک

نقل

بیت

لا اله الا الله

ان حق شناس فیض
وہر حصول عین یقین
سکن واکران صاحب
پے تاریخ آن عباد
اللہ مسکون کبیرۃ



یہ پل بھی ڈھاکہ
وہ واقع ہے۔ اس پل
صاحب مجسٹریٹ نے اہل
یہ ایک مستحکم اور خوبصورت

برسجد اور صحن اور حجرے کا مکان ہے۔

نقل کتاب مسجد یہ ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لا اله الا الله محمد الرسول الله

ساختہ مسجد کے بوجہ الحق	حق شناس فیض اسد
عابدان را وسیلہ اوثق	بر حصول عین یقین
مثل قصر بہشت پر رونق	من ذا کران صاحب شوق
در دلم ریخت معنی البق	تا یخ آن عبادت گاہ
معبود جاکم کمال حق	مکرم کبیۃ الله

سنتہ

پل آہنی ڈھاکہ

یہ پل بھی ڈھاکہ کی ایک مشہور چیز ہے۔ جو دولائی ندی کے واقع ہے۔ اس پل کو سنہ ۱۸۳۷ء مطابق سنہ ۱۲۵۷ھ میں مندرجہ
ب جسٹریٹ نے اہالیان شہر کے چند سے تعمیر کیا ہے
استحکم اور خوبصورت پل ہے۔

چوک

یہ ایک بازار ہے نہایت وسیع اور خوبصورت جو شہر کے
 پچھم حصے میں واقع ہے۔ یہ ایک مربع زمین نیچی دیواروں سے
 گھیری ہوئی ہے۔ اسکی چاروں طرف چوڑی سڑکیں ہیں۔ پچھم
 ایک بڑی توپ رکھی ہوئی ہے۔ جسکو مسٹر والٹر محبٹرٹ نے سواری کے اندر جاری ہے۔ جس
 گھاٹ سے جو بڑے کٹرے کے دھکن جانب بوڑھی گنگاندی کے نہایت چوڑی ہے۔ جو
 کنارے پر واقع ہے۔ لاکر چوک میں رکھی ہے۔ اس توپ کے ٹانہ میں نکلی ہیں۔ کچے پل
 مقابلہ کے اسی گھاٹ میں اور ایک توپ اس سے بہت بڑی بازار کا پل۔ تانہی باز
 تھی جسکے دہانے میں ایک آدمی بیٹھ سکتا تھا۔ دریا شکستہ منور ہے۔ ناظر کے بازار
 میں وہ توپ غرق آب ہو گئی ہے۔ یہ دونوں توپیں امیر الامراہل۔ بالو بازار کا پل۔ وہ
 جہلہ کی لائی ہوئی ہیں۔ یہ چوک بھی والٹر صاحب نے بنایا ہے۔ جن پر صد ہا سال
 یہ زمین سابق میں قلعہ کا ایک حصہ تھا۔ جس میں سے پھر کو دوکان فیروزہ کی آمد و شد جاری
 لگتی ہیں۔

اس وقت شہر ڈھاکہ کا طول و عرض وغیرہ

شہر ڈھاکہ بوڑھی گنگاندی کے اتر پارلہ دریا واقع ہے۔ جس کا نام شہر کے محلوں
 پورب طرف ایک نشیب زراعتی میدان جو لکھیا ندی تک پھیلا ہے

اور کچھ سمت طرف جنگل ہے۔ حسین آیام قدیم کی بہت سی پُرانی
 جدین مقبرے۔ اور اُجرے ہوئے باغات وغیرہ ہیں۔ اسوقت
 شہر کا۔ پورب۔ کچھم۔ چارمیل اور عرض اتر۔ دھن۔ سوامیل
 کے پورب حصے میں دولائی ندی ہے۔ اور اسکی ایک شاخ
 کے اندر جاری ہے۔ جسپر پتے پل بنے ہوئے ہیں۔ یہ شاخ
 بانہایت چوڑی ہے۔ جو جلد کے نام سے مشہور ہے۔ اور بہت
 شاخین نکلی ہیں۔ پتے پلون میں نراندیہ کاپلے راے صاحب
 بازار کاپلے۔ تانسی بازار کاپلے سینڈی کاپلے۔ امیر خان کاپلے
 ور ہے۔ ناظر کے بازار کاپلے۔ چاند خان کاپلے۔ سرچیک کا
 بابو بازار کاپلے۔ وغیرہ یہ نہایت مستحکم رختہ پل بنے ہوئے
 جن پر صد ہا سال سے لوگوں کی اور گاڑی گھوڑے۔ ہاتھی
 کی آمد و شد جاری ہے۔ اسوقت شہر میں اصل دو بڑی
 ہیں۔ ایک لال باغ سے دولائی ندی تک۔ پورب کچھم
 سے زائد ہے۔ دوسری پُرانی پلٹن سے بوڑھی گنگادی
 تر دھن سوامیل ہے۔ انکی شاخین بہت سی سڑکین اور کوچے
 نام شہر کے محلوں سے گزرے ہیں۔

سرکاری عمارتیں

ڈھاکہ کالج جو ۱۹۴۷ء میں بنا ہے۔ سنت ٹامس چرچ معروف
 بہ انگریزی گرجہ۔ جیل خانہ۔ پبلک پھانک۔ ڈفورڈ ہسپتال۔ کو تواری
 ججی عدالت۔ منصفی عدالت۔ کلکٹری۔ اور فوجداری کی کچہریاں ہیں۔ لاہور میں ڈھاکہ۔ چار
 شہر میں اور بھی گرجے ہیں۔ ارمنی گرجا۔ ارمنی ٹولہ میں گریک کاتھولک اور نیکول
 چرچ معروف بہ رومی گرجہ۔ چوک کے پورب۔ مشنری چرچ صدومہ میں۔ شامل کئے
 گھاٹ کے قریب بنگلہ بازار میں اور رومن کیتھولک چرچ کلتہ بازار دیا جائے۔ اور
 میں واقع ہے۔

بہرہ نشی ام تقسیم بنگال و جدید عمارتیں شہر ڈھاکہ

صوبہ بنگال ایک بہت ہی وسیع صوبہ تھا۔ ایک طرف
 اوسکی آبادی اس قدر زیادہ تھی۔ اور روز بروز اس درجہ بڑھتی جا پانچ ریاستیں
 تھی۔ کہ اوسکی ہر اک بات کو دیکھنا بھاننا اور اہل صوبہ کی پور بن صلع سمبھور اور او
 داد خواہی کرنا گورنمنٹ کیلئے ایک نہایت ہی مشکل امر تھا۔ اس چند ان کوئی نقد
 علاوہ اسکے صوبہ آسام کی زراعت میں اس قدر روز افزون تر
 تھی۔ گورنمنٹ کو اسکے طرف ایک خاص توجہ کی ضرورت پڑا

سب جوہات اور اسکے علاوہ اور بہت سی ایسی باتیں تھیں
 سب سے پہلی مصلحت معلوم ہوئی کہ صوبہ بنگال دو حصوں میں
 تقسیم کر دیا جائے۔ تاکہ کام بچائے اور موز مملکت خوش خورشید
 اسلئے سنہ ۱۹ء میں واسلرے ہند کی یہ رائے ہوئی۔ کہ
 قریب بنگال و آسام کے نام سے ایک نیا صوبہ قائم کیا جائے۔
 صوبہ میں ڈھاکہ۔ چانگانون۔ مالدہ ٹیپیرہ۔ اور آسام کی موجود
 کشتری اور نیز بنگال کے وہ اضلاع جو راجشاہی کے نام سے
 نام ہیں۔ شامل کئے جائیں۔ ڈھاکہ اس صوبہ کا دارالسلطنت
 دیا جائے۔ اور ہڈ کوارٹر چانگانون میں ہو۔ اسمین ایک
 لیٹو کنسل اور ایک بورڈ آف ریونیو بھی ہو۔ آبادی اس
 کی تقریباً ۳۱ لاکھ کے ہوگی۔ جس میں ۱۸ لاکھ مسلمان اور بارہ
 ہندو ہوں گے۔

موجودہ صوبہ بنگال سے اگرچہ مشرقی اضلاع اور چھوٹا
 کی پانچ ریاستیں اس حالت میں اس سے علیحدہ ہو جائیں گی۔
 ضلع سبیلپور اور اوڑیسہ کی ریاستیں شامل ہو جانے سے
 چند ان کوئی نقصان نہوگا۔ بلکہ اسکی آبادی ویسی ہی رہے گی۔
 اس رائے کے خلاف میں سارے ملک میں ایک شور مچا دیا

طرح طرح کے عذر پیش کئے گئے۔ لیکن وائسرائے ہند نے یقین دلایا کہ تقسیم بنگالہ سے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اونکا نقصان ہوا۔ یہ اونکی غلط فہمی ہے۔ برخلاف اسکے اونکا اسمین سراسر فائدہ ہے۔ کیونکہ تقسیم ہو جانے سے گورنمنٹ کو اونکی داد خواہی کرنے اور اونکے ہر اک بات پر غور و فکر کرنے کا کافی موقع ملیگا۔

چنانچہ تقسیم بنگالہ کی ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہوئی۔ لارڈ کرزن اور سوقت مین وائسرائے ہند تھے۔ اور سر اینڈرو فریزر لفتنٹ گورنر تھے۔ لیکن اس نئے صوبہ کے سب سے پہلے لفتنٹ گورنر بہادر سر ہامفلیٹک فیلر ہوئے جنکے بعد ۱۹۰۶ء میں جوجہ سرینسی لاٹ ہیر مشرقی بنگال اور آسام کے لفتنٹ گورنر مقرر ہوئے۔ اور ہنوز حکمران ہیں۔

ڈھاکہ جو کسی وقت میں اسلامی دارالسلطنت تھا ایک مدت دراز کے بعد سلطنت انگلشیہ میں پھر راجدھانی قرار پایا۔ زمانے نے کروٹ بدلی۔ او سکے سوتے ہوئے نصیب جاگ اڑے۔ اور ترقی کی ایک نئی ہوا چلنے لگی۔

چنانچہ خاص ڈھاکہ میں ایک سول اسٹیشن قائم ہوا اور ان مقامات میں جہاں عروج اسلام کے زمانہ میں پرتکلف

ت اور شاہی ایوان کا
مقامات پھر از سر نو
ایک نیا قصبہ آباد ہوا۔
جسکی چوحدی حسب ذیل
رہنما گاہ اور چار ٹولی۔
ال۔ جاتر باٹری۔ اور
ال۔ اور پچھم جانب

کرزن ہال اور ڈھاکہ
کالج ہوٹل (طباء
ڈھاکہ انجینئرنگ کالج
لفتنٹ گورنر صاحب
ڈاک بنگلہ۔

اسکے علاوہ حکاموں

ت اور شاہی ایوان کھڑے تھے۔ خدا کا شکر کرنا ایسا ہوا کہ
مقامات پھر از سر نو آباد ہونا شروع ہوئے۔ اور ان یرون
ایک نیا قصبہ آباد ہوا۔ جو کہ نیوٹاؤن کے نام سے مشہور ہے۔
ملکی چوحدی حسب ذیل ہے۔ اتر کی طرف اسکاٹن۔ دھنڈی
غیر گاہ اور چمار ٹولی ہے۔ پورب۔ کٹ گھر۔ برہمن چیرن۔
س۔ جاتر باڑی۔ اور جوڑائیں ہے۔ دھن کی جانب بوڑھی
۔ اور چھم جانب سنار ٹنگر اور بوڑھی گنگاندی ہے۔

ماہین مین جو جوئی عمارتیں بنی ہیں وہ حسب
ذیل ہیں

لزن ہال اور ڈھاکہ کالج۔

کالج ہوسٹل (طبا کے رہنے کا مکان)

ڈھاکہ انجینئرنگ کالج معہ ہوسٹل۔

فٹنٹ گورنر صاحب کاپلیس (کوٹھی)

ڈاک بنگلہ۔

سکے علاوہ حکاموں کے رہنے کی بڑی بڑی کوٹھیاں بنی ہیں۔

اسکو علاوہ چند ایسی بھی عمارتیں ہیں جنکی بنائیکی تجویز ہوئی ہے۔

نمبر ۱ سکرٹریٹ آفس۔

۲ پوسٹ ماسٹر جنرل آفس۔

۳ مینوسیل مارکٹ وغیرہ وغیرہ۔

برہ سی و حکیم شاعران کا

(تذکرہ شعرائے غلیات فرمودہ خواجہ محمد فضل صاحب)

افضل

افضل - خواجہ محمد افضل المتخلص بہ افضل (دختر زادہ نواب سر عبد الغنی بن - آپکی طبیعت

جنت آرا نگاہ) ابن انزیل نواب خواجہ محمد یوسف خان بہادر خلف خوتال کی ۱۱ تاریخین

محمد مہدی فردوس مہد ولد خواجہ محمد اشرف مرحوم ولد خواجہ محمد فضل خلدنشا ۸۲ قطعات لکھے ہیں

رئیس اعظم شہر عظیم آباد۔

آپکے اور آپکے قبلہ گاہ قبلہ و کعبہ کی جا پیدائش ڈہاکہ ہے۔

آپنے اپنی تاریخ ولادت خود لکھی ہے جو ذیل میں ہے۔

از باد سور قلب بتارم جو گل شکفتہ	شکر خدا ز کتم عدم آمد مہد مہر
----------------------------------	-------------------------------

خواجہ محمد فضل آمد بدھر۔	جستم چو سال را دیم از آسمان
--------------------------	-----------------------------

۱۸۷۵ء

نواب سر احسن اللہ

آپ اندر گریوٹ ہیں۔ آپکی استعداد فارسی کی وافی ہو۔ اور کچھ کم ہو گیا تھا اور اب

نظام دلالت کے لیے کافی۔ آپکی طبیعت کا رجحان تاریخی گوئی کی طرف
 اس طرح ہے۔ آپ سید محمود آزاد کے تلامذہ ارشدین سے ہیں۔ اور
 عروض میں بھی آپ کو خوب دخل ہے۔ مجموعہ تاریخ کی تین جلدیں ضخیم اور
 مختصر فارسی دیوان اور کچھ اردو غزلین جو اجاب کے اصرار سے لکھی گئی ہیں
 سی نظر سے گزری عنہم ماہ سپر ایک رسالہ آپ نے رحلت پر
 رت نواب بیگم سراحسن اللہ مرحوم میں تصنیف فرمایا ہے
 ن صرف قطعات تاریخ رحلت جو ایک ہفتہ کے اندر لکھے گئے تھے۔
 ہیں۔ آپکی طبیعت پر گو اور کلام پُر زور ہے۔ داغ دہلوی کے
 ل کی اء تاریخین نکالی ہیں۔ اور نواب سراحسن اللہ مرحوم کی رحلت
 ۸۲ قطعات لکھے ہیں۔

آپ شہر میں افضل المورخین مشہور ہیں۔ اور آپکے استاد والا زاد
 تاریخ ثانی (بلحاظ مہارت مشق تاریخی گوئی) سے خطاب فرماتے تھے
 یمن میں آپ کو بڑی مشق اور کمال مہارت حاصل ہو چلتے پھرتے
 نکالے ہیں۔ اور اکثر لاش دفن ہونے کے پیشتر فی البدیہہ
 تاریخ مکمل ہو جاتا ہو

ب سراحسن اللہ بہادر کے ارتحال کے بعد سے انکا جو ش
 کم ہو گیا تھا اور اب انکے استاد اور ہمنواہ کی تو اثر اموات

نے دل بالکل پتر مردہ کر دیا ہو۔ تاہم اُن کا دم ہر دم دُبا کہ میں غنیمت ہے۔ وہ وہنا

تاریخ خطاب یا فتن جناب نواب سر حسن اللہ بہادر

ایک حسام تر است قلب ویت قرب	برہمہ حکام ملک حکم تو مالک قاب
بہر قضا ہر زمان امر تو قائم مقام	بہر قدر بہر نفس حکم تو نایب مناب
صعود بہمدت خور و طعمہ و نفاہ باز	گر بہ بعونت زند پنجہ بشیر ان غاب
احسن نام آور ان مفتح ہندوستان	ای لقب سر ز تو یافت بسی اب تال
از شرف قصر تو بیشک گرد و ہما	بر سر دیوار آن گر بہ نشیند غرا
برکت خاک از نی بہر تیمم کف	گوید چرخ برین کاشکہ بود دم ترار
افضل تاریخ از زہ صدق و صفا	گفت کہ نواب مایافت ہمایون خطا

۱۵۱۵

مقدم فضل جاری میں ہر اک تل و من	سبز و لالہ نعمان سب بنار شک چہر
ہو نسیم سحری نغمہ کشن نافہ گل	نغمہ سے جس کو بخون نافہ اہوئے خضر
ہر گل مسج نمونہ ہے رخ مہوش کا	سنبل لطیب ہے یا طرہ پر سچ و شکر
کیا لکھتا ہوا جو بن ہی پری دامن کا	گویا پھیلا کوہیاں لال پرستی دا
غزل سبزی کی سبزہ نے بچھائی مسند	ناز باو صبا چلتی ہے جسر تن تر
کبھی تھم تھم کر بستا ہو کبھی جھم جھم	جیسے سنگت ہی گرویک طبلہ کی

نغمہ سے خور



KILBANE
BRICK

وہ شکر کہ جلتی ہے نسیم
نہیں شمع کی رنگت کا عجب
کیا باغ میں نواب کے آئی ہے

نکلا ہے نخل زمردین مگر درِ عدن
 سرنگون شرم سے ہے لالہ نئی جیسے دھن
 چادرِ آب روان بنگئی انارِ چین
 پھٹ پڑا صحن گلستا نہیں کیسا جوین
 ناز بو پر کرے ہر ناز بواب کھولے دین
 آسمانی ہوا خود رنگ لباسِ سوسن
 کوئی چرخِ زمیں کٹائی گھٹا کی چلمن
 طائرِ قبلہ نما جوشِ طرب میں پرزن
 احسن اللہ قمر کو کہہ نوابِ ز من
 سروِ سرخیل سران سروِ نوابِ احسن
 ترے انعام کی بدلی ہو کہ بھادو کی بھرن
 کہتے جاتے ہیں ملک چرخِ سحرِ احسن
 افضل اللہ شادی نورِ خطابِ احسن

من نسیان ذہنا لو نکو کیا درِ بہار
 ہر سے بادِ صبا کے متبسم غنچے
 اللہ کے طلسمِ اثرِ فضلِ بہار
 سیرتِ نرگس ہو سخن پر سیرِ دال
 عینِ کو کہ گلچین نے بھرا ہوا مان
 عوہد لی ہو خزان کی تو چھائی بدلی
 چمکے ہے کہ نظارہ گلشن کیلیے
 طاؤس کے طاؤس بھی ہیں قصان
 رضا مجمعِ اخلاق حسن
 بزمِ میں ہو آج بصدِ یارب
 مار کی بارش ہو کیسا دن کی بھری
 شکر کی تونے جو لکھی ہے مدحت
 کہ کلک گھر سلک نے سالِ جوی

۱۳۱۵ھ

گلشنِ دل ہو ہوئی دوزخِ انکی کلفت
 صاف آتی ہے نظرِ لال پر ہی کی صورت
 بلبلیں شاخونہ میں نغمہ طرازِ عشرت

شکر کہ چلتی ہے نسیمِ عشرت
 صبح کی رنگت کا عجب عالم ہے
 باغِ میں نواب کے آئی ہو بہار

دلکش احسن مین ہو روکش باغ جنت	بلے سیرابی و سرسبزی و زینت
عدل انصاف مین ہر چہ کہ خدا کی رحمت	سر حکام فلک مرتبہ سر جوں او دہن
اور تمنا بھی عنایت کیا با صد عطر	احسن اللہ بہادر کو دیا سر کا خطاب
آہو کو مادہ سے شیر زون کو صیبت	انکے ہی عہد مین گرہ کو عصافیر
بیٹھے گر بوم تو بچائے ہما کی صورت	ہے سعادت بھر انکا جو قصر عالی
اہل ہاکہ مین تمام انکی رہن منہ	بخشش آب سے سیراب ہوا ہر دہاکہ
اپنا بنجاؤ دہن نافہ مشک تبت و چارم راگست	انکے خلاق کی نکت کی کرن گزشت
دیکھو نواب نے اب یابی خطاب خلعت مل از شش جہاں	کلک فضل نے لکھا سال سچی فی الفو

۱۸۹۸ء

تاریخ وفات

سوی جنت فی اب احسن اللہ کہ بود	مہر خشان سپہ عزت و جاہ و جلال
بر کشید فضل مکر آہ و سالش نورم	کرد نواب حسن بہادر بانی جہاں

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات حسرت آیات نواب سر عبدالغنی

بہادر کے سی۔ اس آئی

ہست این دنیا چو ماری باہر نقش و نگار	افضل آن باشد کہ بروی نہ بند و ہشتانی کردان و آج بحر عشر
--------------------------------------	---

صفحہ روی زمین پر دمدم برساتی ہو
 رشک جنت لکشا ہو دیکھو تو ضوان کے
 جب میں سو نوے عشرت فلک پہا ہوا
 اے سلیم اللہ سلیم الطبع تیری عمدہ من
 سایہ میں فرخ ہما عدل کے تیرے کرے
 آتش غیظ و غضب کاہ سان جلجا کوہ
 قاضی پنج برین بھی شملہ اپنا تمام کے
 رسیمان عمر ہوئی یا خدا اُسکی دراز

رشک شہای جنم عیش طرب مشکِ حباب
 اینکہ می بنم بہ بیدار سیت یا رب یا بنو اب
 آسمان کہنو لگا یا لبتنی کنت تراب
 بچہ آہو و بز کو شیر و تیا شیر غاب
 صغوبازی باز اور کبکٹ خی با عفا
 ہیبت صولت ہو تسلی کا بھی ہر آب
 دیکھو ہی حیرت تیری قصر زرین قیاس
 اگر دن دشمن میں ہو موت کی ہر طمان

تاریخ ختہ

اینٹ ہر تہ پور نواب سلیم اللہ ما
 کلک ہر سلک فضل کے نابل زور تہم

گشت مخنوں چون فضل حضرت جلی
 سال ہجرت کے حال شداد اسم غلی

تاریخ خطاب یافتن جناب نواب سید معظم حسین صاحب
 سب رویت حج پیشینہ شایستہ باد

نہے یافت سید معظم حسین
 چہ نواب سید معظم حسین

ز قیصر جو تشریف نواب
 رقم کرد کلکم سنین افضا

تاریخ خطاب یافتن جناب نواب سید محمد خان بہادر

سید محمد خان بہادر

خطاب یافتن جناب

خطاب یافتن جناب

خطاب یافتن جناب

خطاب یافتن جناب

خطاب یافتن جناب

خطاب یافتن جناب

خطاب یافتن جناب

یافت از فیض خطابان بہادر ہاشم	اسید محمد عالم الففت نشان
سال ہجری خطابت طلبش کن قم	علا سید محمد خان بہادر نیکے

۱۳۵۲

بیخ خطاب یافتن جناب خواجہ محمد یوسف صاحب خان بہادر

بصد اعزاز و حشمت خان بہادر	خواجہ محمد یوسف احمد شد
میرے والد وہ ذوالعز و التفاضل	مہر چرخ و ماہ برج عزت
جو بحر فہم کے ہیں بے بہادر	مثل جنک اصاف باطن
ہے جنبہ لطف خالق کا تواتر	مصر و لما سے خلائیوت
دلا جو کچھ کہ تھا مکنون تصدیر	ہے کیا مقدم بالہر روز آج
بہ اصغای نوید عیش پرور	بہر کوش احباب گمراہ
کما کر متھکا بالعن فانصی	من فضلک هذا الہی
کند خون جگر ہر دم تقاطر	پشیم حساد و ہم اعدا
سنہ در بیت زریں بے تفکر	فضل نمود از حرف منقوطہ
پدر را مہر خان خان بہادر	رب مبارک باہمہ سور

تاریخ وفات راجہ راجندر زراہین رائے

فرازیشت شبذیر اجل گشتہ جہان سجا	و با مرگ راجہ راجندر زراہین رائے
بدیہ خانہ فضل مسیحی سال کو نشا	مہر عینہ راجہ راجندر زراہین رائے

۱۹۶۱ء

تاریخ آمد زلزله

الطی دشت اهد مستی دشت

محفوظ ز چرخ چرخ دوام بر کشای گره زلف خود
هم ز آفت بومین نگه دار به این گره عارفان
آمد چو نظر به سپ احباب صف رخ را نموده ای
شق کرد دل حزن و افکارین و گفتم رای گلبد
سبب زلزله مصیبت آتشی
منتهی

یارب تو بدار خلق عالم
دام ز حوادث زمانه
زلزال تباہ کرد پنجاب
افتاد بحسب لزه صعب
ترقیم نمود کاک فضل

زل مطاح و دوعمر

منتهی از دیوان فارسی اصل
عشقل مطاح سه غزل

زینین بین بان کای جگر گم نام

شد در سر سودای تو بهوش ز سر
قربان امانی تو و انداز نظر
تا باد صبا زلف ترا ساخته بر لب
دار و ز کلف داغ بدل جسم تو
بر باد ز سر چنگ فلک فسر و سبان
صد زخم دل و یک نظر لطف تو
نارون کل خون به کشتن تو
سوز از خجسته تری با تهنیت

دل شد هدف ناوک ناز تو جگر هم
دل دوختی از سیر نگه بلکه جگر هم
جمعیت دلمای جهانی شده بر باد
مهرست جگر تفت ز مهر خشت اشوخ
بر جاہ مکن ناز که شد تاجوران را
صد در دغم و یک تر مهر تو در مان

ان خون کل خون به کشتن تو

سوز از خجسته تری با تهنیت

هر لحظه با غیار ز تو لطف جدید است
بر افضل بیچاره گئے نیم نظر هم

ان خون کل خون به کشتن تو

سوز از خجسته تری با تهنیت

او بدل ممان و من در جستجو افتاده ام
بانوید سخن آقرب دور از و افتاد شمن کو ایسا بد نماه صبا

گاہ برساتی بکاہی بر سبوا فتاده ام	ولہ	کشیائی گرہ زلفت خود را	ولہ	نیایہ بیند گر عارفانت
کشی مات بکسر ہمہ مشک چین را	ولہ	گبر و تر سارا سلمان میکنی	ولہ	قید در چاہ زخندان میکنی

منتخب از دیوان اردو افضل

ال مطاح و عسر لہ بر زمین غزل داغ دہوی

اجی ہر روز کا امر و ز فردا ہم نہ مانینگے	مین نہیں ہاں کا یہ جھگڑا ہم نہ مانینگے
تعب اُنکا کنا ہوئیہ عوا ہم نہ مانینگے	دومین سیدھا اُسکو شانہ لیکو شاپٹ
یہ بل لینا ترخی لف و تا کا ہم نہ مانینگے	اک بوسہ لک جو ہم کرتے ہیں دکر
وہ سنسکر یہ کہتے ہیں کینا ہم نہ مانینگے	مین زیارت روزیا کی ہوئی حال
کرینگے حشر مین اک حشر رہا ہم نہ مانینگے	لہو سٹھا اور حیا تھی با سانی مین
حریم خاص مین تھو آپ تنہا ہم نہ مانینگے	وہ تشنہ رخ کتر تو قن باطل ہے
ہم ہوں آج لاش و نون لکجا ہم نہ مانینگے	عون کا ہون بہا کشتو کا کتہ ہین
قیامت ہر انصاف اور ہو کیا ہم نہ مانینگے	بار خنجر سے تری ہاتھو مین از ظالم
کلا کیو کر کے گا تیرا لومہا ہم نہ مانینگے	من کو ایسا بزماد صبا مبارک ہو
تھو دل مین ہو داغ ایسا ہم نہ مانینگے	

تقاضا طبع کی جودت کا افضل ہے یہی ہر دم
غزل اک اور بڑھ خاموش رہنا ہم نہ مانگے

صبح دم ماہ جبین گھر کو چلا ماہ کیسا تھ
غم ہوا کہ کوہ بلا غم سے میں اک کا ضعیف
پاس صد کا ہے ترے ورنہ میرا نہ
ماہ غشب جو میرے ماہ جبین کو بچھے
یا دین گوہر دندان کی زبان میں رشک ولہ
اشک کی موی چھلکتی ہو کر خیم کا جام
شرم مویں کو دکھانے پہ تھی کیا کیا تکرار

از سہ غزل

تاری گنو ایگی شب بہتری افشان مجھ کو
جوش سودا میں ہوا گھر مر ازندان مجھ کو
مسی مالیدہ لب و زبان کا لاکھا اسپر
دردندان کے تصور میں میں قتا ہوں
قد جانان کے تصور میں جو جان نکلی ہو
سروازی جو ملی خلعت نام سے مرے
حسرتوں کا نہ ہوا خون ہوا میں کیا

تکے چنوائیگا موی گمراہی جان مجھ کو
طوق ہنسلی ہو سدا سل رک شریں مجھ کو
لالہ دکھلاؤ لگانیلو فرستان مجھ کو
گوہر آمودہ نظر آتا ہے دلمان مجھ کو
مے تربت تہ شمشاد گلستان مجھ کو
سر پہ پھرتا ہے لیے خار غیلان مجھ کو
کنج دل کم نہیں از گنج شہیدان مجھ کو

دین اک تو مہبات نہ آیا
افضل اک
تاکہ دین د

کوہ کو کونسی نسبت ہو بلکہ آہ کیسا تھ
لیے آغوش میں تاثیر کو ہے آہ کیسا تھ
بہ خودی میں کنوی جھانکا کر سوہا مال میں اید اس سے
چشمگین کیوں نکرے ابر بھر بار سے آنکھ اخون ہا کر ہنسے کھو
جبے دو چار مہوئی ہویت شہر سے آنکھی ہو غصہ میں دشنام
کیوں چرتے نہیں اہ وصل کی تکرار سے صبح پہ زلف سیاہ کا

مید دست خالی سے پھر

ریخ وفات حسرت
بقا شد دندان آن
شرف تابہ مغرب
گون اشک اردو
محال حسرت
مفضل محرو
تاریخ محنت

میں ہاتھ تو مہیا نہ آیا اسکا	اکاش چل ہو یا ہوئی جانان مجھکو
	افضل اک اور غزل لکھتا ہوں سطح میں تا کہ دین داد سخن سائے سخن دان مجھکو
غیج اس شک ہو کیون نہ خون ہو بدہ بھو و نکا خدنگ کر شمشہ لم میں امید اس سے کسی کو خون بہا کر منسے کھو لکر جی جو غصہ میں دشنام یار کا پہونچا سیج پہ زلف سیاہ بکھری ہے دست خالی سے پھر ہوا ہون	ولہ بہت تنگ بند قبا ہے کسی کا مرے دل پہ کاری لگا ہے کسی کا نہ دنیا میں وہ بیوفا ہے کسی کا لگے کہنے یہ خون بہا ہے کسی کا تو پائے لبے ہو پیغام یار کا پہونچا کہ چین میں قافلہ اک رنگبار کا پہونچا رنگا ہو خون میں جو اس گلزار کا پہونچا
نخ و فوات حسرت آیات قیصر مہد جناب اید و رد ہفتم اشد نہان آن قیصر ہند مروت تا بہ مغرب زیر خاتم مگون اشک از دامان گردون نام ارتحال حسرت اندود شہ افضل محزون بدہ تاریخ تحت نشینی قیصر ہند جار ج پنجم	اک زور خشنده بودہ اختر ہند کمینہ واہ شاہِ خاور ہند بیارد دم بدم بر کشور ہند نمودہ چون دویکیر یکیر ہند کنون رحلت نمودہ قیصر ہند

زہی شد بخت پدر جابج خامس

سیحی سنین جلوس افضل ایدین

المہار زولہما جو عنقا شدہ گم

رقم زد۔ بخت پدر جابج خجیم

دیگر در وفات شاہ ایدور دسان در صنت صوری معنوی

شہر دان برشتار عون اجل شتاب

یکتر آروستہ صر با بست ہشتا ہشتا

آو خان قیصر ہندوستان گردون رکاب

کاک افضل در بصوری معنوی صنت قم

قطعه صنعتی کہ از ہر مصرع سال جدا گانہ برے آید

چو خورشید رفت ہر بار زمین

ستم دیدہ افضل زوانشا سید

سپرستان شاہ ادور دوزد

بشد قیصر ہند ناگاہ فوت

آزاد۔ مولوی سید محمود عرف منجھے سید صاحب خلف

اسد الدین حیدر ابن سید علی ہدی خان بہادر خلف میر اشرف علی

رئیس شہر دہاکہ۔ آپکے اشعار گہر بار تانت و فصاحت و بلاغت سے نہ کوئی بدیت رت

ملوہین۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ اور علاوہ دیوان کے بہت سے کلام بنو دیوسید پر غریوہ

آپکے شاگرد رشید خواجہ محمد افضل صاحب کو پاس موجود ہیں۔ جنہیں بطور اخصا بیگند شور بیان

مشتہ از خروارے ہدیہ ناظرین ہی۔ آپ ارشد تلامذہ حافظ ضعیف صاحب ہم خان خیر چون کوہ آ

آپ کو پاری قصائد کے سمجھنے کے لیے معمولی استعداد کافی نہیں۔ آپکو سجد شود

کرت بینی ہو تھا۔ چنانچہ انتقال کے کچھ روز پیشتر جبکہ آپ باحواس تھے۔ ان آتش سیال بین غماز

اساتذہ کو دواوین مد نظر ہا کرتے تھے۔ اور قیلو کے بعد ابر آپ مطالعہ فرماتے ان آتش زدود بین طرہ

اعوان
نسخ
اب
تیز

آزاد

یک لاکھ چیدہ ابیات از بر تھے (العندۃ علی الراوی) اور بقول خواجہ
 فضل ایک مرتبہ دور فرمین پانچ چھ ہزار عمدہ اشعار سنائے تھے آپ فالج سے
 بیست و پینیسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اوایل میں اپنا
 لعل شید کیا کرتے تھے۔ آپ کی شغوی و بھجریں مدح نواب سر عبدالغنی
 عوم قابل دیدہ۔ آپ نے واقعہ ڈھاکہ ٹورینڈ و نظم کیا۔

از کلام نارسہ

مین روزگار بلا سرگذشت	کہ بر ہجده صد ہشت ہشتاد و ہشت
میں ہفتم ز اپریل ماہ	شدہ ڈھاکہ و اہل ڈھاکہ تباہ
میں عصر شنبہ ز سمت شمال	عقاب سیہ ابر بکشد وبال
میں رتج آن ابر نیلی پرند	چنان شد محیط سپر بلند
میں بوی بدست کردگار	سیہ کلمہ بست بر روزگار
میں یو سیہ پر غریو و غرنگ	بر آرام و تسکین از وعصہ تنگ
میں لشور میان جہان	چو آواز کاسکماں دغان
میں خیز چون کوه آتش فشان	شرر یز چون از دہا از دہان

بہترین
 نسخہ

قصائد

تشنہ سیال بین غما از ان باطن	یاران از خوشحال مین اکسیر کردار آمدہ
تشنہ آتش نمود دین طرہ نمود دین	چون آتش نمود دین خرم چو گلزار آمدہ

پتپاره زو حوراشود گنگ خورد گویاشود
هان حسن اشخان نگر میر فلک یوان نگر

کور از خورد بنیا شود تیار بیمار آمده
بافزده خاقان نگر در صفه بار آمده

تاریخ خطاب یافتن نواب سر حسن

خطاب سر مبارکباد نواب حسن اشدر
خطاب خطاب حامی اسلام تارخیش

که در گیتی سرور کرده نام آوران استی
ز روی سالهای هجری تقدیر عیان استی

رباعی

عید اضحی بفرخی آمد باز
احرام طواف بارگاه نواب

از دست مردم او غنچه دولما شد
بستم چو حاجیان مکه به حجاب

از چنگامه

صبح عید که از خنده نشاط پیام
ز جلوه گل طیسو سواد جنگله
ترانه های پیما و نغمه شاما
بلند مرتبه نواب حسن اشخان

منو در همه عالم نوید عشرت عام
ز عکس رنگ شفق چون کینا در آستان
درد ز سوز محبت با عاشقان پیغام
که هست بارگش مرجع امید انام

تاریخ وفات نواب سر عبدالغنی

ای جهان تسیره شو بچشم امید
میر غفران مآب سر نواب
خواجہ عبدالغنی که سلطانی

رخ میفروزد به و خورشید
افتخار محامد و القاب
کرد بے زحمت جهان با

دعائیں الہامیہ و طلال
سال وفات رضوان بخت

چون ز تاریخ ارتحال سوال
بریاض نصیبم ساکن گفت

مثنوی مدحیہ از کلام اردو

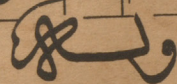
سید اضحیٰ آئی اور برسات ہو
عیش کا دن ہو خوشی کی رات ہے

مل کی خوبی سے مستی عام ہو
دختر ز مہمت میں بدنام ہے

مستی آتی ہے مستانہ گھٹا
توبہ کی قوت کو دیتی ہے گھٹا

تے ہیں نواب صاحب سبکی داد
کرتے ہیں اخلاق سے بہر دل کو شاد

سن اللہ خان گردون احتشام
نطق لیتا ہے ادب سے جز کا نام



نصیری پل اٹھتا ہو پھر
سبز گل سوز میں حسن میں ہو رشک فلک

کل باغین ہو یا کہ شفق پھولی ہو
چشم ز گیس ہو گرد و نیلہ چمن کو چشمک

راحت کیلئے اہل جان کہ ہر سمت
محل سبز کی صحرائیں بھی ہے تو شک

دائیسے صبا کو کبھی بھولونکی ہنسی
جنش بادِ سحر کو کبھی شاخونکی بچک

خج پہ ہے قوس قزح سے سمہ
دامن ابر پہ ہو بروں کو جلو سے دھنک

گل نے بچھایا ہو وہ دامن رنگ
مُرخِ نظارہ کو ہو خوف کہ جاؤ نہ اٹک

زخون کا ہر اک سمت ہو صحرائیں ہجوم
جکے چہرہ کی منک بادہ کشونکی ہو گزرک

قبال سناتا ہو آواز بلند
دشمنوں کو ترے من اور کہ البغض ملک

ایک دن میں وہ قصیدہ لکھا ہوا آزاد
جسکو کہنا ہے بجا نقد معافی کا محک

مسدس

فصل برسات کی ہوا اور ہر عید اضحیٰ
جس طرف دیکھیے ہنگامہ عشرت کی بیاں
جز نشاط و طرب و عیش نہیں کچھ چرچا
عزت افزا ہر ایک بزم میں جام صاحب

مفت کا گوشت گزک کیلئے ہمت ہے
موت کے پینے میں بہلا اب بھی کوئی دقت ہے

مردہ اور عیش کے گھنگھور گھٹائیں آئیں
بدلی رت فصل بھاری کی ہو آئیں
چمن دہر میں پھر نشو و نما آئیں
کان میں مرغ خوش اسحاکی صد آئیں

عام ہر رحمت باری چمن امکان میں
دھوم ہر عیش کی عشرتکدہ دوران میں

مختصر کر سخن آزاد کہ ہے وقت دعا
اس مسدس نے فصیحوں کا قلم توڑ دیا
ہے عجب طرز بیان اور ہی رنگ انشا
سیکھے تجھ سے کوئی اردو می معلیٰ کیا

ہے بلا فرق یہی طرز بیان وہی
سن لین بنگا ایمن اجاب بیاں وہی

سہرا در طوی جناب نواب عتیق اللہ بادر

آج ای بخت مبارک ہو تری سہرا
باندھ نواب جوان بخت کو سر پہ
اہتمام و گل و گوہر میں بھرا ہر بون
ابر نیسان کہ بنا آج یہ گز بھر سہرا

مکوا زاد یہ دعویٰ ہو قبول غالب | کیا کسی کا کوئی اس سہرے بہتر سہرا

مقرر - تخلص - حاجی سید محمد باقر طباطبائی خلف دوم سید محمد تقی مرحوم
 تاریخ انتقال
 ت ایندم از جهان سید محمد باقر آہ ۱۳ ۲۴
 افضل غمگین بنیشتہ سال ہجری یل
 من کلام باقر
 سلیم کبف داشتہ گردن بہم
 بی دل کردہ دریدہ سر شکم پر
 من در چشم من ناید بجز چشم دیگر
 کہ از چشمت ندیدہ چشم دوان بتر چینی
 منی ہموارہ دارد پشت بر قصد کمان دیگر
 میرساند راستی دلم بمطلب تیر را
 امید وصال از شب ہجران دید دیگر
 دیدہ امید را مژدہ دیدن دہم
 انہوہ اندوہ است در سکن باقر دیگر
 نہ صبا نہ مینا نہ دل سوزی نہ تیار

تاریخ رحلت سر عبد الغنی مرحوم

وس کہ آن اختر تابندہ ہند
 مطاع بود می ساخت مطیع
 از دیدہ نہان گشت بچشک زنی
 از بزل و عطا وجود و شیرین سخن
 در خلد رسیدان بیکدم زونی
 بکجا است ہا تہی غیبی گفت

بریم - خان خانان میرزا محمد بریم خان بہادر - اتالیق شہنشاہ جہان
 جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ابن سلطان بابر بادشاہ ہندوستان -
 انکی شہادت کی تاریخ - "شہید شد محمد بریم" - سے نکلتی ہو یہ کتاب نہایت
 خوشخط مطلقاً و پرکار نایاب روزگار خواجہ محمد فضل صاحب کے کتب خانہ میں
 میری نظر سے گزری - اسکا کاتب - بہبود کاتب ہو خان خانان مرحوم کے
 صاحب زاد کے کتب خانہ کے لیے سنہ ہجری میں پرگنہ جالندہ پور میں اس
 نسخہ نے اتمام پایا - یہ کتاب خواجہ عبدالرحیم صاحب نے خواجہ حبیب اللہ ولد خواجہ
 اسد اللہ کو کتب مرحوم کو بطور انعام ایک تحریر لکھنے میں دیا تھا - اور پھر خواجہ
 صاحب کے ہاتھ لگی - سید محمود آزاد کے معرفت اکبر تہ خان بہادر خد بخش خان
 بانی بانکی پور لائبریری نے ہزار روپیہ قیمت کی تھی - مگر خواجہ صاحب نے
 اسکو جہاد کرنے سے انکار کیا - یہ کتاب نہ ملک ہندوستان اور نہ قلمرو
 ایران میں کہیں ہو فقط عنقا صفت مشہور ہو - صرف دو چار شرکی تذکرہ خواجہ
 میں موجود ہو - اسلیے بطور یادگار بیان انتخاب کر کے بطور اختصار لکھا گیا -
 یہ کلیات بریم ہو چند قصائد اور غزلیات فارسی اور بعد ازان ایک ترک
 دیوان اخیر میں اور فتح نامہ اشتر کرام درج ہو - خواجہ صاحب خود مصوّر
 بھی ہیں - اس نسخہ کو ٹائٹل پیج اور اخیر ورق کی عکسی تصویر لے سائز میں
 اتاری ہو -

شہید شد محمد بریم
 خان خانان
 میرزا محمد
 بریم خان
 بہادر
 اتالیق
 شہنشاہ
 جہان
 جلال
 الدین
 محمد
 اکبر
 بادشاہ
 غازی
 ابن
 سلطان
 بابر
 بادشاہ
 ہندوستان
 انکی
 شہادت
 کی
 تاریخ
 "شہید
 شد
 محمد
 بریم"
 سے
 نکلتی
 ہو
 یہ
 کتاب
 نہایت
 خوشخط
 مطلقاً
 و
 پرکار
 نایاب
 روزگار
 خواجہ
 محمد
 فضل
 صاحب
 کے
 کتب
 خانہ
 میں
 میری
 نظر
 سے
 گزری
 اسکا
 کاتب
 بہبود
 کاتب
 ہو
 خان
 خانان
 مرحوم
 کے
 صاحب
 زاد
 کے
 کتب
 خانہ
 کے
 لیے
 سنہ
 ہجری
 میں
 پرگنہ
 جالندہ
 پور
 میں
 اس
 نسخہ
 نے
 اتمام
 پایا
 یہ
 کتاب
 خواجہ
 عبدالرحیم
 صاحب
 نے
 خواجہ
 حبیب
 اللہ
 ولد
 خواجہ
 اسد
 اللہ
 کو
 کتب
 مرحوم
 کو
 بطور
 انعام
 ایک
 تحریر
 لکھنے
 میں
 دیا
 تھا
 اور
 پھر
 خواجہ
 صاحب
 کے
 ہاتھ
 لگی
 سید
 محمود
 آزاد
 کے
 معرفت
 اکبر
 تہ
 خان
 بہادر
 خد
 بخش
 خان
 بانی
 بانکی
 پور
 لائبریری
 نے
 ہزار
 روپیہ
 قیمت
 کی
 تھی
 مگر
 خواجہ
 صاحب
 نے
 اسکو
 جہاد
 کرنے
 سے
 انکار
 کیا
 یہ
 کتاب
 نہ
 ملک
 ہندوستان
 اور
 نہ
 قلمرو
 ایران
 میں
 کہیں
 ہو
 فقط
 عنقا
 صفت
 مشہور
 ہو
 صرف
 دو
 چار
 شرکی
 تذکرہ
 خواجہ
 میں
 موجود
 ہو
 اسلیے
 بطور
 یادگار
 بیان
 انتخاب
 کر
 کے
 بطور
 اختصار
 لکھا
 گیا
 یہ
 کلیات
 بریم
 ہو
 چند
 قصائد
 اور
 غزلیات
 فارسی
 اور
 بعد
 ازان
 ایک
 ترک
 دیوان
 اخیر
 میں
 اور
 فتح
 نامہ
 اشتر
 کرام
 درج
 ہو
 خواجہ
 صاحب
 خود
 مصوّر
 بھی
 ہیں
 اس
 نسخہ
 کو
 ٹائٹل
 پیج
 اور
 اخیر
 ورق
 کی
 عکسی
 تصویر
 لے
 سائز
 میں
 اتاری
 ہو
 بک
 صبا
 پیام
 مرا
 پیش

منی کہ بگذرد از نرسپهر افسر او	اگر غلام علی نیست خاک بر سر او
بی والی والا امیر عرش جناب	که هست خسرو خاور کمینہ چاکر او
بو ترانہ ہمیش کہ محرم حرم اند	چو جبریل امین هست ہر کوثر او
نما غلام بھیرم کہ از عنایت تست	کہ گشتہ سلطنت ظاہری بیسر او

میں قصیدہ میں باسٹھ شعر ہیں۔

ان برافراخت خسرو دین بایت ہدا	اعلام کفر گشت نگوں سار جا بجا
بود در بلاد حسن چتر لالہ گون	بشکست در سواد حبش قیر گون لوا
مند میخامی سر پر پدہ شاہ زنگ	چون کند لان خسرو چینی دید در ہوا

میں قصیدہ میں تریتن اشعار ہیں۔

بسر اقصیدہ مدحیہ ہمایون بادشاہ کی تعریف میں ۷۹ ابیات کا	ہر در گمش سپہر ہند روی افتخار
ہر بلند قدر ہمایون کہ از شرف	
و تھا قصیدہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کی حمت میں ۳۶ شعر کا	کرد از ہلال صورت بیرون شہا جک

بھی سوائے اسکے چھوٹے چھوٹے تین قصیدے ہیں۔

سرودیدناز کی آن نہال را	از سر نہاد دغدغہ اعتدال را
مردم بدہ رضا بقضائیکہ رفتہ است	چون کار با خلافت مقدر منیشود
صبا پیام مرا پیش یار بر	شرح غمے زمن بسوی غمگسار بر

ناکرده تحمل غم خود کرده ام اظهار	از کرده و ناکرده پشیمان شده ام بآ
بیرمان آن بلبل بچا نامم در فراق	کز دل پر سوز هر شب آشیان میسوزم
یکتائی سفید لطیف تو بر بدن	مانند شنبه است که افتاد بر سمن
ای ز رویت دهد باقرمان را روشنی	دیدہ بفرم ز تو بی نور بودن تا یکی

فتح نام

باز فتح غریب روی نمود	که دل دوستان از ان بکشد
شکر بند که باز شادانیم	بر رخ یار و دوست خدانیم

تائب منشی عبد النعم صاحب منشی عبد العظیم محمد رعدالت فوج داری ضلع
 وھا کہ المتخلص بہ تائب۔ آپ ینداری کے زندہ نمونہ تھے۔ راست گو
 اور خوشخو۔ زیادہ تر فارسی میں اشعار کہتے تھے۔

تاریخ رحلت

چو حبت افضل سنیش گفت ضوان از تربت
 بگو۔ اندر گلستان نعیم عبد النعم آمد
 ۱۱۳۳ھ

اشعار فارسی

ترک دنیا گفن و تائب شدن	ہمت مردانہ سیرانیم ما
ہلال عید بر خسار مہ جبینان بین	مے نیاز کش و روی نازنینان بین
مے را بجان خریدم مستی بدل گزیم	در سیکہ دریدم این خر قہ ریارا
شاہین نواب سراسر احسن اللہ بہادر کے سی آئی۔ اسی المتخلص شاہین	شاہین نواب سر عبد الغنی

خلف نواب سر عبدالغنی بہادر فردوس آرام گاہ۔ آپ کی ولادت باسعادت
 کی تاریخ شائق نے لکھی ہے۔ امیر اعظم سے ۱۲۶۲ھ تکلیفی ہو۔
 آپ باوجود کثرت مشاغل زیادہ تر فی البدیہہ احباب کے بزم میں
 شعار لکھتے تھے۔ اور خواجہ عبدالغفار مرحوم اختر سے اصلاح لیا کرتے تھے۔
 آپ کا کلیات خواجہ محمد فضل صاحب کے کتب خانہ میں قلمی موجود ہے
 آپ کے اشعار کے بارہ میں یہ کہنا کافی ہے کہ کلام الملوک ملوک الکلام۔

از دیوان فارسی

ساقیا و قیست در درہ جام را	مطرب آہنگی کہ یا ہم کام را
ک کن از دل غبار رنج و کین	پشت پازن این غم ایام را
س کن ای شاہین حدیث چنگ	قصہ کن کوتاہ و پُر کن جام را

از دیوان اردو

ت بنی انکی سب اور عدو کا تمام	گنجفہ کی طرح سب کام بھی اتر ہوا
نکے خبر فتح کی بزم میں یہ غل مچا	شاہ کو شاہین کا آج صید کیو تہ ہوا
نی تو پوچھے یہ جادو دار سے	کیون لیاد دل چھین ہو دلدار سے
ج دے اک جام بدلے دلت کے گل	ہے غرض ایفا سے نہ اقرار سے

شائق۔ خواجہ حیدر جہان ابن خواجہ خلیل سد متخلص بہ شائق شہر کے
 شندون میں سو آپ ایک معزز اور سر عبدالغنی کے قرابت مند و نہیں تھے۔

اور مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی سے بذریعہ خط و کتابت کے اپنے کلام کی اصلاح لیا کرتے تھے۔ آپ کا مختصر سادیوان جناب خاجہ محمد فضل صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

از کلام اردو

تجھے عرش کا جسے تارا بنایا	اُسی نے بد اختر ہمارا بنایا
اُسی نے کیا ہکمو رسواے عالم	کہ جس نے تجھے عالم آرا بنایا
یہاں نالہ بے اثر ہکو بخشا	وہاں دل ترا سنگ خارا بنایا
دیا درد وہ ہکو گردون نے شائق	کہ تدبیر جسکی نہ چپا را بنایا
جسکی ٹھوکر سے جی اٹھے مرے	اُسکی رشتہ رنے ہمیں مارا
ضرور ہی کہ جو ہو کشتہ گلزار و نکا	گلے میں ہار ہو تیغ ستم کو دار و نکا
خون دل پیٹے ہیں غم کھاؤ ہیں	دل لگانے کا مزا پاتے ہیں
تیرے دھوکے سے چمن میں اکثر	سڑ کو جا کے لیٹ جاتے ہیں

مری فسق و فجور میں عمر کٹی کوئی حسن عمل تو کیا ہی نہیں
یہی فکر ہو دیکھیے کیا ہو وہاں بجز اسکے تو اور پناہ ہی نہیں

کوئی رفتہ ملک عدم نہ پھر کہ جو پوچھوں وہاں کین حال فرا
ہے مقام عجب کہ وہ کیسی ہو جا جو گیا سو وہاں سی پھر ہی نہیں

مجھے بھائی تھی دشت جنوں کی قضا مرید ملین بھرا تھا ذوق و نوا

صبا - خواجہ عبدال

نگه باغ جنان میں جو ایک اول شائق مسته لگا ہی نہیں

دہ	دیا کہیں تجھ بن کہ کیا کیا ہنسی تکی یاد میں اس سرفراست کے یہاں تک ڈر ہم
دہ	صبا اس سو کیو کہ تجھ کو خبر ہے ہو خواہ تھا میں کبھی جس چمن کا یہ جلتی تھی جس جانسیم سحر بھی
دہ	بہت حال شائق کا تیری ہر ہے یہ اُڑتی سی پہونچی وہاں کی خبر ہے صبا کا وہاں آج شائق گزر ہے

قصیدہ فارسی در تولد نواب سر حسن اللہ بہادر

خرم و شاد ہمہ تازہ و تر شد گلزار ہمچو عنقا شدہ معدوم وجود او با فخر صد فخر زمان راز وجودش نپا ہست از بہر ہمین گردش چرخ دوا این ندا آمدہ از غیب لگویش میں ار	بند احمد کہ آید بجان عہد بہار ز سادات بہک ہست ہجوم اقبال مازاد از زادن او در مادر گیتی بر خود ہر زمان گردش چرخ بلا گردان نکر تاریخ چو کردیم امیر اعظم
---	---

چند گویم شکوہ ایام را مطر بانہ نشین کہ یایم کام را	چند ناظم بخت نافر جام را ساقیا بر خیز در دہ جام را
---	---

خاک بر سر کن غم ایام را

صبا - خواجہ عبدالرحیم معروف بہ پچامیان مرحوم ابن خواجہ سلیم اللہ مرحوم

وامادو بہادر زادہ خواجہ علیم اللہ مرحوم رئیس اعظم ڈھاکہ۔ آپ کے جد اعلیٰ کشتیہ کے تھے۔ آپ کا مولد و مدفن ڈھاکہ ہے۔ فارسی اور اردو میں بہت لائقِ ناظم و ناظر تھے۔ آپ کا تخلص صبا تھا۔

از کلام فارسی

ز چشم یار و نرگس شباهت عین است	ز زلف مشک سرِ موندہ فرق مابین است
تہ قبل من چہ کشتی تیغ کین کہ ایمائے	بکن بغزہ کہ این کارِ طرفہ لعین است

از کلام اردو

بھرا ہو یہ دل اپنا عیش و طرب سے	کہ بیباختہ نغمہ بکلی ہے لب سے
خیم دل میں ہو جوش صبا و عشرت	نہیں کام کچھ بہکویتِ عشب سے
کیا دیر کے مزدہ نستج تو نے	تری منتظر بیان میں مشتاق کب سے
تری روبرو جاہ و اقبالِ دولت	کیے نیچے نکھیں کھڑے ہیں ادب سے
ہو نواب کا عمر و اقبال افزون	دعا ہم سی مانگتے اپنے رب سے

کوکب۔ خواجہ اسد اللہ صاحب متخلص بہ کوکب شہر ڈھاکہ کے رئیسوں میں سے اور نواب سر عبد الغنی مرحوم کے عزیز و نون میں تھے۔ ان کا کلام نہایت پاکیزہ ہے فارسی میں ان کا کلام پختہ۔ پرورد پر لطف ہوتا تھا آپ کا دیوان کتب خانہ خواجہ محمد افضل صاحب میں موجود ہے

تاریخ رحلت

حیف کوب کوب کوب دُری که بود در غمش شد چاک دلهما چون صدف	بر سپهر نظم اندر قبر خفت آنکه صد ها گوهر مضمون بسفت
رفته کوب های در زیر زمین نفت افضل سال فوت کوب چرخ	از امل افضل نهاده سرگفت آه آه آه در زیر زمین کوب رفت

از دیوان فارسی

اسرار بیان و مجونام و نشان گاهی ملک امر تو اگر ملت به آماوه مان کن	که ارباب معانی حل نکرند این معمارا نمیدانم بدور او که خواهد دید فرد را
و آنکه نباشد بجان جز تو کس را و کوه خیل لعل لببت لعل من را	امید که باشی نفسی بمنفیس ما صدر رشک سلک دهننت دُعدن را
و خوبی فردوس می رسید ز کوب تا قیام خیز که در نغمه سیاحت امروز	کو ساخت فراموش درین کوچه وطن را تا بارش بنظر تار باب ستامروز
و شبم گر اثری داشته و هوافروز ازل بودی بجلوگاه ناز	شام فراقش سحر داشته بارک شدیم هستی را طلبگار آمدی

در تولد نواب حسن الله بهادر

مغز ان جنون رازین نشاط نزد گر نوبت خسرو زخم	اعتبار کارمان آمد پدید مغز نو در استخوان آمد پدید
	کو چو گنج شایگان آمد پدید

زادگر از بطن مادر طفل لیک	حامی پیر و جوان آمد پدید
بل ز بطن مریم ثانی نگر	عیسی گر دون مکان آمد پدید
این نوید از دُها که تا کشمیر یاب	اعتزاز خود اچکان آمد پدید
کیست آن ابن غنی اتی غنی	منعم با عز و شان آمد پدید
بود از شعبان شب بست و نهم	کوز امر کن فکان آمد پدید
پیر گردون گفت تاریخش مرا	این پسر فرخنده دان آمد پدید

نامی

نامی - میر وزیر علی ولد میر حسن علی - آپکی آباد اجداد دُها کہ کے
 سابق باشند و نمین سو تھے - اہل تشیع میں آپکی فارسی اور عربی کی استعداد
 سب سے بڑھی ہوئی تھی - اوایل میں آغا ججو لکھنوی سے اصلاح لیا کرتے
 تھے بعدہ حضرت آزاد جاناگیر نگر سی کے حلقہ شاگردی میں داخل ہوئے
 اپنے یادہ تر اردو نظم کہتے تھے اس سال ساٹھ برس کی عمر میں رضہ ہضہ انتقال کیا -

تاریخ انتقال

افضل عکین فکندہ نر افسوس خزن	آگفت بی نام نشان مہیات نامی شہین
------------------------------	----------------------------------

من کلام تامی

نشہ حسن میں چو کہو ہوشمین پاؤں	شیشہ دل کہیں ٹکڑے خند کہ
ایا تھو اس سب کافر کے شہادت پائی	حشر نامی کا آئی ہوید اللہ کہ
سننے ہی غیر کا حال آئے دُور دودہ	ولہ آنکھیں پر آپ لطف پریشان کہ

وفا۔ خواجہ عبد الغفار ولد خواجہ عبد الغفور مغفور۔ ڈھاکہ رکن اعظم مین سی تھے۔
 خلد آشیان نواب سر عبد الغنی مرحوم کے براہِ وزن مین تھی۔ آپ فارسی اور
 اردو مین کلام فرماتے تھے۔ آپکا تخلص فارسی مین وفا۔ اور پنجابی مین نجات
 اور اردو مین اختر تھا۔ آپکا بہت سا کلام دریا برد اور چوری ہو گیا۔ بعد
 اپنے اپنا ایک کلیات بفرمایش نواب سر احسن اللہ بہادر مرحوم کے مرتب کیا
 جسکی ایک نقل ہمارے معزز جناب محمد فضل صاحب کے پاس موجود ہے۔ آپ کا
 فارسی کلام نہایت بلیغ و فصیح اسیر کے طرز پر ہے اور اردو مین آپ نے میر تقی میر کا
 طریقہ اختیار کیا۔ آپکو پیری مین لغت گوئی کی طرف رغبت ہوئی اور بہت لغتیں
 کلام مقبول ہے۔

از کلام فارسی

آب بخشید بحر این چشم طوفان خیز ما	تاب آتش را و ہد آہ شہر انگیز ما
جیب دامن شد گلستان اشک غیبیا بین	بواجب نیز نگہائے دیدہ گلرزم ما

ایضاً در لغت

ای روح روان داری دل جاہل جان	اوستم رسل قبلہ دین کعبہ ایمان
ای نور تو عکس فلک آئینہ توحید	در وصف تو اندیشہ تجل الملقہ حیران
اگر در رہ رہوار تو کل البصر دل	خاک تہ تعلین تو نور نظیر جان

رہنمائی اردو

خاتمۃ الطبع

ماہرین علم و ہنر خوب واقف ہیں کہ کسی علم و فن کی جب کوئی کتاب لکھنا ہوتا ہے تو مصنف
دین میں پیش آتی ہیں۔ مجددان کے ایک فراہمی کتب کا بکھیرا ہے کہ بغیر کتب معتبرہ کے پوری کامیابی
مصنف چاہے کیسا ہی برا عالم سمجھی کیوں نہ ہو مگر بلا امداد کتب جو اگلے لوگ اپنے اپنے وقت میں
امر کو تحقیق کر کے لکھ گئے ہیں اور جو کچھ ان کے قلم سے نکلے ہے انکا عین تشاہدہ یا تجربہ ہے اس پر
شک نہیں کہ بغیر ذخیرہ کتب کے کسی فن میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا کیا وجہ کہ جب تک ہر کو
بات کا علم ہو گا ہم کہا خاک اس کے متعلق کچھ بحث کر سکتے ہیں اگرچہ صد ہا کتابیں علمائے نامدار
تصنیف فرمائی ہیں اور آئندہ ان میں سے معرض درس تدریس میں ہیں اور ابد اباد تک سلسلہ
تدریس جاری رہے گا۔ جس کے مطالع سے انہیں روزگار مستفید ہوتے رہیں گے مگر سیر اور توارخ کی کتاب
ان کے دینی و دنیوی کتب پر ترجیح ہے یعنی حالات و واقعات جان کا اگر کچھ پتہ ملتا ہے تو صرف
تاریخ ہی سے متاخرین کا طرز معاشرت اور ان کے اخلاق آداب انھیں کے کارناموں سے ظاہر
ہوئے ہیں چنانچہ بی اکال تواریخ ڈھاکہ کل بسکو جناب منشی حمان علی صاحب طبع نے
بڑی عرق ریزی اور تحقیق کے ساتھ لکھی ہے ارباب توارخ و سیر جنکو فن توارخ سے دلچسپی ہے وہ
ان کے محنت و جانفشانی کی داد و بکود عاے خیر سے ضرور یاد فرمائیں گے۔ واقعی ایسی جامع توارخ
زبان اردو میں آج تک ملنے والا ویر و فتنہ جات کوئی نہیں چھپی ہے۔ دراصل مصنف نے بڑی محنت شاقہ
اور دماغ سوزی سے اسکو لکھا ہے گویا دریا کو کوڑے میں بند کیا ہے۔ لہذا کہ اب جس ایساے جناب
شیخ احمد علی صاحب اکثر خلف مصنف صاحب معفو بہت حسن و خوبی کے ساتھ احقر العباد کے
اشارت اندیا پر ہیں آ رہے ہیں بعد اب وہ اب باہتمام کار پر دوازان مطبع حلیہ طبع سے آراستہ ہو گئی
اگرچہ مصنف صاحب کی تصنیفات سے اور بھی کئی ایک کتابیں نظم و نثر میں طبع ہو چکی ہیں لیکن یہ تاریخ
انکی لبواب ہے۔

محمد ظہور الحق فضل جانی حنفی استھانوی بہاری

پروپرائیٹر اخبار و اسٹار آف انڈیا آ رہ

